TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222476
UNIVERSAL LIBRARY

خمکدۂ سرور

یعنی منشی درگا سہائے جہان آبادی کا مکمل بہترین کلام

جسمیں

تقریبا جملہ مضامین نظم اور ایک نایاب مضمون نثر ہے

مرتبہ

قاضی محمد غوث عفی عنہ قضا حیدرآبادی

متوطن صدر ضلع محبوب نگر

۸۹۱۲۴۳
س ح

جسکو
حسب الارشاد سید القادر عطا تاجر کتب نے اپنے اعظم اسٹیم پریس میں
طبع کرکے شائع کیا

قیمت ۸

کتب خانہ
کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

تعارف

عمدہ کلام کی پہچان کے لئے ملٹن نے تین شرطیں قرار دی ہیں یعنے یہ کلام اصلیت پر مبنی ہو۔ سادہ ہو۔ اور جوش سے بھرا ہوا ہو۔ سرور کے کلام میں ملٹن کی آخری یا تیسری شرط بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ کوئی شعر یا کوئی نظم ایسی نہیں جسمیں جوش کا دریا لہریں نہ لیتا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پہلو میں ایک حساس اور درد آگیں دل تھا۔ کائنات کی ہر شئے سے متاثر ہوتا تھا۔ اور اوسکی حیات کے حالات کو دیکھتا تھا سمجھکر انسے گیت گاتا تھا۔ سرور کی زبان نہایت شستہ اور بیان لطیف ہے۔ بندشیں درست اور تشبیہیں دلکش و رنگین خیال میں کسقدر نزاکت پائی جاتی ہے۔ ایک نظم میں مرثیا ایک خیال کے متعدد پہلو نفیسہ باندھا ہے۔ تاہم جوانی نے بعض عاشقانہ شعر اچھے نکالے ہیں۔ انکی ایک غزل جو قریب قریب ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گائی جاچکی ہے اونکی مقبولیت کا بہت سچا ثبوت ہے۔ وہ غزل یہ ہے ؎

کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سوجا — کہ گذر گئی شب آدھی دل بیقرار سوجا

(باقی اشعار کے لئے ملاحظہ ہو صفحات ۶۹ و ۷۰)

(التمدن)

از مولوی سید سجاد صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس
پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی کالج حیدرآباد دکن

مرقومہ ۱۲؍ آذر ۱۳۲۹ ف

گذارش

خمکدۂ سرور کی بہت کم جلدیں شایع کی گئی ہیں۔ شائقین کلام سرور سے عرض ہیکہ اس کے حاصل کرنیمیں عجلت فرمائیں۔ ورنہ دوسرے اڈیشن کی انتظاری کرنی ہوگی۔

مطبع کی بے انتہا دیگر مصروفیتوں کیوجہ کتابت میں بعض عنوانات چھوٹ گئے ہیں اور کلام میں بعض غلطیاں صادر ہوئی ہیں۔ اسلئے غلط نامہ ترتیب دیا جارہا ہے لہذا خریدار صاحبین از راہ کرم اپنا نام و پتہ جہاں سے کتاب حاصل فرمادیں نوٹ کروادیں۔ تاکہ بعد طبع غلط نامہ بلا اخذ قیمت ارسال کیا جا سکے۔

کتاب کے ملنے کا پتہ:۔

(۱)۔ کتب خانہ تجارتی مولوی سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب چارمینار حیدرآباد دکن۔

(۲)۔ کتب خانہ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ نامپلی حیدرآباد دکن۔

(۳)۔ محمد غوث اڈیٹر انجمن ہائے اتحادی سنگاریڈی ضلع میدک متعقر سنگاریڈی

خاکسار محمد غوث عفی عنہ

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ	نمبر	مضمون	صفحہ
۱	عرض حال	الف	۱۵	غزل	۲۹
۲	تمہید	ج	۱۶	فلک خضری ہے جام میرا	۳۰
۳	حالات سرور مبرور	۱	۱۷	پریاگ کا سنگم	۳۱
۴	سرور کی نسبت	۵		مظاہر قدرت	
۱	زندہ جاوید پھول	۶	۱۸	لالہ صحرا	۳۴
۲	حمد باری	۱۷	۱۹	جمنا جی	۳۶
۷	زمزمہ توحید	۱۹	۲۰	گنگا جی	۴۲
۸	ترانۂ وحدت	۲۰	۲۱	انتخاب گنگا و جمنا	۴۴
۹	رباعیات سرور	۲۱	۲۲	فضائے برشگال اور	
	تلاش حقیقت	۲۲		پروفیسر اقبال	۴۵
۱۰	ماریا سیمین	"	۲۳	گل نو دمیدہ	۴۶
۱۱	وقت اجل	۲۴	۲۴	شفق	۴۷
۱۲	موت کی گھڑی	۲۵	۲۵	برف	۴۸
۱۳	مزار دوست	۲۶	۲۶	دیوار گلشن	۴۹
۱۴	کارزار عشق	۲۷	۲۷	نسیم سحر	۵۴

	بادۂ حسرت		۴۵	معرکۂ عشق	۸۳
۲۸	آندھی پھول والی	۵۶	۴۶	نرم و گرم فریق	۸۸
۲۹	دعائے سرور	۵۸	۴۷	مادرِ ہند	۸۹
۳۰	قید ہستی	۵۹	۴۸	ادائی شرم	۹۰
۳۱	حسرت دیدار	۶۰	۴۹	یاد وطن	۹۲
۳۲	بدنصیب بنگال	۶۶	۵۰	شمع و پروانہ	۹۳
۳۳	مرغان قفس	۶۷	۵۱	پدمنی کی چتا	۹۵
	جذبہ الفت		۵۲	سودائے عشق	۹۶
۳۴	عشق	۶۸		جام مسرت	
۳۵	دل بیقرار سو جا	۶۹	۵۳	نوروز	۹۸
۳۶	ماں کی لوری	۷۰	۵۴	بچہ اور ہلال	۱۰۰
۳۷	پدمنی	۷۱	۵۵	کتابوں پر سلسلۂ خیالات	۱۰۱
۳۸	آجا	۷۳	۵۶	نیا سال اور نئی امیدیں	۱۰۳
۳۹	غزل	۷۵	۵۷	گل فردوس	۱۰۴
۴۰	عروس حب وطن	۷۶	۵۸	پھولوں کا کنج	۱۰۶
۴۱	عروس ابر بنگال	۷۷	۵۹	سال نو اور ہندوستان	۱۰۷
۴۲	چشمۂ وطن	۷۹	۶۰	جلوۂ امید	۱۰۸
۴۳	سرزمین وطن	۸۰	۶۱	امید اور طفلی	۱۱۱
۴۴	خاک وطن	۸۱	۶۲	ایک حسینہ اور جگنو	۱۱۳

٦٣	عنفوان شباب	١١٥	٨١	داغ	١٥٢
٦٤	آنے والی گھڑی	١١٨	٨٢	سیچین	١٥٦
٦٥	مبارکباد عید	١٢٠	٨٣	سیتا جی کی گریہ وزاری	١٥٨
٦٦	رباعیات	١٢١	٨٤	مہاراجہ دسرتھ کی بیقراری	١٦٠
	غم فرقت		٨٥	بھونرے کی بیقراری	١٦٢
٦٧	یاد طفلی	١٢٤	٨٦	فراق نل میں دمن کی بیقراری	١٦٤
٦٨	حسرت وطن	١٢٦	٨٧	ایک اجل رسیدہ کی تمنا	١٦٦
٦٩	سال گزشتہ	١٢٨	٨٨	فنافی الملک حسیت رائے	١٦٧
٧٠	شکوۂ صیاد	١٣٠	٨٩	نوحہ بر وفات محسن الملک مرحوم	١٦٩
٧١	حسن	١٣٢	٩٠	" سوامی رام تیرتھ جی	١٧١
٧٢	فریاد قوم	١٣٣	٩١	ایک غریب الوطن محب قوم	١٧٨
٧٣	کلیجے کا داغ	١٣٤	٩٢	مقدم برشگال	١٧٩
٧٤	یاران عدم	١٣٧	٩٣	یاد دوست	١٨١
٧٥	روٹھی رانی	١٣٩	٩٤	حسرت بھری صدا	"
٧٦	بلبل اور میں	١٤٠	٩٥	شیون داغ	١٨٣
٧٧	ایک جلا وطن محب قوم	١٤٢	٩٦	نوحہ بر وفات بالمکند گپتا	١٨٤
٧٨	لکشمی جی	١٤٤	٩٧	" " شمس العلماء آزاد	١٨٥
٧٩	شمع انجمن	١٤٧	٩٨	چتور کی گزشتہ عظمت	١٩٦
	رخصت شباب	١٤٩	٩٩	ایک بلبل رسیدہ کی تمنا	١٩٨

۱۰۰	نوحہ وفات شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم	۱۹۹	۱۱۹	بے ثباتی دنیا	۲۴۰
۱۰۱	وید مقدس کی روشنی	۲۰۱	۱۲۰	یاد ویرانہ	۲۴۲
۱۰۲	ترانہ خواب (دل)	۲۰۳	۱۲۱	ماتم آرزو	۲۴۵
۱۰۳	گھڑی	۲۰۴	۱۲۲	گل مزار	۲۴۶
۱۰۴	بیر بہوٹی	۲۰۵	۱۲۳	گل خزاں دیدہ	۲۴۸
۱۰۵	کوئل	۲۰۶	۱۲۴	موسم سرما کا آخری گلاب	۲۵۰
۱۰۶	مرغابی	۲۰۷	۱۲۵	خزاں رسیدہ پھول	۲۵
۱۰۷	وصف زبان	۲۰۹	۱۲۶	سوز بیوگی	۲۵۱
۱۰۸	دمن اور ہنس	۲۱۲	۱۲۷	اجڑی ہوئی دلہن	۲۵
۱۰۹	سارس کا جوڑا	۲۱۵	۱۲۸	دنیا کی اجڑی ہوئی محفل	۲۵۶
۱۱۰	مرغ وصیاد	۲۱۶	۱۲۹	شہر آشوب	۲۶۱
۱۱۱	بلبل وپروانہ	۲۱۹	۱۳۰	نیرنگ زمانہ	۲۷۱
۱۱۲	پھول وپیام	۲۲۱	۱۳۱	حسرت شباب	۲۷۲
۱۱۳	گل وبلبل کا فسانہ	۲۲۲	۱۳۲	رویائے اکبر	۲۷۵
۱۱۴	زن خوشخو	۲۲۴	۱۳۳	قومی نوحہ	۲۷۷
۱۱۵	اندوہ غربت	۲۲۹	۱۳۴	ماتم ہستی	۲۷۹
۱۱۶	صوفیانہ رنگ کے پردے	رر	۱۳۵	بے ثباتی زمانہ	۲۸۱
۱۱۷	شیون عروس	۲۳۲	۱۳۶	نورجہاں کا مزار	۲۸۵
۱۱۸	نیچرل شاعری	۲۳۶	۱۳۷	قطعہ تاریخ از منشی الٰہی بخش صاحب اعجاز	۲۹۵
			۱۳۸	سرور جہاں آبادی	۲۹۶

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ حال

مجھے ادبی دنیا میں قدم رکھے ہوئے چند ہی دن ہوئے تھے کہ ۱۹۰۷ء میں رسالہ مخزن میں سرور کی نظمیں دیکھکر دل پر بڑا اثر ہوا اور طبیعت کو سرور۔ اور ہر دفعہ شوق سے منتظر رہتا کہ کسی پرچہ میں بھی سرور کی نظمیں نکلیں تو لذت مطالعہ حاصل کی جائے۔ برابر اس وقت سے کلام سرور کا ذوق و شوق دل میں جاگزیں رہا۔ اور خیال ہوا کہ ان کی پوری نظمیں اکھٹی کی جائیں۔ مگر فکر معیشت نے اس کا موقع نہیں دیا کہ کسی صورت کلام سرور کا پتہ لگا کر مجموعہ سرور کو فراہم کرسکوں۔ حالانکہ اس عرصہ میں مجموعہ کلام سرور بشکل جام سرور انڈین پریس الہ آباد سے اور خمخانہ سرور زمانہ پریس کانپور سے نکل چکے تھے۔ مگر مجھے اس کی خبر نہ ہوئی۔ ۳ سال بیشتر جبکہ کلام سرور کے مجموعہ کی تلاش کا بے انتہا شوق پیدا ہوا تو ہندوستان کے سارے کتب خانوں کو چھان مارا۔ مگر کہیں اسکا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا۔ آخر ایک دوست کے مشورہ پر میں نے کلام سرور کی فراہمی کا تہیہ کر لیا۔ جو پہلے دونوں مجموعوں سے کہیں زیادہ پایا گیا۔ اور اسی لئے اسکی طباعت پر ہمت بندھی۔ اگر میرا خیال غلط نہ نکلے۔ تو کلام سرور تقریباً مکمل ہو چکا ہے

اور کوئی نظم غالباً نہیں چھوٹی۔ مولوی خورشید علی صاحب ناظم دیوانی ۔ و مولوی عبدالرزاق صاحب بسمل ۔ نانک راؤ صاحب مصنفہ بوستان آصفیہ اور وینکٹ نرسنھواں راؤ صاحب برادر مددگار خزانہ عامرہ سرکار عالی کا میں ممنون ہوں کہ جن کی سعی بھی اس کام میں میرے شامل حال ہی ۔ اور عالی جناب مولوی عبدالرحمان خانصاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ کا بھی مشکور ہوں کہ جنہوں سنے میرے اس مرتبہ کلام کو بنظر استحسان ملاحظہ فرماکر اس سے زیادہ ٹھوس کام کرنے کی جرأت دلائی۔

ایکسال پیشتر جبکہ قریباً یہ مجموعہ مکمل مرتب ہو چکا تھا اتفاق سے جام سرور خمخانہ سرور ملے ۔ شاذ نظمیں جو میرے مجموعہ سے رہگئیں تھیں حاصل و شریک کرلیگئیں توقع ہے کہ صاحب تصانیف کتب مذکور ازراہ کرم اس کو سرور کی خدمت سمجھکر مجھے معاف فرمائیں گے۔

آخر میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مطبع کی بے توجھی سے کتابت وطباعت جیسی کہ چاہیئے صاف و بہترین نہیں ہوئی ہے اگر ادبی دنیانے اس کی قدر کی تو انشاءاللہ دوسرے ایڈیشن میں یہ نقائص دور کئے جائیں گے وباللہ توفیق۔

خاکسار

قاضی محمد غوث عفی عنہ

تمہید

منشی درگا سہاے سرور جہاں آبادی کے مجموعۂ کلام کو میں نے جستہ جستہ پڑھا، جس کا میرے دل پر خاص اثر ہوا، مرحوم سینے میں ایک حساس اور دردمند دل رکھتے تھے۔

جھوٹی اور مہمل شاعری کو جو آج تک اردو کی دنیا میں ہر طرف غالب نظر آ رہی ہے سرور نے کبھی منھ نہیں لگایا، وہ جو چیز محسوس کرتے تھے، اسی کو نظم کرتے تھے، اور اس طرح نظم کرتے تھے کہ اشعار کے اندر ان کا دل دھڑکتا ہوا نظر آتا تھا۔

البتہ اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ مرحوم کا کلام طرز بیان کی چستی صفائی اور سلاست زبان کے اعتبار سے اکثر و بیشتر [illegible] کا حامل ہے پھر بھی یہ بالکل درست ہے کہ سرور کے سے شاعر کم پیدا ہوا کرتے ہیں۔

مولوی بشیر حسن صاحب جوش

۱۶ امرآبان سنہ ۱۳۳۸ف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات سرورؔ جہان آبادی

سرورؔ۔ سخنور سراپا کمال۔ شاعر نازک خیال۔ مقبول ارباب جمہور منشی درگا سہائے سرورؔ۔ آپ سمت ۱۹۲۹ مطابق ۱۸۷۳ء کو قصبہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت میں ایک سکسینہ کایستھ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی درس و تدریس سے فارغ ہونے کے بعد اوائل مشق میں مولوی سید کرامت حسین بہار سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ پھر حضرت بیان یزدانی میرٹھی کے انداز کلام پر فریفتہ ہوکر اپنے آپ کو ان کا شاگرد معنوی تصور کرنے لگے۔

آپ دور موجودہ کے اُن بلند پایہ اور گران مایہ شعرائے منتخب میں سے تھے جنکی جدت طرازی اور معجز بیانی نے اُردو شاعری کے مُردہ قالب میں ایک نئی روح پھونکنے میں بیش قرار حصہ لیا۔ جذبات اور فطرت کی مصوری میں اُردو علم ادب کو قابل فخر بنایا گو نیچرل شاعری کے موجد ہونے کا سہرا پروفیسر آزاد اور شمس العلما مولانا حالی کے سر رہا لیکن آپ نے نیچرل اور ایشیائی رنگ کو ایسی دلفریب ترکیب سے شیر و شکر کیا۔ کہ اسمیں پھیکے پن کے بجائے انتہا درجہ کی حلاوت اور شیرینی پیدا ہوگئی

مناظر قدرت اور واقعیت کی نقاشی میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ مبدأ
فیاض سے آپ کو ایک دردمند دل عطا ہوا تھا۔ اور طبیعت میں سوز
وگداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اسلیئے جو شعر منہ سے نکلتا تھا۔ دلوں پر
نشتر کا کام کرجاتا تھا۔ حب وطن کا جوش اور قومیت کے خیالات انکے
کلام کی روح رواں ہیں۔ مگر پھر بھی مغربی استعاروں سے وہ بھاگتے
اور انہیں ہندوستان کی نیچرل شاعری کے معائب میں۔ اہل ریختہ کی
اسی طرح تغزل کے عامیانہ رنگ سہل پسندی سے ان کی طبیعت کو انس
نہ تھا۔ مخرب اخلاق مضامین۔ دور از کار تشبیہات۔ گل وبلبل۔ زلف و
کاکل کی بوسیدہ حکایت سے ان کو نفرت رہی صاف سلجھی ہوئی بندشوں
نفیس ترکیبوں سے اپنے کلام کو زینت دینے کا خیال رکھتے تھے۔
نازک تخیل کی پرواز اور معنی خیز مضمون آفرینی ان کی طبع رسا کا
جوہر رہی ہے۔ آپ کی اکثر دلآویز تصنیفات ملک کے مشہور رسائل میں
شائع ہوتی رہی ہیں۔ جو قادرالکلامی ورنگینی بیانی کے بیّن دلائل ہیں۔ اور وہ
زمانہ۔ ادیب۔ مخزن کے اوراق کی زینت دوبالا کرچکی ہیں۔ غزل گوئی
کی طرف آپ نے زیادہ توجہ نہیں کی۔ مگر اصل یہ ہے کہ آپ کی کوئی
نظم شان تغزل سے خالی نہیں۔ جس طرح نظامی گنجہ اور فردوسی
طوس کا رہنے والا تھا۔ اسیطرح آپ کی ولادت بھی ایک قصبہ میں ہوئی
تھی۔ مگر زبان پر کماحقہ قدرت حاصل نہ تھی۔ اور خداداد حسن قبول نے
آپ کی شہرت کو عالمگیر کردیا تھا۔ ایک بڑا وصف یہ تھا کہ یہ اپنی شاعرانہ

فطرت سے تخیل کی معراج کمال تک پہنچ گئے اور اُنہوں نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔ ممتاز ادیب و نقاد مولانا حسرت موہانی آپ کی بابت یہ تحریر فرماتے ہیں کہ "سرور جہان آبادی" اُردو زبان کے ایک ایسے بلند پایہ شاعر تھے جنکی لاجواب نظمیں اُردو رسالوں کی زیبائش ہوا کرتی تھیں ہماری نظر سے اُن کی کوئی ایسی نظم نہیں گزری جس کے پڑھنے کے بعد دل سے بے اختیار تحسین و آفرین کی صدا بلند نہ ہوئی ہو۔ نسیم لکھنوی کی مرگ بے ہنگام کے بعد یہ دوسرا سانحہ ہے جس کا ماتم دنیائے ادب کے ہر گوشہ میں ہوگا۔ اگر سرور کی زندگی وفا کرتی تو خدا جانے اُن کی شاعری کا مرتبہ کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتا۔ اس قلیل مدت میں جو کچھ وہ کر گئے وہ بقائے دوام کی سند حاصل کرنیکو کافی ہے۔"

کچھ عرصہ تک آپ ایک رئیس زادہ کے اتالیق رہے پھر دو تین سال تک رسالہ زمانہ کے دفتر پر مامور رہے۔ شاعری کے سوا فن طب میں بھی دخل تھا۔ مگر بدقسمتی سے ہمیشہ پریشان روزگار رہے۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے۔ کہ اُنہوں نے اپنے بیش بہا کلام کو کوڑیوں کے مول فروخت کیا۔ اور ہندوستان کے جادو مقال شاعر کالی داس کی نظموں کو اُردو لباس پہنا کر ایسے لوگوں کے نام سے منسوب کیا جو اسکی باریک بینی۔ نازک خیالی و لطافت سمجھنے سے بھی قاصر تھے۔

آپ نہایت راست باز۔ منکسر المزاج۔ حلیم الطبع۔ متواضع شخص تھے عین عالم شباب میں اپنی بیوی اور اکلوتی جگر گوشہ کی حسرت ناک وفات کا

پئے در پئے صدمہ پہنچا جو تا دم مرگ کلیجہ کا داغ بنکر رہا۔ اسی زمانہ میں کچھ اقتضائے طبیعت سے اور کچھ تخلص کی مناسبت سے شراب ناب سے غم غلط کرنے لگے۔ جو بڑھتے بڑھتے قبل از وقت موت کا باعث ہوئی۔ دوران مرض میں شراب کی سخت احتیاط کیجاتی تھی جب ایک روز خدمتگار نے بجائے شراب کے مرحوم کو پانی کا گلاس دیا تو ہنسے اور یہ فرمایا ؎

بجائے مے دیا پانی کا اک گلاس مجھے
سمجھ لیا مرے ساقی نے بدحواس مجھے

افسوس صد افسوس! کہ ۴ ڈسمبر ۱۹۱۰ء میں اُردو کا سرمایۂ ناز شاعر اس دار فانی کو خیرباد کہکر دار السرور خلد کو روانہ ہوا حضرت شوکت بلگرامی نے اس مصرعہ سے تاریخ وفات نکالی ع "گفت شوکت سرور رحلت کرد۔"

آپکا کلام موسوم بہ جام سرور وفات حسرت آیات کے چند ہی روز بعد رسالہ ادیب الہ آباد کے پریس میں طبع ہوکر شائقین کے ہاتھوں تک پہنچا۔ مرحوم کو اپنے کلام کی اشاعت کا بیحد ارمان تھا۔ پروف تصحیح کرنیکے لئے الہ آباد جانیوالے تھے کہ پیام اجل آگیا۔ آپکی نظمیں زندہ جاوید یادگار ہیں ؎ برق

نقش باطل ہو نہیں سکتا کبھی نام سرور
دہر میں جب تک رہیگی گردش جام سرور

محشر نے تاریخ لکھی ؎

ختم کر محشر بس اتنا کہکے قلم تعزیت
اب ملیگی مشکلوں سے مرنے والے کی مثال

آپ نے ۴۰ برس کی عمر پائی میکدۂ معانی کے دور اس کلیات سے حاصل ہوتے ہیں۔

(از خمخانۂ جاوید صفحہ ۴)

سُرور کی نسبت

دیگر۔ دور قدیم کے ایک ممتاز مجلہ کی جدید صحیح ترجمانی

سرور جہان آبادی کی نظمیں دل میں جذبات کا تلاطم برپا کر دیتی ہیں۔ انکی شاعری میں ایک بحر ناپید اکنار کی سی روانی ہے۔ ان کی طبیعت سمندر کی طرح گہری۔ انکا خیال سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں کیطرح بلند تھا۔ شعر کہنے بیٹھتے تو کاغذ پر اپنے جگر کے ٹکڑے نکالکر رکھدیتے تھے۔ جو سوز و گداز ہمکو سرور کے کلام میں ملتا ہے۔ اسے کسی دوسری شاعری میں ڈھونڈھنا فضول ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے انہیں شاعری کیلئے بنایا تھا اور شاعری کے سوا انہیں کچھ اور آتا ہی نہ تھا۔ بہرحال انکی سچی تشبیہیں۔ اُن کے نئے استعارے عیسوی جذبات، حُسن و عشق کی معاملہ بندیاں، دلوں میں چٹکیاں لیتی ہیں سرور کی مختلف نظمیں دیکھکر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کمال فن روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ اور وہ اپنے معراج شاعری تک پہنچنے سے پہلے ہی ہم سے چھین لیگئے۔ اگر یہ باکمال شاعر صرف دس برس بھی زندہ رہسکتا۔ تو اُردو شاعری کی حالت کیا سے کیا ہوگئی ہوتی، کمبخت شراب کا بُرا ہو جس نے عنفوان شباب ہی میں اس یکتائے زمانہ شاعر کے پیمانہ عمر کو لبریز کر دیا۔ کل من علیہا فان!

⁂

۱- زندہ جاوید پھول

ناظرین! بچپن میں مین پھولون کا بڑا شوقین تھا۔ مگر بدقسمتی سے گھر کے صحن کے آگے پھولون کا کوئی تختہ یا چھوٹا سا کنج نہ تھا۔ جس سے میں اپنی ننھی سی تفریح کو تر و تازہ رکھتا۔ یہ ایک ناخوشگوار کمی تھی جو مجھہ کو ہر وقت مغموم اور افسردہ خاطر بنائے رہتی تھی ننھی سی جان اور پھولون کا ارمان۔ اتنی جرأت کہان کہ خود بازار جا کر گل فروشوں کی دکان سے پھول مول لاؤن اور اُن سے اپنا دل بہلاؤن۔ علاوہ اس کے باپ کی شفقت مان کی محبت اپنے صغیر سن بچے کو گھر سے تنہا باہر نکلنے کی بھلا کب اجازت دیسکتی تھی مجھے کسی خاص قسم کے پھولون سے رغبت نہ تھی۔ بلکہ میرا تعشق اُن کے ساتھ عام تھا۔ میرا دل جیسا چنبیلی کی نرم و نازک نکیلی کلیوں سے مانوس تھا۔ ویسے ہی مجھے گلاب کی ننھی ننھی خوشنما پنکھڑیوں سے بھی محبت تھی میں نہ صرف پھولوں کو دیکھنے کا ہی شائق تھا۔ بلکہ میرے دماغ کو بھی اُن کی بو سے ایک فطری مناسبت تھی۔ خوش قسمتی سے میرے ہمسایہ میں دو چار مالنین بھی رہتی تھیں جو میری مان کو کبھی کبھی پھولوں کے ہار اور گلدستے بنا کر دیجایا کرتی تہیں۔ میں اُن کو دیکھکر بے اختیار باغ باغ ہوجاتا۔ اور مارے خوشی کے جامہ میں پھولا نہ سماتا۔ اور اُن کو لیکر اُچھلتا کودتا مان کی نظر بچا گھر سے باہر نکل جاتا اور اپنے ہم سن لڑکون کے ساتھ بڑے شوق سے گلیون میں کھیلا کرتا۔ بدنصیبی سے اگر میرے ساتھ کے کھلاڑیوں میں سے

کوئی شریر بچہ میرے ہاتھ سے اُنکو چھین لیتا تو میرے نازک دل کو سخت صدمہ پہنچتا اور میں نہایت آزردہ دلی اور مایوسی کے ساتھ روتا چیختا گھر کو واپس آتا۔ میری ماں مجھ پر بڑی شفیق تھی۔ مجھ کو غمگین اور مضطرب پاکر بازار سے پھولوں کے ہار فوراً منگوا دیتی۔ اور میں اُن کو لیکر پھر اپنے چھوٹے چھوٹے رفیقوں کے ساتھ کھیل میں مشغول ہو جاتا۔ مگر آہ! یہ چھوٹا سا مشغلہ اس قابل نہ تھا۔ جس سے میں اپنے شوق کی پیاس کو جی بھر کر بجھا سکتا۔ کیونکہ مجھکو تو اس بات کی دھن تھی کہ سوتے۔ جاگتے۔ اُٹھتے۔ بیٹھتے ہر وقت پھولوں کا ایک تر و تازہ چمن میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں کسی لمحہ اور کسی ساعت بھی اُن کو اپنی نگاہ سے جدا کرنا نہ چاہتا تھا۔ اور مجھے اُن کی مفارقت نہایت ہی شاق اور ناگوار تھی۔ شفیق باپ نے جب اپنے کمسن نونہال کو اوائل ہی سے پھولوں کا بے طرح شیدا پایا تو انھوں نے کتنے ہی چھوٹے چھوٹے پودے لاکر صحن میں لگا دئے۔ جن میں کچھ دنوں بعد متعدد پھول آنے لگے۔ مگر اُن سے میری تشنگی شوق نہ بجھ سکی۔ اُن کی بہار دیرپا اور مستقل نہ تھی۔ وہ بہت جلد کملا جاتے تھے۔ چلچلاتی ہوئی دوپہر کی ناقابل برداشت دھوپ۔ اور باد سموم کے تند و تیز جھونکے یہ وہ ایسے قوی اسباب تھے۔ جو بہت جلد اُن کے مسکراتے ہوئے چہروں کو پژمردہ کر دیتے تھے۔ اور وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں سکوڑ کر مایوسی کے عالم میں ہمیشہ کے لئے سرنگون ہو جاتے۔ مجھ کو یہ گوارا نہ تھا کہ پھر اِس چھوٹی سی غیر ذی روح معصوم مخلوق کے ساتھ ایسا برا برتاؤ

کرے اور میری تفریح کے شغلے میں مخل ہو۔ اس خیال سے میں اور بھی رنجیدہ خاطر رہنے لگا۔ اور مجھہ کو اب پھولون کے کسی ایسے زندہ جاوید پھول کے تختہ کی تلاش ہوئی جسکی بہار ہمیشہ میرے آنکھوں کے سامنے تروتازہ رہے۔ اور جس کی شگفتگی پر بے رحم زمانہ کا غاصب ہاتھ اثر نکر سکے۔ مہربان باپ نے جب یہ دیکھا کہ ننھا بچہ ہر وقت ملول اور اُداس رہتا ہے اور باوجود ان دلچسپ قدرتی مشاغل کے اُس کا سودا روز بروز بڑہتا جاتا ہے تو میری دلبستگی کے لیئے مختلف قسم کے سامان مہیا کیئے۔ شہر کے بساطیون کی دوکانون سے کتنے ہی رنگ برنگ کے گلدستے اور انواع واقسام کے گلدان منگوا کر میرے کمرے میں جا بجا آویزان کر دیئے۔ میری چھوٹی سی میز کو مختلف قسم کے گل بوٹون سے سجایا۔ میری مان بھی حتی الامکان میری دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرتی تھی۔ کبھی میرے دل بہلاؤ کے لیئے میرے قبا کے دامن پر گلاب کا کوئی خوشنما پھول کاڑہتی کبھی کاغذ کے گل بوٹے تراش کر میرا دل اُنسے لبھاتی۔ مگر مجھکو اُن کی ذرا سی پروا نہ تھی۔ میرے قدرتی شوق کا دائرہ خدا نخواستہ ایسا تنگ اور کوتاہ نہ تھا۔ جنکو چند انسانی صنعت کے تراشے ہوئے مصنوعی پھول اپنے اوچھے دامن میں ڈہک لیتے۔ مجھکو تو کچھ سودا ہی اور تھا۔ پھر بھلا ایسے لوچ ولچر ناچیز مشاغل کا میرے دل پر کب اثر ہو سکتا تھا۔ قطع نظر اسکے مجھکو ابتدا ہی سے تصنع سے نفرت تھی اور میرے دل ودماغ فطرتاً مصنوعی اشیار کی بیرونی نمود اور ظاہری

زرق برق سے سخت متنفر تھے۔ میں تو نیچر کے کسی دلکش، مگر متغل نظارہ کا
ہوا خواہ تھا۔ جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہے۔ بالجملہ اب مجھکو
بقا کے پھولوں کی جستجو تھی۔ مگر ایسے زندۂ جاوید پھولوں کا ایک نافی کیلئے
ہاتھ آنا اور وہ بھی علی الخصوص اس ناپائیدار دنیا میں جو بجائے خود فنا ر
کا مرکز ہے۔ اور جس میں ایک ایک منٹ پر مادی اشیار کی ہئیت اور
ان کے اجزا کی ترکیب و ساخت میں بیشمار تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔
کوئی آسان بات نہ تھی۔ آپ جانئے چھوٹے بچے کا شوق بُرا ہوتا ہے۔
اور پھر اُس پر ناکامی۔ یہ ایک ایسا کلیلا کا نٹا تھا۔ جو ہر وقت نشتر بنکر
میرے جگر میں کھٹکا کرتا۔ اور مجھکو کسی پہلو چین نہ لینے دیتا تھا۔ میں اپنی
کامیابی کے لئے کتنے ہی خیالی منصوبے باندھا کرتا۔ اور میرے ننھے سے
دماغ میں مختلف خیال گونجتے رہتے تھے، مگر بے سود۔ قصہ مختصر کمبخت
شوق کی ناکامی بلائے بے درماں سی بنکر کچھ ایسی پیچھے پڑی کہ تھوڑے سے
ہی دنوں میں چھوٹے بچے کو بستر علالت پر لٹا دیا۔ میرے رخساروں کی
سُرخی جاتی رہی۔ ذرا سا منہ نکل آیا۔ اور اسی غم میں گھل کر تا بوت سے
بدتر ہو گیا۔ میرے والدین نے بیفائدہ میری تسلی اور تشفی کی کوشش
کی۔ نہ کہیں سے مجھکو زندہ جاوید پھول ہاتھ آئے اور نہ میرے قلب
ناشکیب کو تسکین ہوئی۔ میرا سودا نگیا پر نہ گیا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ شام کے وقت اپنی خوابگاہ میں ایک
ہلکی سی سہری پر لیٹا تھا میری دائی آہستہ آہستہ پنکھا جھلتی جاتی تھی قریب ہی

ایک چھوٹی سی میز پر گلاب کے پھولوں کے گلدستے گلدانوں میں رکھے تھے۔
جو اپنی دلاویزی سے ایک برقی کشش کے ساتھ بے اختیار دل کو اپنی طرف
کھینچ رہے تھے۔ مگر میرا دل اب اُنسے بالکل ہٹ گیا تھا۔ کیونکہ مجھ پہ اُن کی
بے ثباتی کی حقیقت پہلے ہی کھل چکی تھی۔ اور ان کے دھوپ میں کملا
جانے والے بشروں سے اُن کی ناپائیداری کا سبق سیکھ چکا تھا۔ مجھکو یقین
ہوگیا تھا۔ کہ رات کا ظاہری حسن محض ایک دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اور کسی
بازیگر کے تماشہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ممکن تہا کہ وہ اپنی خدا داد
خوبصورتی اور پاکیزگی سے کسی اور کم سن بھولے بھالے بچہ یا کسی شوقین
نوجوان کے دل پر جو میری طرح زندہ جاوید پھولوں کا جویا نہ ہوتا۔ تھوڑی
دیر کے لئے اپنا قبضہ کر لیتے مگر میرے دل میں تو اب اُن کی ذرا بھی قدر
و منزلت نہ تھی اور ان کو نہایت تحقیر و حقارت اور حسرت کی نگاہ سے دیکھتا
تھا۔ میں اُن کی بے ثباتی ہستی کا خیال کر کے اُن کی قسمت پر افسوس کر رہا تھا
کہ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ شہر سے کچھ فاصلہ پر کسی پرفضا
وادی کے دامن میں ایک آبشار بڑے دلفریبی کے ساتھ بہ رہا ہے۔ پانی
کی صاف شفاف ہموار سطح پر کتنے ہی کنول کے پھول شگفتہ ہیں۔ جن پر
آفتاب کی ہلکی ہلکی کرنیں بڑی نظر فریبی کے ساتھ اپنی نورانی عکس ڈال
رہی ہیں۔ پھر آنکھ اُٹھا کر غور سے جو دیکھا تو انکی نرم و نازک لچکدار ٹہنیوں
پر کتنے ہی پانی کے سانپ بیٹھے نظر آئے۔ جنگلی پیڑ پر رنگ برنگ کے خوشنما
داغ اور چیتیاں پڑی تھیں اور جو دیکھنے میں بہت ہی بھلے لگتے تھے۔ یہ

خدا کی مخلوق ایسی چھوٹی تھی کہ ایک غار نگاہ اسکو بدقت محسوس کر سکتی تھی۔ آبشار کی ایک جانب تماشائیون کا جم غفیر نظر آتا تھا اور دوسری جانب ایک سہانا خوشگوار کنج آنکھون کے سامنے تھا۔ جس کا نظارہ بے اختیار دل پر سحر و افسون کا کام کر رہا تھا اور جس مین رنگارنگ پھول کھل رہے تھے جن کے تر و تازہ اور شگفتہ چہرے دیکھنے والون کو دور سے اشارے کر رہے تھے کہ اُن کی اچھوتی صباحت اور قدرتی نفاست کو ابھی زمانہ نے ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اور انکا دامن رنگ انقلاب کے بدنما دھبوں سے بے لوث ہے جیسا کسی معصوم بچے کا دل دنیا کی نجاست اور معصیت کے رنگ سے پاک وصاف ہوتا ہے۔ مجھکو ایسے خوبصورت پھول دیکھنے کا اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اُن کی بہار آنکھون کو بہت ہی بھلی لگی اور مجھکو یقین ہو گیا کہ جن پھولون کی مجھ کو تلاش تھی وہ غالباً یہی ہیں مین اُن کی طرف ٹکٹکی باندھے بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔ مگر اُن کا ہاتھ آنا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ وہ مجھسے بہت دور تھے اور بیچ مین پانی کی بڑی حائل تھی۔ اِس چھوٹے سے کنج مین کتنے ہی سبز پوش خضر صورت بزرگوار بھی ٹہل رہے تھے۔ جن کے سرون پر پھولونکی خوشنما کلغیان اور طرے لٹکتے تھے۔ اور جن کے مقدس نورانی چہرے روحانی نیکیون کی صیقل سے مجلّی نظر آتے تھے۔ ان کے مستقیم اور سنجیدہ قدمون کی رفتار اِس بات کی بین دلیل تھی کہ انہون نے اعلیٰ درجہ کی عاقلانہ احتیاط اور صابرانہ استقلال کے ساتھ اِس خطرناک آبشار کو عبور کر کے آپ کو اس کنج تک

امن و حفاظت کے ساتھ پہنچایا ہے۔ اور جواب اپنی پچھلی جانفشانیوں اور عرق ریزیوں کے صلے میں ان نایاب پھولوں کی گلگشت سے متمتع اور بہرہ یاب ہو رہے ہیں۔ میں اس دلچسپ تفریح میں ہمہ تن مصروف تھا کہ یکایک ہوا کے جھونکوں کی سنسناہٹ اور پتوں کی کھڑکھڑاہٹ نے میری محویت کی رُخ کو بدل دیا۔ اور میری نگاہ پھیل کر یک بیک مقابل کی صف پر جا پڑی۔ اب جو دیکھتا ہوں تو تماشائیوں کے مجمع میں سے کتنے ہی خوش رو جوان سطح آب پر تیرتے دکھائی دیئے۔ جن کے نوخیز اور بے ریشے چہروں سے مترشح ہو رہا تھا کہ وہ ابھی دنیا میں داخل ہوئے ہیں۔ اور زمانہ کے نشیب و فراز۔ پست و بلند۔ اوج و حضیض سے بالکل ناآشنا اور نابلد ہیں۔ تقاضائے سن بتا رہا تھا۔ کہ ابھی ان کو دنیا میں طمانیت و فراغت کے ساتھ ایک کامیاب عملی زندگی بسر کرنے کے لئے بیشمار تجارب اور مشاہدات کی ضرورت ہے۔ ان کے دماغوں کے فانوس تعلیم کی برقی روشنی سے تو ضرور مجلّی تھے۔ مگر ابھی اُن پر تجربے نے پاشش نہیں کی۔ اُن کے قدم بعینہٖ زندگی کے دشوار گزار زینے کی خطرناک سیڑھیوں پر تھے۔ جہاں زمانہ کی ٹھوکر اس سے پہلے کتنے ہی غیر محتاط ناعاقبت اندیش عیاش طبع نوجوانوں کو ڈھکیل کر نکبت میں گرا چکی تھی۔ دنیا کی کتنی ہی غیر مفید تفریحیں اور نفسانی خواہشیں اُن کے دامن سے بلائے ناگہانی کے طرح لپٹی تھیں۔ اس وقت اُن پر ایک عجیب محویت کا عالم طاری تھا۔ اور ایک غیر معمولی جوش و خروش کے ساتھ کنول کے

پھول توڑنے کو جو پانی میں شگفتہ تھے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اُن کی نگاہیں
ایسی عمیق اور تیز پرواز تھین۔ جو سطح آب سے گذر کر سامنے والے کنج
تک آب کو امن وعافیت سے پہنچاتین۔ اور اُن خوشنما پھولون کی گل چینی سے
حظ اُٹھاتی تھین۔ حقیقت الامر تو یہ ہے کہ وہ اپنی محویت میں کچھ ایسے
کھوئے گئے تھے کہ اُن کو ان پھولون کا شان وگمان بھی نہ تھا۔ وہ
خضر صورت بزرگوار جو سامنے کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اُن کی قسمت
پر تاسف کرتے ہوئے اُن کو آنے والے خطرہ سے متنبہ کرتے اور باواز
بلند کہتے جاتے تھے کہ خبردار ان پھولوں کو ہاتھ نہ لگانا۔ ان میں سانپ
ہیں۔ مگر ان کے کانون پر جون بھی نہیں رینگتی تھی۔ اور ان کی جانب برابر
بڑھتے جاتے تھے حتیٰ کہ اب بالکل قریب پہنچ گئے۔ اور پھول چننے میں مشغول
ہوگئے۔ ابھی مشکل سے دو چار توڑنے ہونگے۔ کہ سانپوں نے اُن کو کاٹنا
شروع کیا اور اُن کے زہر سے متاثر ہوکر پانی میں غرق ہونے لگے۔
ہرچند ہاتھ پاؤن مارے اُچھلنے کی کوشش کی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا
پانی کی موجین ہمیشہ کے لئے ان کو اپنے آغوش میں لیکر بیٹھ گئیں اور اسطرح
ان کی تقدیروں اور تمام امیدوں پر جو ان پھولون کے ساتھ وابستہ
تھیں۔ پانی پھر گیا۔ ناظرین! میں نے ایسا عبرتناک سین پہلے کبھی نہ دیکھا
تھا۔ ارسے دہشت کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میری آنکھ
یکایک کھل گئی۔ اب جو آنکھیں ملکر دیکھا تو نہ وہ آبشار تھا۔ نہ وہ سہانا منظر
نہ وہ تماشائیوں کا ہجوم۔ نہ وہ وادی۔ میں تھا اور میرا کمرہ۔ میری ڈائری بھی

مجھکو تنہا سوتا چھوڑکر کسی ضرورت سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تہی اب میں تنہائی میں اپنے خواب کی تعبیر پر غور کرنے لگا۔ اور بہت دیر نہ گذری تھی۔ کہ مجھپر اسکی حقیقت کھل گئی۔

وہ آبشار ہمارے زندگی کا سرچشمہ تھا اور پانی کی سطح پر جو کنول کے پہول شگفتہ تھے اور جن پر رنگ برنگ کے سانپ لپٹے تھے وہ دنیا کے کتنے ہی دلچسپ مگر مہلک نظارے تھے۔ جنکا دلکشی سین بہت جلد نوجوانون کو اپنا فریفتہ بناکر شہوت۔ معصیت۔ بدی۔ شرارت۔ اور فسق و فجور کے چاہ ہلاکت میں گرا دیتا ہے۔ وہ خضر صورت بزرگوار جو سامنے والے کنج میں دکھائی دیتے تھے اور جن کے سرون پر پہولوں کی خوشنما کلغیاں اور طرے مزین تھے وہ محب قوم مشاہیر ہیں جنہون نے اعلیٰ درجہ کی اخلاص نفس کشی احتیاط ریاضت۔ غیر معمولی انضباط طبیعت اور پرجوش ہمت کے ساتھ زندگی کے پرخطر مرغزار سے گزری ہوئے قومی اور ملکی خدمات کو بڑی سرگرمی اور جانبازی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ اور جن کے فرق پر اُن کی بیغرضانہ حُب وطنی اور بے لوث جانبازی کے صلے میں بالآخر شہرت عام اور بقائے دوام کے زندہ جاوید پہولون کے تاج رکھے گئے۔

اے میرے بہولے بہالے نوجوانو! اگر تمکو بقا کے پہولون کی جستجو ہے۔ اگر تم جانتے ہو کہ ان روشن دماغ عالی خیال مشاہیر کی طرح زمانہ تمہارے سر پر بھی زندہ جاوید پہولون کے تاج رکھے۔ اگر تمہاری

آرزو ہے کہ تم کو بھی ان بزرگواروں کے پہلو بہ پہلو اس پُر فضا کُنج میں (جس سے میری مراد حیات جاوید ہے) جگہ ملے تو اُٹھو اور دنیائے دنی کے گرویدہ کرنیوالے تعیش خیز نظارون اور شہوت انگیز تفریحوں کو (جو تمہاری ترقی کے جادہ میں سدراہ ہیں۔ اور تم کو فاسقانہ زندگی کے مہلک راستوں پر لیجانے والی ہیں) بالائے طاق رکھکر زندگی کے آبشار کو پامردی اور احتیاط کے ساتھ عبور کرو۔ اگر تم دنیا کی غیر ضروری اور معصیت آمیز دلبستگیوں کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑوگے اور یونہی عیش و نشاط بنے رہو گے۔ تو یاد رکھو کہ تمہارا بھی ویسا ہی ٹریجک انجام ہوگا جیسا کہ اُن بدنصیب نوجوانوں کا ہوا ہے۔ جنھون نے کنول کے پھولون کی ظاہری خوشنمائی پر فریفتہ ہوکر اپنی ہستی بہا جانین بطمعہ امواج فنا کنندہ کر دین اور دائمی اجل لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے گمنامی کے پردہ میں روپوش ہوگئے۔

اے یاران نشاط! یاد رکھو کہ دنیا کا کوئی دلکش سین قابل التفات نہیں اور یہاں کی ساری تفریحین اور مشغلے یہین رہجائیں گے ان چیزوں کو اس زندگی سے بہت کم مناسبت ہے جو ہم کو ایک ایسی روحانی دنیا میں تنہا بسر کرنی پڑیگی۔ جہاں زن و فرزند کی محبت دنیوی عیش و عشرت۔ شان و شوکت اور مال و دولت ان میں سے کوئی بھی کام نہ آئیگا دیکھو ایک نازک خیال شاعر دنیا کی بے ثباتی کے مضمون کو چند دردناک اشعار میں کس خوبی کے ساتھ ادا کرتا ہے ؎

سه اِن بدر شو ز عالمِ فانی — هوسِ دل بدر چه میرانی
ظاهر اگر چه هست نقش بنگار — باطنش جمله هست ویرانی
دیگران آمدند و گذشتند — چند روزے تو نیز مهمانی

(شمر وُر جهان آبادی)

حمدِ باری

عقلِ دقیقہ رس کا دوڑا سمند برسوں | روندا کیا جہان کے پست و بلند برسوں
ڈھونڈھا کیا تجھے میں نزد و دور برسوں | بامِ فلک پہ پھینکی اڑ کر کمند برسوں
تیرا پتہ نہ پایا او لامکاں والے | سارے جہاں میں ڈھونڈھا سارے جہاں والے

بلبل کا ہم نوا بن کر شور [illegible] چمن میں | بیٹھا کیا بہت دن پھولوں کی انجمن میں
خلوت نشیں رہا ہوں [illegible] پیرہن میں | دوڑا کیا میں برسوں اس وادی کہن میں
دنیا کو چھان ڈالا تیرا پتہ نہ پایا | نقشِ قدم کا تیرے جلوہ نظر نہ آیا

اک عمر تک سجدے میں رگڑا کیا جبیں میں | کعبے میں جا کے بیٹھا اکثر حرم نشیں میں
برقِ جمال بنکر دوڑا تہِ زمیں میں | تاروں کی انجمن میں برسوں رہا مکیں میں
لیکن کہیں تجلی تیری نظر نہ آئی | وہم و گماں سے یارب تیری [illegible] پائی

جنگل میں آہ برسوں دھونی رما کے بیٹھا | پربت پہ بن کے جوگی آسن جما کے بیٹھا
صحرا کی وادیوں میں آنکھیں بچھا کے بیٹھا | تیرے لیے جہاں سے میں ہاتھ اٹھا کے بیٹھا
ڈھونڈھا کیا تجھے میں [illegible] برسوں | بیٹھا فقیر ہو کر میں [illegible] برسوں

تیرا نشان لیکن او بے نشاں نہ پایا | [illegible] تیری [illegible] نہ پایا
خلوت نشیں جہاں ہو تو وہ جہاں نہ پایا | [illegible] مکاں نہ پایا
[illegible] | [illegible] ازل کا

پھوڑا کیا بہت دن سر شوق جبہ سائی | لیکن نہ [illegible] تیری ہوئی رسائی
دیر و حرم میں برسوں قسمت آزمائی | [illegible] لیکن تیری نظر نہ آئی

تو جلوہ گر کہاں ہے او دو جہاں کے مالک — شمس و قمر میں کیا ہے او آسماں کے مالک
پھولوں میں آہ کیا ہے موجِ شمیم تیری — یا رب ہے کس چمن میں بادِ نسیم تیری
غنچوں میں کیا ہے بوئے رازِ قدیم تیری — آرامگاہ ہے کیا باغِ نعیم تیری
تو عرش کے فضا میں ہے یا بہشت میں ہے — کعبے میں تجھکو ڈھونڈوں یا تو کنشت میں ہے
کاشی میں کیا ہے تیری تقدیس کا شوالہ — ہر یاگ میں ہے تیرا کیا آہ دھرم سالہ
ناقوس میں ہے کیا تو محو خروش نالہ — ہے آہ دوارکا میں کیا تیرا پاٹ شالہ
توحید کی سنا کر دلکش کہانیوں کو — دیتا کہاں ہے سکشا تو اپنے گیانیوں کو
برسوں سے پھر رہا ہوں میں تیری جستجو میں — کھویا گیا ہوں اکثر میں کوئی آرزو میں
جلوہ فزا ہے کیا تو پھولوں کے رنگ و بو میں — کیا تیرے زمزمے میں بلبل کی گفتگو میں
ہوں محو ذوق تیری وحدت کے راگ کا ہوں — پروانہ آہ تیری الفت کی آگ کا ہوں
حسرت کش تکلم ہوں آہ اک زمانہ — ہے شیخ و برہمن کے لب پر ترا فسانہ
وحدت کا آہ تیری میں بھی سنوں ترانہ — کچھ سوزِ عاشقانہ کچھ سازِ مطربانہ

پردے میں بانسری کی مجھکو صدا سنا دے
بنسی بجانے والے وحدت کا گیت گا دے

زمزمہ توحید

تیری شمیم وحدت ہے ہر کلی میں پنہان
ہر گل میں دیکھتا ہون یارب بہار تیری
گردون پہ زمزمہ میں پرتو سے تیری تابان
آر دون کی روشنی ہے آئینہ دار تیری
ہر شے میں ہے تجلی پروردگار تیری

تو شمع انجمن ہے اس محفل کہن کی
اک بزم ناز تیری ہے تنگنائے ہستی
رونق ہے تیرے دم سے کاشانہ چمن کی
کیا دست کوہ و ہامون کیا شان اوج پستی
قدرت ہر ایک شے سے ہے آشکار تیری

قالب میں روح کو ہے شوق وصال تیرا
سودا ہے جبہ سائی کا تیرے در پہ سر کو
خلوت نشین کہان ہے یارب جمال تیرا
دل کو تیرے تمنا حسرت تیری نظر کو
آنکھوں کو جستجو ہے لیل و نہار تیری

آنکھون کو روز و شب ہے دیر و حرم کا سودا
اور شوق کھو رہا ہے تو ہے نگاہ دلمیں
باغ بہشت کیسا کیسا ارم کا سودا
بے پردہ تو ہے یارب خلوت سرائے دلمین
چھوٹی سی انجمن ہے یہ جان زار تیری

اے صنم حقیقی! اے بیکسوں کے والی!
ہر دکھ کی تو دوا ہے ہر درد کا ہے درمان
پتلا بنا کے مٹی کا تونے جان ڈالی!
بحر کرم کا تیرے یارب! نہیں ہے پایان
بندوں پہ اپنے شفقت ہے بیشمار تیری

وہ دل ہو خون جسمیں تیری نہ آرزو ہو
وہ آنکھ کور ہے جو تیری نہ ہو آشنا
ٹوٹیں وہ پاؤں جنکو تیری نہ جستجو ہو!
پہلو میں دل ہے تیرا حسرت کش تمنا

قالب میں جان مضطر امیدوار تیری

ہر شاخ باروَر کو تو نے فروتنی دی — سبزہ کو دلفریبی پھولوں کو رنگ و بو دی
پروانے کو تپش دی جگنو کو روشنی دی — بخشا صدف کو گوہر گوہر کو آبرو دی

بخشش ہی عام سب پر آمرزگار تیری

مبدأ آفرینش یارب ہے ذات تیری — جلوے سے تیرے قائم ہر شان اوج و پستی
جلوہ گہ ازل ہے یہ کائنات تیری — اے علت علل تو ہر چیز کی ہے ہستی

ہستی مگر ہے سب سے بیگانہ وار تیری

ترانہ وحدت

دل میں آنکھوں میں ترے حسن کی ہے جلوہ گری — یہ وہ شیشے ہیں کہ جن میں مئے وحدت ہے بھری
تو وہ خودبین و خودآرا کہ پس پردۂ ناز — محو آئینہ تمکین ہے تیری عشوہ گری
میں وہ سرگرم تحیر کہ دم آرائش — تک رہی ہے ترا منہ میری پریشان نظری
دین و دنیا کا رہا ہوش نہ میخواروں کو — تیری آنکھوں نے پلائی وہ مئے بیخبری
محفل یار میں دل اور کوئی دم جیتا — ساتھ تو نے نہ دیا آہ چراغ سحری
اشک کہتے ہیں کہ پھیکا ہے ابھی رنگ وفا — المدد المدد اے لخت خون جگری
اسکے کوچہ میں مری خاک کو کرنا برباد — آخری تجھ سے وصیت ہے نسیم سحری
دل بیتاب ہے جولانگہ صد برق تپش — رخصت اے قافلۂ صبر و شکیب جگری
حسن پنہاں ہے چراغ تہ داماں تیرا — برق بے پردہ ہے پردہ میں تری جلوہ گری
یاد کرکے اپنی تجھے کنج قفس میں دم مرگ — جھڑتے جاتے ہیں ہم اے حسرت بال و پری

فتنے ہوتے تھے بپا نہ جہاں میں شب و روز — تیری آنکھوں میں یہ پہلے تو نہ تھی فتنہ گری
اٹھ گیا دامن صحرا سے ترا دیوانہ — سر پٹکتی ہوئی اب پھرتی ہے شوریدہ سری
کوئی دن اور ہی اڑنے کی تمنا صیاد — خاک اڑائیگی کبھی حسرت بے بال و پری
تکتی ہے تیرے تصور میں دم باز پسین — ہائے کس یاس سے منہ سب کا پریشان نظری

اپنے بیمار محبت کی خبر لے اب تو
کہ ہے مہمان کوئی دم کا یہ چراغ سحری

رباعیاتِ سُرور

بت خانہ جدا ہیں، خانقاہیں ہیں جدا — ارباب پرستش کی نگاہیں ہیں جدا
جویا تیرے شیخ و برہمن ہیں دونوں — منزل تیری ایک ہے یہ راہیں ہیں جدا

آغاز ہے کچھ ترا نہ انجام ترا — بندوں پہ ہمیشہ لطف ہے عام ترا
مندر میں ہے پر خدا ہے تو مسجد میں — جپتے ہیں شیخ و برہمن نام ترا

کلیوں نے جو گلوں کو دیکھا چن چن کر — کلیوں نے کہا یہ منہ سے سر کو دھن کر
کل آہ یہی ہمارا ہوگا انجام — رویا کیا میں بہت صدا یہ سن کر

یا رب ہے یہ دفن کس کی میت دل میں — سر پیٹ کے رو رہی ہے حسرت دل میں
بانی ہوئی آہ سب ہے یہ نازوں کی پری — اے یاس بیکسی کی تربت دل میں

دیگر

شیشوں میں جھلکتی ہے مئے ناب نظر   یوں آگئے شریک بزم احباب نظر
بے نور نگاہ دیدۂ شوق ادیب   آنکھوں سے لگائیں کیوں نہ ارباب نظر

اُتری ہے فصاحت کی پری شیشوں میں   یا نطق کی ہے جلوہ گری شیشوں میں
اوراق ادیب میں ہیں اشعار سرور   یا ہے مئے لالہ گوں بھری شیشوں میں

اے محو نشاط سونے والو اُٹھو   سرمایۂ عمر کھونے والو اُٹھو
آتی ہے وہ قافلے سے آواز جرس   نکلا خورشید سونے والو اُٹھو

تلاش حقیقت

ماریاسمین

آہ! کلیجے سے لگا لوں تجھکو ماریاسمین   ہیں کسی گیسو کے خم تجھ میں کسی ابرو کی چین
یہ قیامت کی شکن اور یہ بلا کے پیچ و خم   آہ! کس کافر ادا کی تو ہے زلف عنبرین
ہے تیری حسن سپر سے دل کو دلبستگی   قیس ہوں مجنوں آہ! تو ہی لیلیٰ محمل نشیں
آہ! ظالم الف رے تیری گرمی جانسوز حسن   دل کو پھونکے دیتی ہے تیری نگاہ آتشیں

مجھکو وہ لذت ہی ملتی آہ! تیرے زہر میں — میں سمجھتا ہون کہ ہی تیری زبان میں [illegible]
شب کو باہمی سے دلہن بنا رکھتا ہون ہی تو — بال کھولے گھر سے نکلے جیسے کوئی [illegible]
گرمیوں میں جیسے مخمل پہ حسینوں کو پسینہ — ڈھونڈھتا پھرتا ہی [illegible]
پھن اٹھا کر آہ! بستی میں وہ لہراتا تیرا — جیسے [illegible]
سبزہ زار و نمیں ہی شب کو اک عروس بے نقاب — دیکھو [illegible] میں ہی تو [illegible]
افسون گر! آہ! ہوا ہون میں کشتۂ زلف دراز — مجھکو [illegible] تیرے [illegible]
تجھسے میری گیسو والے کی ملتی ہی ادا — میری نظروں میں [illegible]

او ستمگر! آہ! کب کالا سمجھتا ہون تجھے
میں تو اپنا گیسوؤن والا سمجھتا ہون تجھے

طول شبہائے جدائی تو ہی یا زلف دراز — تجھکو ظالم! اپنے [illegible] کی [illegible] پر ہی ناز
اک ادائے عشق بھی مضمر ہے تیرے حسن میں — تو وہ تیر نگہ افسون ہی آہ! او عشوہ طراز
مہوشون کی شام خلوت میں ہی تو زلف سیاہ — اور شب غم میں ہی دو دونا لہائے جانگداز
کردیئے گل آہ! کتنے قلب سوزان کے چراغ — تیرے ان آنکھوں نے کئے کیا [illegible]
ڈسنے والے کیون نہ جی اٹھیں تیری آواز میں — ہین کی نغمون کی ہی ظالم [illegible]
یاد نہیں پڑتا جو میرے بنکے تو زنجیر عشق — اپنی زلفوں سے [illegible]
جب نظر آئے کسی گیسو میں تیرے پیچ و خم — تجھ سے ظالم [illegible]
[illegible] زلف ہاتھوں پر کھلاؤن آ! تجھے — [illegible] نہیں ہون شیوۂ رسم وفا [illegible]
میری نظروں میں دونوں مار و گیسو آہ! ایک — [illegible] آہ! مجھکو [illegible]
ٹوٹ بھی جا! اے طلسم دام ہستی ٹوٹ جا — [illegible] اے [illegible] مجاز

دوست دشمن میں رہا باقی نہ تھا مجھ کو تمیز　　کھینچدے تصویر یکرنگی دل آئینہ ساز

میں سمجھتا تا کسی کافر کی زلف عنبریں
آستین میں اپنی پالوں آہ! ماریا سیں

وقت اجل

ہمکو ہے معلوم آئیگی چمن میں کب خزاں　　پھول مرجھائیں گے کب اور کب جھڑینگی پتیاں
ہیں فضائے عرش پر تارے سحر تک مہماں　　اے اجل! لیکن ہے سربستہ ترا انداز نہاں

کاہشیں دن بھر جو سہتی ہیں دل ناکام کو　　لطف صحبت دوستوں میں پاتے ہیں شام کو
لیتے ہیں بستر پہ شب کو خواب راحت کے مزے　　کچھ ادائے فرض طاعت کچھ عبادت کے مزے
نہیں پابندی صبح و مسا تیرے لئے　　کوئی ساعت ہو برابر ہو قضا! تیرے لئے

ہمکو ہے معلوم ہوگا بدر کامل کب ہلال　　سبز ہونگے کب چمن کب طائران خوش مقال
اور یہ بھی جانتے ہیں اک مقرر وقت پر　　سبز کھیتوں کو بنائیگی خزاں مثل زر
تیرے آنے کا کریں لیکن اجل کب انتظار
کوئی موسم ہو کوئی دن ہو کہاں تجھکو قرار
کیا وہ موسم تیرے آنے کا ہے مرگ ناگہاں!　　کرتی ہے باد صبا پھولوں سے جب سرگوشیاں
یا وہ دن ہیں غنچہ ہا کر جب گلستاں میں گلاب　　زرد پڑ جاتا ہے مانند شعاع آفتاب

تیرا اسکندر روان قلزم میں بھی آفتہ کوش　　تو وہاں بھی ہے جہاں مہ جبین ہیں سرگرم خروش
تو ہوا میں بھی صدائے نغمہ شیرین میں ہے　　اک ادائے جان ستان ظالم! ترے تمکین میں ہے
ترے جولانگاہ ہیں کاشانہ امن و امان　　اے اجل تو ساتھ ہی ہم آہ اپنے ہیں جہان

تیرا قبضہ ہے وہاں بھی آہ اے بیداد گر!　　بیٹھ کر دو دوست ملتے ہیں جہاں زیر شجر
شعلہ افگن تیغ ہے تیرے صفوف جنگ میں
اے اجل! تیرے تجلی سے غرض ہر رنگ میں

موت کی گھڑی

موسم خاص میں ہوتے ہیں شجر برگ فشان
پھول مرجھاتے ہیں جب باغ میں آتی ہے خزان
صبح ہوتی ہے تو ہوتے ہیں تارے پنہان
لیکن اے موت مقرر ہے تیرا وقت کہان

دن کو ہوتا ہے غم دہر سے ہر اک کو کام
دوست ملجائیں بہم آتی ہے اسواسطے شام
رات ہوتی ہے کہ ہو سب کو میسر آرام
لیکن اے موت تیرے آنے کے ہیں وقت تمام

ہمکو معلوم ہے کب بدر کو ہوتا ہے ہلال
اڑ کے کب جائیں گے مرغان ہوا سوئے شمال

کب خزان آ کے گلستان کو کریگی پامال
کون بتلائے کہ کب کیجئے تیرا استقبال

کیا وہ موسم ہے تیرا جب کہ بہار آئی ہے
اور صبا حسن گل تر کو نکھار آتی ہے

یا خزان باغ میں جب لیکے غبار آتی ہے
نہیں ہر وقت تو کرنے کو شکار آتی ہے

تو وہان بھی ہے جہان ملتے ہیں دو سینہ فگار
دکھڑے رونے کیلئے بیٹھ کے زیر اشجار

تو وہان بھی ہے جہان ملتی ہیں فوجین خونخوار
اور دکھاتی ہے جہان رزم میں جوہر تلوار

بحر و بر سب کو ہے منظور اطاعت تیری
کر رہی کام ہوا میں بھی ہے طاقت تیری

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت تیری
ہم جہان جائیں نظر آتی ہے صورت تیری

مزار دوست

قبر پر الحمد پڑھکے دوست سے میں نے کہا — ہم گریبان چاک تم ہیں تیرے لئے لاچار ہیں
شاد ہے کیجیو تو بھی زیر خاک اے نازک بدن — شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنیکے بعد اسے راز ملک عدم — لوگ کیسے ہیں وہا نکے اور کیا اطوار ہیں

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے — راہ میں کچھ بستیاں ہیں یا شہر ہیں بازار ہیں
جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگیں ادا — کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں
اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے — خوش بیاں ہیں خوش وضع ہیں کج ہیں یا بدگفتار ہیں
بات کرنے کی صدا اصلاً کسی کی آتی نہیں — کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ — ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
پھول کیسے باغ کیسا عقل تیری ہے کہاں — کنج تنہائی ہے اور ذمی گلے کے ہار ہیں
کیا نہیں وہ پیکر نازک ہمارا یاد ہو — آج خاک قبر سے اس پر مٹی کے ہار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں بس گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

کارزار ہستی

ارض و سما ہیں نور کے سانچے میں ڈھل گئے — سو کر اٹھو کہ غیر ہیں آگے نکل گئے
پیار آئینہ حریف پہن کر سنبھل گئے — شیروں کے رزمگاہ میں تیور بدل گئے

تم بھی دکھاؤ جوہر پیکار رزم میں
مردانہ وار بڑھ کے کرو وار رزم میں

شاکر کشوروں کی صف میں تمہارا ہے انتظار — سینہ سپر ہو بڑھ کے کہ ہے وقت کارزار
میداں کے دھنی ہو جوانو تم ہو ہونہار — آگے تمہارے کس کی ہے جو ہو کوئی گیر و دار

سو کر اٹھو کہ قافلے والے نکل گئے
آگے بہت ہی تم سے رسانے نکل گئے

اُٹھ کر ذرا زمانے کی دیکھو روش ہے کیا — قوموں میں جد و جہد کی داد و دہش ہے کیا
آئندہ و گذشتہ کی دل میں خلش ہے کیا — چھوڑو خیال خام کہ یہ چپقلش ہے کیا

کر لو! وہ آج جو تمہیں کرنا ہے دوستو
ڈوبی ہوئی ہے قوم اُبھرنا ہے دوستو

اُٹھ کر ہوائی قلعہ مسخر کرو کوئی — دشمن پہ وار رزم میں بڑھ کر کرو کوئی
میدان کارزار و دغا سر کرو کوئی — قومی نشان بلند فلک پر کرو کوئی

اُٹھو! کہ کل کا دیکھ رہے ہو یہ خواب کیا
غفلت کی ہے پڑی ہوئی منہ پر نقاب کیا

دنیا کی رزمگاہ میں شہرت کا کارزار — افسانہ اکابر عالم ہے یادگار
ہمت کرو بلند کہ ہو عزت و وقار — کوشش کرو کہ کل کا ہے کیا نا کل اعتبار

اونچا ہوا میں سب سے پھریرا اُڑا کرے
بلاد میں بنگلے قوم کا جھنڈا اُڑا کرے

آلات حرب آج تمہارے ہیں تند و تیز — اور گرم پہلے سے بھی ہے ہنگامہ ستیز
رن میں بڑھو! بڑھو! کہ نہیں موقع گریز — کل تم کہاں ہو ورنہ کہاں تیغ شعلہ ریز

یہ دور امن ہے یہ ترقی کا دور ہے
دنیا کا رنگ اور تھا پہلے اب اور ہے

گذرے ہوئے زمانے کے چھوڑو خیال کو — توڑو طلسم یاد نشاط ملال کو
چمکاؤ آسمان پہ قومی ہلال کو — دلق کہن پنہاؤ نہ لیلائے "حال" کو

عہد کہن کا دفتر پارینہ مُردہ ہے

تلوار تفنگ بھی دو کہ یہ زنگ خوردہ ہے

یہ شاہ چار وقت میں بے اختیار کیا ‏ ‏ تم پیچھے پھر کے دیکھتے ہو بار بار کیا
سو کر اٹھو گے خواب سے روز شمار کیا ‏ ‏ نیند دن کا آئیگا نہ تمہارے قرار کیا

چونکو شتاب اب نہیں موقع درنگ کا
سیکھو ہنر تو اب تو بشر نیا نہ جنگ کا

دن چڑھ گیا ہے ذرا آنکھیں تو کھولو اٹھو ‏ ‏ آواز آ رہی ہے بگل کی سنو سنو
لو آ گیا غنیم وہ سر پر تم کہاں ہو ‏ ‏ دشمن لگا رہا ہے نشانہ بچو بچو

تیار جلد تیز کرو وقت کار ہے
ہستی کا گرم معرکہ کارزار ہے

جب شام عمر ہوگئی سو کر اٹھے تو کیا ‏ ‏ دوی وقار ہاتھ سے کھو کر اٹھے تو کیا
بیٹا و غم انیس پڑے ہو کر اٹھے تو کیا ‏ ‏ بستر سے شرمسار جو ہو کر اٹھے تو کیا

جب آگیا شام اجل سر پہ فائدہ
کھولی جو آنکھ شیب میں بستر پہ فائدہ

غزل

لب ہمارا مزہ دے رہی ہے گو تیری ‏ ‏ لبوں سے گھولتی ہے قند گفتگو تیری
[illegible] کے دل درد مند کو میرے ‏ ‏ کراہتی رہتی ہے بید رو آرزو تیری
[illegible] زبان کو بگاڑا رقیب بد خو نے ‏ ‏ کہ بات بات پہ گالی تو تھی نہ خو تیری
[illegible] رہا ہے حنا کون تیرے ہاتھوں میں ‏ ‏ رلا رہی ہے مجھے خون آرزو تیری

ترے سکوت نہاں بھی اک ادائے تکلم ہے — کہ جیسے ہوتی ہے مجھ سے ہی گفتگو تیری
نہ چوک کر دل بیتاب کو میرے ظالم — تجھے قسم ہے کہیں سو رہے آرزو تیری
کبھی ہے قصد حرم کا کبھی ہے عزم کنشت — کشاں کشاں لئے پھرتی ہے جستجو تیری

فلک اخضری ہے جام میرا

لگاؤں گا نہ تجھے منہ میں او مے انگور — کہ تو ہے مایۂ فسق و فجور و عجب و غرور
میں وہ نہیں کہ ترا جام پی کے ہوں بدمست — وہ بادہ کش ہوں کہ کہتے ہیں مجھ کو مست الست
مری شراب ہے تجھ سے کہیں مصفا تر — لطیف و خوش مزہ و خوشگوار و زیبا تر
تری شراب سے پرہیزگار ہوں ساقی — کہ مست بادۂ جوش بہار ہوں ساقی
وہ رند ہوں کہ خم آسمان ہے جام مرا — بلند صوفی و واعظ سے ہے مقام مرا
ایاغ ساقی گردوں جو میرا بھرتا ہے — دماغ عالم بالا کی سیر کرتا ہے
ہوں مست نشہ جام مناظر قدرت — غضب کے ہوش ربا ہیں مناظر قدرت
پہاڑیوں کی فضائیں ہیں خوشگوار عجب — رواں ہیں کوہ کے دامن میں آبشار عجب
مقام یہ نہیں دیکھے ہیں خشک تر تو نے — کیا نہیں ابھی کہسار کا سفر تو نے
یہ دلفریب مقامات چل دکھاؤں — پہاڑیوں کی ہوائے خنک کھلاؤں

بہیں گے مل کے مے آفتاب چل تو سہی
عجب بہار ہے گلگشت کو نکل تو سہی

نثار میں ترے او کردگار قدرت کے — کہ چپے چپے پہ جلوے ہیں تیری صنعت کے
ازل سے صانع ارض و سما ہے ذات تیری — دلیل ہے تری ہستی کی کائنات تیری

کہاں تھا میں مری قسمت مجھے کہاں لائی ‌ ‌ عدم سے جانب ہستی کشاں کشاں لائی
گراں ہے ہجر ترا جان ناشکیبا کو ‌ ‌ تلاش ہے ترے جلوے کی چشم بینا کو
کرے نہ روح مری کیوں تری طرف پرواز ‌ ‌ کہ زیست ہے تیری قربت میں تفرقہ انداز

میں کاش عمر رواں! تجھکو چھوڑ کر بھاگوں
طلسم خانہ ہستی کو توڑ کر بھاگوں

لیکن جو روح سے خالی مکان دیکھتے ہیں ‌ ‌ تو سر اُٹھا کے سوئے آسمان دیکھتے ہیں
کوئی عقاب کی جنگل میں جیسے ہو کودک ‌ ‌ نگاہ یاس سے ماں دیکھتی ہو سوئے فلک

نجات دے مجھے اِن شورشوں سے تو یارب
کہ مجھکو ہے تیرے جلوے کی جستجو یارب

پریاگ کا سنگم

جب صانع ازل نے صورت تری بنائی ‌ ‌ ہونٹوں کو جاں ہی دی آنکھوں کو جانفزائی
خاکہ بنا کے کھینچا یوں نقش ناز تیرا ‌ ‌ بول اُٹھی جبیں یوں گی دل، شان دلربائی
بخشی تیری زباں کو، لعل شکر فشاں کو ‌ ‌ کچھ شہد کی حلاوت کچھ قند کی مٹھائی
نقشہ بنا کے تیرا صناع دو جہان نے ‌ ‌ تصویر تیری چومی اور آنکھوں سے لگائی
خلوت سے بن کے دلہن نکلی حیا جو تیری ‌ ‌ آب رواں کی چادر ہلکی سی اک اُڑھائی
جلوے نے تیرے مجھکو بے خود کیا کچھ ایسا ‌ ‌ حیرت تجھے دکھانے آئینہ لیکے آئی
حسن ازل نے جسکو پایا نہ تیرے قابل ‌ ‌ حصے میں سروشوں کے آئی وہ خود نمائی
گنگا بڑھی اِدھر سے جمنا بڑھی اُدھر سے ‌ ‌ اجزائے حسن نے یوں ترکیب مل کے پائی

وابستہ ہوگئے دو دامان دلفریبی
دونی نہ آہ کیونکر ہو شان دلفریبی

دلکش عجیب سنگم ہے اتصال تیرا
سینے میں موجزن ہے شوق وصال تیرا

آنکھوں میں پھر رہی ہے تصویر حسن تیری
بے چین کر رہا ہے دل کو خیال تیرا

صورت سے آہ تیری تمثال دلفریبی
ہر نقش دلنشیں ہے نقش جمال تیرا

تیری تجلیاں ہیں آئینہ دار تمکین
جلوہ فروش ہے یہ غنج و دلال تیرا

اک اک ادا سے دلکش ہے بے بہا تیری
ایک ایک ناز دلجو ہے بے مثال تیرا

الفت تری دلوں میں سودا ترا سروں میں
ہے آہ اک زمانہ شوریدہ حال تیرا

موجوں میں آہ تیری ہے شان کجکلاہی
بل ہے غرور تیرا اُف رے جلال تیرا

پانی میں آہ تیرے ہے زیست کی حلاوت
شیریں ہے انگبیں سے آب زلال تیرا

امرت برس رہا ہے یعنی تری زباں سے
موتی ٹپک رہے ہیں لعل گہرفشاں سے

آنکھوں کو ہے یہ حسرت اُف ری تری ادائیں
لوٹیں تری بہاریں دیکھیں تری فضائیں

ساحل پہ آہ تیرے میں محو بیخودی ہوں
اور لے رہی ہوں تیری موجیں مری بلائیں

گردوں پہ روشنی ہو تاروں کی ہلکی ہلکی
شمعیں سحر کو جیسے محفل میں جھلملائیں

کرنیں گرا رہا ہو چاند اجلی اجلی
پانی میں جیسے شب کو پریاں نہانے آئیں

لب پر نہ ہو کسی کے شوری کہاں کا
مرغان خوشنوا کی خاموش ہوں صدائیں

عالم سکوت شب کا چھایا ہوا ہو ہر سو
اور چل رہی ہوں یعنی خنک ہوائیں

خلد بریں سے لیکر پھولوں کا آہ زیور
دلہن تجھے بنانے کو آئیں اپسرائیں

آواز ہو سُریلی اور انکھڑیان نشیلی   دھیمے سُرون میں تیری عظمت کے گیت گائیں
میں کاش چاندنی میں دیکھون بہار تیری
دلکش عجب ادا ہے اے رود بار تیری

ہے دلفریب سنگم تیرا عجیب منظر   دو بہنین رو رہی ہیں رونا خوشی کا مل کر
جمنا کے ہیں گلے میں گنگا کی آہ بانہیں   گنگا سے رو رہی ہے جمنا لپٹ لپٹ کر
یہ ہمکنار اُس سے وہ اس سے ہم بغل ہے   دونون نثار کرتی ہیں آنسوؤن کے گوہر
بچھڑی ہوئیں تھیں کب کی کیا جانیں دونو بہنین   آنسو نہیں جو تھمتے ہیں جوش غم سے دم بھر
رہنے دے انکو یکجا۔ دونون ہیں بہنین بہنین   اِن کو جدا نکرنا اے چرخ تفرقہ گر
ان کے ملاپ میں ہی اک اتحاد دلکش   اور اتحاد میں اک شان وفا ہے مضمر
شان وفا میں ہے اک انداز دلفریبی   دامان حسن ہیں جو پھیلے ہوئے زمین پر
ہمدوش ہو رہی ہیں جیسے یہ دونون ندیان   یارب ہو وصل تیرا یونہیں مجھے میسر
پردہ دوئی کا یعنی اُٹھ جائے درمیان سے
تیرے لئے ہون میں بیگانہ اک جہان سے

مظاہر قدرت

لالۂ صحرا

پسند لالۂ صحرا! تیری فضا ہے مجھے
چمن کے پھولوں سے دلکش تیری ادا ہی مجھے
بہشت خانہ تیرا کنج خوشنما ہے مجھے
جنون میں تیرا نظارہ سکون فزا ہی مجھے
گلوں سے ہے مجھے تیرے جگر کا داغ پسند
وہ رند ہوں کہ ہے تیرا مجھے ایاغ پسند

مئے نشاط کا تیرے سرور ہی دل میں
تیری شراب جھلکتی ہی آنکھ کے تل میں
گلوں کا عکس شفق گوں ہی تیری منزل میں
شراب سرخ کے شیشے ہیں تیری محفل میں
عجب بہار ہے رنگ جمالیوں میں تیری
جھلکتی ہے مئے احمر پیالیوں میں تیری

مجھے بھی بھر کے کوئی جام خوشگوار پلا
جنون کا جوش ہی سر میں مئے بہار پلا
تیری شراب کا ہوں رند بادہ خوار پلا
ہزار جام پلا اور ہزار بار پلا
پلا وہ مئے کہ خمار وطن نہ ہو جسمیں
پلا وہ پھول کہ خار وطن نہ ہو جسمیں

فریب خوردہ بزم نشاط دنیا ہوں
میں انجمن میں صدائے شکست مینا ہوں
نہ پوچھ ساقیِ صحرا! کہ کون ہوں کیا ہوں
شہید ناوک بے مہریِ احبا ہوں

سرشک خون سے ہے غربت میں گلگون یہ رخ
لہو بھرا کسی گل کا ہو جیسے دامان سرخ

فلک نے مجھکو دکھائے ہیں سبز باغ بہت
مئے نشاط کے چھلکائے ہیں ایاغ بہت
گئے ہیں بزم تمنا کے گل چراغ بہت
دیئے ہیں اہل وطن نے جگر پہ داغ بہت
کہان کہان سے دکھاؤن میں آہ! داغ تجھے
جلا نہ دین میرے دلسوز! یہ چراغ تجھے

سناؤن کیا تجھے غربت میں روئداد وطن
میں بدنصیب وطن ہون میں نامراد وطن
ستم رسیدہ ہون کیسا خیال یاد وطن
سواد گور نگاہون میں ہے سواد وطن
دل فسردہ ہون، پہلوئے داغ خوردہ ہون
صبا بجھائیگی کیا! میں چراغ مردہ ہون

خیال صحبت احباب کیا! وہ دل ہی نہیں
جگر میں وہ تپش شوق متصل ہی نہیں
وہ آگ تھی جو کلیجے میں مشتعل ہی نہیں
وطن کی خاک کا سودا [illegible] گل ہی نہیں
[illegible]
میرے ندیم! نہ کر مجھسے گفتگوئے وطن

تو ذرا سی رہنے کو دے کنج دلنشین میں جگہ
مجھے بھی تھوڑی سی صحرا کی سرزمین میں جگہ
شرار غم ہون۔ دل داغ آفرین میں جگہ
ملے اگر تیرے آغوش نازنین میں جگہ
دکھاؤن اپنے وطن کی بہار باغ تجھے
تپ درون کے پھپھولے جگر کے داغ تجھے

جمنا جی

دھیمی دھیمی بہنے والی ایک نہر دلنشین — آ بجو چھوٹی سی اک نازک خرام و نازنین
تشنگی شوق گنگا میں بجھانے کے لئے — جا رہی ہے اپنی ہستی کو مٹانے کے لئے
یہ وہ جمنا ہے کہ دلکش جسکا ہے انداز حسن — دیکھتے ہیں آہ عاشق جسکا خواب ناز حسن
یہ وہ جمنا ہے کہ گاتے ہیں سخنور جسکے گیت — مطربان خوش گلو کی ہیں زبان پر جسکے گیت

یہ وہ جمنا ہے جہان سے لیکے خلوت کے مزے — لوٹے ہیں عشاق نے برسوں محبت کے مزے
چاہنے والوں نے لپٹا کر حسینوں کے لئے — ہیں لب ساحل پہ بوسے نازنینوں کے لئے
یہ وہ جمنا ہے کہ رادھا سی حسیں نے مدتون — برج کی اک پاکدامن نازنین نے مدتون
بنسی والے کی جدائی میں اُڑا کر سر پر خاک — اپنے اشکون سے کیا ہے دامن ساحل کو پاک
یہ وہ جمنا ہے جہان ایک بادشہ پردہ نشین — آگرہ میں محو آسائش ہے جو زیر زمین
رخ سے آہستہ الٹ کر چادر آب روان — دیکھتی تھی مسکرا کر منظر آب روان

آہ! اے نہر لطافت آہ! اے بحر جمال — دلنشین ہے ہو بہو لیکن ابتک ترا نقش خیال
گرچہ تجھ میں اب نہیں وہ جلوۂ شان کہن — وہ حسین تو ہے کہ اے شمع شبستان کہن
حسن فطرت میں ہے تیرے اب بھی اک دلکش ادا — تیرے کھلائے ہوئے پھولوں میں ہے بوئے وفا

تو وہ دریائے مقدس ہے کہ ہے جسکا آب پاک — تیرا دامن اب بھی ہے آلائش انسان سے پاک

تیری شوکت کے ہیں شاہد اے وفادار کہن　　تیرے برجوں اور تیرے قلعوں کے آثار کہن
تیری ساحل سے ٹپکتی اب بھی ہی شان بلند　　آسمان فرسا ہیں اب بھی تیرے ایوان بلند
تیری فرسودہ نشان ہیں نقش ناز حسن و عشق　　تیرے موجون میں نہان ہی آہ راز حسن و عشق

آہ! اور نگین ادا! او! دل والی نازنین　　اُو! دو عالم کے حسینوں سے نرالی نازنین
یاد آیا میکو دلکش تھے تیرے نقش و نگار　　دل مراد و بکے تھے۔ اور جوش جوانی کا ابھار
چڑھ کے جب مینار پر اک لعبت ناز آفرین　　دیکھتی تہی تیرے موجونکی ادائے دلنشین
وہ کف سیلاب۔ وہ شوریدہ تلاطم ہائے ہائے　　تیرے موجون کا وہ انداز تبسم ہائے ہائے

وہ یہی دہیمی وہ تیری رفتار بل کھاتے ہوئی　　وہ قطر چھیتی ہوئی چیتون وہ شرمائی ہوئی
وہ حسینون سے نرالی تیرے البیلی روش　　دل بہا دو کر نیوالی تیرے البیلی روش
وہ سریلی نغمۂ جوش تلاطم کی صدا　　آہ! وہ دلکش تیرے ساز ترنم کی صدا
نرج کی او پاکدامن او مقدس نازنین　　نقش ہے دل پر تیرے اک اک ادائے دلنشین

اب کہان جمنا! تیرے موجونکی وہ مستانہ چال　　اب کہان پانی کے جھرنے اور وہ لطف شرشرِ ال
اب کہان چہوٹا سا وہ راد ہا کا کنج خوشگوار　　اب کہان وہ آہ! متہرا! تیرے پہولونکی بہار
اب کہان وہ ہنسی والے کی ادائے جان نواز　　اب کہان وہ آہ! مرلی کی صدائے جان نواز
اب کہان وہ خلوت راز و نیاز حسن و عشق　　بے صدا زیر زمین ہے آہ! ساز حسن و عشق

وہ محبت وہ نشاطِ عیش۔ وہ اندازِ حسن
آہ! وہ سرمایۂ نازِ تعلّیِ سازِ حسن
وہ تیرے شیریں ترانوں کی صدائے بازگشت
اب بھی ہے لذت فزا تیری نوائے بازگشت
تیرے دل میں اب بھی ہے سوزِ محبت ہے وہی
آبِ شیریں میں تیری جمنا! حلاوت ہے وہی

او تلوّن کیش! او کافر ادا! او دو شعار
تو نے بدلے رنگ لاکھوں آہ! او ضعِ روزگار
اک طلسمِ حیرت افزا ہے تیرے بزمِ نشاط
اک خیالِ روح فرسا ہے تیرے بزمِ نشاط
خاک اُٹھکر آہ! سر بر دامنِ ساحل اُڑا
ٹکڑے ٹکڑے کر جگر کو پارہ ہائے دل اُڑا
سوزشِ غم سے پگھل جا آہ! اے ریگِ رواں
ذرے ذرے میں تیرے تصویرِ عبرت ہے نہاں
اب کہاں وہ کنجِ دلکش اب کہاں وہ کاخِ عیش
ہے بہ رنگِ خندۂ گل بے بقا دنیا کا عیش

اے خوشا قسمت تیری جمنا! خوشا! تیرے نصیب
واہ! وا! تیرا مقدر۔ واہ وا! تیرے نصیب
تو نے دیکھی ہے بہت دن مرلی والے کی ادا
دونوں عالم کے حسینوں سے نرالے کی ادا
اور سنی نسبی کی ہے برسوں نغمۂ دل نواز
داستانِ دردِ دل۔ افسانۂ سوز و گداز
محشرستانِ الم! کمبخت ہو کر دل کو چاک
چیر پہلو کو کہ نکلیں نالہائے دردناک
ترجمانِ عشق رادھا ہیں کنہیا کو سنا
نالہائے ناشکیبا ہیں۔ کنہیا کو سنا

سونے مستقرا آہ! سہیل میرے نالوں کیلئے
ارمغانِ عشق رادھا۔ برج والوں کیلئے
تیرے دامن کے مگر نغمے ہیں جہاں گونج جاگئے
سر کو ہیں دیوارِ قصرِ شہ سے ٹکرایا کئے
رو کے کہتا مرلی والے سے میری سر کی قسم
تیرے غم میں اب بھی رادھا آہ ہے تصویرِ غم

تا کجا! یہ سرگذشت داستان درد و غم	چھیڑ! اے جمنا! کوئے تازہ بیان درد و غم
ہو نہ لیکن آہ! تیرا شور ماتم دلخراش	تیرے نالوں کی صدا یعنی ہو کم کم دلخراش
اے لب ساحل! سنا سکتی تو ہی عصمت کا بیان	پردۂ افسانہ میں سوز محبت کا بیان
تیرے پہلو میں ہے یہ کس حور وش کی یادگار	جس سے راتوں کو اٹھا کرتے ہیں آہیں ہو کے زار

آہ! افسردہ نشان عصمت جان باز تو	کس پری پیکر کا ہے نقش وفائے ناز تو
ہے تیری تعمیر میں مضمر وہی شان وفا	تیری ہر خشت کہن ہے جوہر کان وفا
غل نہ کر، آہستہ آہستہ ہو اے جمنا! رواں	تاج عصمت کا یہاں ہے اک در یکتا نہاں

آہ! جمنا! اب بھی میدانوں میں ہنستی کھیلتی	بہ رہی ہے تو بیابانوں میں ہنستی کھیلتی
تیرے موجوں میں وہی اب تک ہے متوالی ادا	تجھ میں ہے وہ دلکشی او گیسوؤں والی ادا
تیرے ساحل پر اچھلتا جیسے آہو ہو کوئی	محو رقص ناز یا طاؤس دلجو ہو کوئی

اے زہی! شوکت تیرے جمنا! زہی! اعزاز و شان	تجھ پہ لہرایا کیا اسلام کا صدیوں نشان
تیرے دل میں آہ! اب بھی ہے قیامت کی تپش	تیرے پہلو میں ہے اب بھی خار حسرت کی خلش
حسرتیں ہیں سینکڑوں تیرے دل مایوس میں	گوش بر آواز ہے ذوق سماع کوس میں
ہائے! وہ تیر و تفنگ۔ اور وہ سنگینوں کی شان	ترچھے بانکے وہ جوان۔ وہ چار آئینوں کی شان

بے صدا زیر زمیں ہے۔ بزم شاہان غیور	آہ! جمنا! تجھ میں لیکن ہے وہی شان غرور

آہ او شکوہ طراز دست بیداد اجل — رونہ خون آرزو ۔ اے! محو فریاد اجل
آہ! اس دار فنا میں ہی بقا کس کے لیئے — چھوڑنے والا ہی شاہین قضا کس کے لیئے

آہ! اُس خواب شبانہ کا ہی مجھکو انتظار — اُس سرود عاشقانہ کا ہی مجھکو انتظار
تیری اک اک موج تہی جب آہ! طوفان کوش شوق — حلقہ گرداب تہا جب اک آغوش شوق
جب کسی کے گیسوئے پرخم کی سودائی تہی تو — اور لب ساحل پر روضہ کی تماشائی تہی تو
آہ! جمنا! تجھکو دور باستانی کی قسم — شوکت دیرینہ صاحبقرانی کی قسم
کیا ہونگے تجھکو وہ دلکش مناظر پھر نصیب — عظمت اسلام کے اگلے مظاہر پھر نصیب
ہو کے مضطر آہ! جوش اضطراب دل سے کیا — یونہیں ٹکرایا کریگی سر کو تو ساحل سے کیا

کون یہ پردہ نشین ہی تیرے دامن میں نہان — کسکا چہرہ ہی نقاب لطف پرفن میں نہان
تیرے موجوں میں ہی یہ کس کی صدائے دلفریب — گا رہی ہی کون یہ غارتگر صبر و شکیب
خانہ دل میں ہی تیرے کون محو رقص ناز — آرہی ہی کس کی چہاگل کی صدائے جان نواز
وہ سمن اندام ہی یہ شاہد پردہ نشین — جس کے پہولوں میں ہی ابتک بوئے فردوس برین
حورین آکر خلد سے طوف مزار پاک کو — جہاڑتی پلکوں سے ہیں گرد و خس و خاشاک کو

آہ! اے ممتاز! تیرے عشوہ ہائے دلفریب — وہ تبسمہائے شیرین ۔ وہ ادائے دلفریب
وہ لب نازک پہ موج خندہ ہائے شکرین — آہ! وہ جمنا کا منظر ۔ وہ نگاہ شرمگین
بکہری بکہری زلف وہ چہرے پہ بل کھائی ہوئی — شہہ کی چتون آہ! وہ دزدیدہ للچائی ہوئی

چھپ کے خلوت میں وہ آہستہ بڑھانا پائے شوق　　سر میں آشوب محبت دل میں اک غوغائے شوق
منہ چھپا کر آہ! وہ زیر نقاب شرمگین　　روٹھکر کہنا لگاوٹ سے ترا اے نازنین
روزن در سے نہ دیکھے مجھکو چھپ چھپکر کوئی　　پیارے ڈالے نہ دزدیدہ نظر مجھپر کوئی

وہ نگاہ شرمگین۔ وہ عرض منت کے مزے　　وہ سکوت افزا تبسم وہ محبت کے مزے
شوخی حسن جنوں زا مانع زنجیر شوق　　نیچی گردن میں حمائل دست دامنگیر شوق
راز الفت کے وہ پیغام نہانی ہائے ہائے!　　سرگزشت دیدۂ و دل کی کہانی ہائے ہائے!
آہ! جمنا! اب کہاں وہ داستان حسن و عشق.　　نقش عبرت ہے بس ہیں فرسودہ نشان حسن و عشق

آہ! اے نقش و نگار شوکت عہد کہن　　آہ! اے آئینہ دار شوکت عہد کہن
ہمنے مانا تجھ میں اب وہ شان برنائی نہیں　　وہ غرور حسن. وہ تمکین. وہ رعنائی نہیں
ہمنے مانا تیرے چہرے کی ضیا جاتی رہی　　تیرے موجوں کی وہ مستانہ ادا جاتی رہی
منہ پہ گمنامی کا آنچل لے نہ لائے پردہ نشین　　یونہیں سرگرم خرام ناز رہ اے نازنین
غم نہ طوفان حوادث کا کرائے سر جوش حسن　　رنگ نسیان فنا میں ہو نہ خلوت کوش حسن
سر کو ٹکرایا کرے ساحل سے سیل روزگار　　تیری شہرت کے نشان صدیوں رہینگے یادگار

خستہ حالوں کی پریشانی مٹانے کے لئے　　بھوک میں ٹوٹا ہیں غریبوں کی بندھانے کیلئے
سبزہ و گل دشت و ہاموں میں اگانے کیلئے　　کشت باران کرم کو لہلہانے کے لئے
جان شیریں تونے کر دیتے آہ! اے جمنا نثار　　تیری فیاضی دیدنی کیطرح ہے یادگار

اے مقدس نازنیں! اے شاہد ناز خرام
تو اگرچہ آہ! پورا کر چکی سب اپنا کام

گرچہ صدیوں سے نہیں اب وہ شکوہ و شان ہند
پنجہ آشوب سے صد چاک ہی داماں ہند

رہگزر ہستی اپنے بہنے کیلئے کر اک پسند
اور وہاں پر چھیڑ اپنے نغمہ ہائے درد مند

شوکت دیرینہ پر اپنے اے نازنیں اترا نہ دیکھ
جھونپڑے میں شاہزادے ! خواب محلوں کا نہ دیکھ

گنگا جی

اے آب رود گنگا! اُف رے تیری صفائی
یہ تیرا حسن دلکش! یہ طرز دلربائی

تیری تجلیاں ہیں جلوہ فروش جنی
تنویر میں ہے تیری اک شان کبریائی

جمنا تیری سہیلی - گو ساتھ کی ہے کھیلی
اسمیں مگر کہاں ہے تیری سی جانفزائی

بے لوث تیرا دامن ہے داغ معصیت سے
موزوں ہے تیرے قد پر ملبوس پارسائی

حسن ازل کی گویا تو اک سگھڑ ہے مورت
صانع نے تیری صورت کیا موہنی بنائی

اے نازش زمانہ! اے نقش ناز عصمت
بھارت کی پاک دیوی! تو ہی ہماری مائی

دلبند ہم ہیں تیرے لخت جگر ہیں تیرے
نخل مراد ہے تو اور ہم ثمر ہیں تیرے

مینو سواد تجھسے ہیں وہ دیاں ہماری
اور کشت آرزو ہے رشک جنان ہماری

وہ دن بھی ہوگا - ہونگے جب ہم غریق رحمت
اور تیرے نذر ہونگی یہ ہڈیاں ہماری

گنگا میں پھینک آنا بعد فنا اٹھا کر
برباد ہو نہ مٹی او آسمان ہماری

یارب نہ دفن کر کے احباب بھول جائیں

لیکر ہماری خوش خوش گنگا کو پھول جائیں

او پاک نازنین! او پھولونکے گہنے والی
سرسبز وادیوں کے دامن میں بہنے والی

او ناز آفرین! او صدق و صفا کی دیوی
او عفت مجسم پربت کی رہنے والی

کل کل! یہ تیری موجوں کا گنگنانا
وحدت کا یہ ترانہ! او چپ نہ رہنے والی

حسن غیور تیرا ہے بے نیاز ہستی
تو بحر معرفت ہے او پاک باز ہستی

ہاں تجھکو جستجو ہے کس بحر بیکراں کی
ہمپر تو کچھ حقیقت کھلتی نہیں جہاں کی

اے پردہ سوز امکاں! اے جلوہ ریز عرفاں
تو شمع انجمن ہے کس بزم دلستاں کی

کیوں جادۂ طلب میں پھرتی ہے کشاں کشاں
تجھکو تلاش ہے کس گم گشتہ کارواں کی

جاتی ہے تو کہاں کو - آتی ہے تو کہاں سے
وابستگی ہے تجھکو کس بحر بے نشاں سے

آئی نظر تجلی جب شاہد ازل کی
ذرّوں میں جا کے چمکی پھولوں میں جا کے جھلکی

ہندوستان ہے اک دریائے حسن قدرت
اور اسمیں پنکھڑی ہے تو خوشنما کنول کی

نکلی ہمالیہ سے محو خروش ہو کر
تو آہ! تشنہ لب تھی وہ جلوۂ ازل کی

کرتی ہوئی زمیں پر موتی نثار آئی
درشن کو آہ! ہر کے تو ہر دوار آئی

یہ جوش سبزہ گل یہ تیری آبیاری
قدرت کے چپہ چپہ پر یہ شگوفہ کاری

ہندوستان کو تو نے جنت نشاں بنایا
نہریں کہاں کہاں ہیں تیرے کرم کی جاری

اے آب رود گنگا! موجوں میں تیرے ملکر
بحر شراب ہستی ہو بے نشاں ہماری

بعد فنا ہماری پہولوں میں بو ہو تیری
گم ہون رہ طلب میں او جستجو ہو تیری

آئے اجل کی زد پر جب اپنی عمر فانی — اور ختم رفتہ رفتہ ہو سیل زندگانی
دنیا سے آہ! جب ہو اپنے سفر کا سامان — بالین پہ قمر با ہون سرگرم نوحہ خوانی
جب ہونٹ خشک ہون اور دشوار ہو تنفس — احباب اپنے منھہ میں ٹپکائیں تیرا پانی

ہنستے ہوئے جہان سے ہم شاد کام جائیں
دنیا سے پی کے تیرے الفت کا جام جائیں

انتخاب گنگا جمنا

جب صانع ازل نے صورت تیری دکھائی — ہونٹوں کو جان دیدے آنکھوں کو جانفزائی
تا کہ بنا کے کھینچا یون نقش ناز تیرا — بول اُٹھی جبین تو نگی دل شان دلربائی
نقشہ بنا کے تیرا صناع دو جہان نے — تصویر تیری چومی اور آنکھوں سے لگائی
خلوت سے بنکے دلہن نکلی حیا جو تیری — آب روان کی چادر ہلکی سی اک اُڑھائی
جلوے نے تیرے مجھکو بیخود کیا کچھ ایسا — حیرت تجھے دکھائے آئینہ لیکے آئی
حسن ازل نے جسکو پایا نہ تیرے قابل — حصے میں مہوشون کے آئی وہ خود نمائی
گنگا بڑہی اِدہر سے جمنا بڑہی اُدہر سے — اجزائے حسن نے یون ترکیب لیکے پائی

وابستہ ہوگئے دو داماں دلفریبی
دونی نہ آہ! کیونکر ہو شان دلربائی

—— ※ ——

فضائے برشگال از پروفیسر اقبال

اٹھا وہ جھوم کے ساقی چمن میں ابر بہار
چٹک رہے ہیں شگوفے۔ برس رہی ہے پھوار

سہی قدوں کا ہے جمگھٹ کنار آب رواں
کہ برج میں لب جمنا ہے گوپیوں کی قطار

ترانہ ریز ہے یوں شاخ سرو پر قمری
کہ جیسے گاتی ہو مدھ بن میں کوئی سندر نار

کلی کلی نے نکالا ہے روپ یوں۔ جیسے
کسی کے سینے پہ کم کم شباب کا ہو ابھار

حنائی پنجہ ہے یوں شاخ شاخ لالہ و گل
نئی دلہن کی ہوں جیسے ہتھیلیاں گلنار

ہے موتیوں کی لڑی۔ یا قطار بگلوں کی
ہوا میں اڑتے ہیں جگنو۔ کہ چھوٹتے ہیں انار

عجب نشاط ہے۔ بادہ کشو! چلو تو سہی
پیام عیش ہے لایا چمن میں ابر بہار

پلا شراب کہ ہیں مغتنم یہ دن ساقی
کہاں یہ سبزہ و گل۔ پھر کہاں یہ صحبت یار

بہار آئی شگفتہ ہوئے گل پنجاب
چہک چہک! کہ کدھر تو ہے بلبل پنجاب

ترانہ لب شیریں نوا کے دن آئے
غزل سرا ہو کہ تیری صدا کے دن آئے

عروس نظم نے کاجل لگایا آنکھوں میں
فسون عشوہ و ناز و ادا کے دن آئے

ادھر بھی کوئی ایاغ مے سخن ساقی
اٹھے وہ جھوم کے بادل۔ گھٹا کے دن آئے

شباب جوش پہ آیا پری جمالوں کا
بڑھی نگاہ میں تمکین۔ حیا کے دن آئے

بتوں نے ہاتھوں میں مہندی لگائی ساقی
شہید چونک اٹھے۔ خون بہا کے دن آئے

نسیم جھوم کے کہتی ہے منہ شگوفوں کا
مے نشاط تبسم فزا کے دن آئے

چلو! شراب کی بوتل کوئی بھرا لائیں
سرور۔ دعوت آب و ہوا کے دن آئے

ترانہ سنج ہو اوبلبل ریاض سخن — کہان ہی تو کہ چمن میں فضا کے دن آئے

تیرے بغیر ہیں مرغان نغمہ زن خاموش

تیرے بغیر ہیں یارون کی انجمن خاموش

گل نودمیدہ

گلچین! ستم نکر کہ میں ناز آفریدہ ہون — مجھکو نہ توڑ تو کہ گل نودمیدہ ہون

مجھہ خستہ جان کے درپے آزار تو نہو — مجھکو لگا کے ہاتھ گنہگار تو نہ ہو

خون میری آرزو کا نہ او فتنہ ساز کر — مجھ پر نہ آہ دست ہوس تو دراز کر

دلکش عجیب ہیں میری نقش و نگار دیکھ — آنکھیں خدا نے دی ہیں تو میری بہار دیکھ

آ! کنج دلنشین ہیں میری سیر باغ کر — نکہت سے میرے اپنا معطر دماغ کر

مجھکو سمجھ کے تو کسی عاشق کا دل نہ توڑ — چٹکی سنبھل کے لے میرا ننھا سا دل نہ توڑ

پہلو میں میرے اک خلش خار کم ہے کیا — چرکا نہ دلپہ دے کہ یہ آزار کم ہے کیا

اٹھیگا آہ! مجھسے نہ تیرے ستم کا بار — کر مین ہی [illegible] کی ہیں مجھکو نا گوار

ہیں نیم باز دیدۂ نظارہ جو ابھی — ننھا سا ہون میں آہ! گل نازبو ابھی

مجھکو لگی نہیں ابھی ظالم ہوائے دہر — یعنی میں شاخ گل پہ ہون نا آشنائے دہر

نیچر کا دلفریب ترانہ سنا نہیں — دنیا کا دلپسند فسانہ سنا نہیں

نظارہ چمن سے ہون بیگانہ وار ابھی — دیکھی نہیں ہے موسم گل کی بہار ابھی

جھڑیوں سے آہ! مینہ کی نا آشنا ہون میں — کم سن غریب گل ابھی نام خدا ہون میں

الٹی ہے رخ سے باد صبا نے نقاب ابھی — آیا نہیں ہی جوش پہ حسن شباب ابھی

سنتا ہون میں جہانکے مناظر ہین دلفریب
دلچسپ ہیں یہانکے مناظر ہیں دلفریب

ہیں عشوہ قمر سے ہون بیگانہ خو ابھی
دنیا کی سیر کی ہے مجھے آرزو ابھی

بھونرا نے مجھکو پیار کیا ہے ابھی کہان
بلبل نے ہمکنار کیا ہے ابھی کہان

کوئل کی مجھہ غریب نے کوکو سنی نہیں
قمری کی گفتگو بھی لب جو سنی نہیں

شبنم کی آرسی نظر آئی نہیں ابھی
تارون کی چھاون بھی نظر آئی نہیں ابھی

سنتا ہون ہے پپیہے کی آواز دلفریب
میں نے مگر سنا نہیں یہ ساز دلفریب

بند قبا ابھی میرے کھولے صبا نے ہیں
الٹے ورق ابھی میرے موج ہوا نے ہیں

گلچین ابھی سے میرے گلے کا نہ ہار ہو
ظالم! ترے ستم پہ خدا کی سنوار ہو

کیون توڑتا ہے مجھکو عبث او جفا پسند
ہے ایسی کونسی تجھے میری ادا پسند

بیداد کچھ تو میری نزاکت کا پاس کر
انسان ہے تو انس و محبت کا پاس کر

شفق

سکوت شام میں ہے جلوۂ بہار شفق
کنول کے پھول ہیں یا زینت کنار شفق

فروغ شام جوانی ہے آہ! شمع سحر
بہار عمر ہے گلخندۂ شرار شفق

خوشا! وہ عالم طفلی۔ خوشا! وہ موسم گل
خوشا! وہ دن کہ میں تھا محو انتظار شفق

وہ دوڑنا پس قوس قزح پھسل کے میرا
گھٹا میں آہ! وہ نظارہ بہار شفق

سحر کو آنکھون میں ڈورے وہ سرخ سرخ دریغ
ہزار حیف! وہ سرمستی خمار شفق

سواد شام کا منظر وہ چشم پر خون میں
وہ شب کو نیند نہ آنا۔ وہ انتظار شفق

کدھر گیا میرا گہوارۂ گل امید ! میں کب سے شام جوانی ہوں بیقرار شفق
بہار عالم طفلی کدھر گئی - ہے - ہے ! رُلا رہا ہے لہو شوق سوگوار شفق
کہاں وہ ذوق تماشا - کہاں وہ ابر بہار لہو کی بوند ہے اک دل میں یادگار شفق
کدھر گئی وہ گل افشانی عروس فلک بہت ہی خون سے ہوں حسرت کش بہار شفق
شباب ! ہٹ ! کہ میں طفلی کی نیند سو جاؤں نسیم ! دے مجھے لوری لب کنار شفق
رلا نہ خون - میری بچپن کو کھیل لینے دے ابھی سے شام جوانی ! نہ کر فشار شفق
بہار دید تھی موقوف آہ ! طفلی پر ! جگر کو پھونک نہ اے آتش خیال شفق
بُلا نہ گھر مجھے یہاں اپنے شام نشاط ! کہ میں غریب ہوں بیگانۂ دیار شفق
وہ آنکھ ہوں کہ ہوں خونابہ زیر رنگ نشاط وہ زخم ہوں مرے پہلو میں ہے مزار شفق
دکھاؤں کھول کے جی میں بہار داغ جگر زمیں پہ تو اُتر آئے جو لالہ زار شفق

سرور شام جوانی بھی ہو گئی آخر
گئی نہ حسرت صہبائے خوشگوار شفق

برف

زمیں پہ برف زمستاں ہے تا بزانو آہ ! لب نسیم پہ ہیں نالہائے دلجو آہ !
کہو کہ چرخ کا گھنٹہ ذرا سنبھل کے بجے صدا ہو دھیمی کلیجہ مسل مسل کے بجے
تمام سال گذشتہ ہوا دریغ دریغ ! رفیق مجھسے ہوا اک جدا دریغ دریغ !

—— ⁂ ——

دیوار کہن

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

ہوا ہیں رات قیامت کی سنسناہٹ تھی
اور اُس پہ تاڑ کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ تھی

جھکا اُداس قمر جا رہا تھا مغرب کو
غریب پچھلے پہر جا رہا تھا مغرب کو

جگر پہ کھائے ہوئے داغ بے ثباتی کا
کسی درخت کی شاخوں سے ہو رہا تھا جدا

خراب و کہنہ و شکستہ ایک تھی دیوار
تھے جسنے دیکھے لڑکپن کے میرے لیل و نہار

قریب اُسکے میں اُس دم کھڑا ہوا تھا
زمانہ اپنے لڑکپن کا یاد کرتا تھا

وہ دلفریب نہ صورت نہ تھے وہ نقش و نگار
کھڑی ہوئی تھی زمین پر نحیف و خستہ و زار

ہزار دل سے بھلاتا تھا پچھلی باتوں کو
خیال یاد دلاتا تھا پچھلی باتوں کو

دکھا رہی مجھے عبرت تھی کس غضب کا سماں
خدا دکھائے کسی کو نہ ایسی شب کا سماں

اُداس ہائے وہ اُس دم کی چاندنی ڈھلتی
بڑھا رہی تھی جو رہ رہ کے بیکسی اُسکی

بنا گئی مجھے کچھ ایسا محو نظارہ
زمانہ آنکھوں میں بچپن کا پھر گیا سارا

جمایا ایسا تصور نے روبرو نقشہ
دکھا دیا مجھے طفلی کا ہو بہو نقشہ

گزر گیا ترے آگے زمانہ اے دیوار!
کہ تیرے شہر میں سب قدیم ہیں آثار

ترا ہے آج جو یہ بے مکین ویرانہ
بنا دیا ہے جسے بیکسی نے غمخانہ

کسی زمانے میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا
جہاں میں تھی غضب کی غضب سماں یہ گھر تھا

اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقشہ مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقشہ
یہاں تھا صحن، وہاں سائبان، ادھر دالان ادھر کو آہ! تھی اک کوٹھری رفیع الشان
ادھر کو وہ مری خلوت تھی آہ! خوش منظر پرانے تاڑ یہ آتے تھے جس جگہ سے نظر
میں گرمیوں میں یہاں آہ! شام کو اکثر تھا لیٹتا کبھی ہلکی سی اک سہری پر
وہ چھوٹی چڑیوں کا گنگنی پہ تیری اے دیوار چہک چہک کے ہم آہنگیوں سے گانا ملار
وہ لاڈلی مری بچپن کی فاختہ ہے کدھر تھا آشیانہ کبھی آہ! جس کا کوٹھے پر
غضب کی درد بھری جسکی تھی کبھی "کو کو" تھی دوپہر کو جو سرگرم نالۂ یا ہو
گزر گئی ہو نہ جی سے اجل نصیب کہیں کہ اب نظر نہیں آتی مجھے غریب کہیں
میں کاش اسکے پر و بال کا نشان پاتا تو پاس رکھ کے دل غمزدہ کو بہلاتا

یہاں پہ آہ! وہ دالان تھا جو خوش منظر میں گرمیوں میں جہاں محو خواب تھا اکثر
اسی کی اک یہ شکستہ ہے رہ گئی دیوار اسی کی ہائے! یہ خستہ ہے رہ گئی دیوار
یہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس یہیں بلور کے روشن تھے جا بجا فانوس
یہیں کے فرش پہ میں لوٹتا تھا بچپن میں کہ چاندنی میں یہیں کھیلتا تھا آنگن میں
خوشی برستی تھی دیوار! تیرے منظر سے کہ تجھکو آہ! محبت تھی میرے گھر بھر سے
مری رفیق تھی، اور میری ہم خیال تھی تو کہ رنج و عیش میں میری شریک حال تھی تو
مرا تھا اُن دنوں ساون میں جب مرا بھائی اداسی چہرے پہ گھر بھر کے غم سے تھی چھائی
پڑا ہوا تھا میں اک کھری چارپائی پر ملول و خستہ و ماتم زدہ لپیٹے سر
تو غمزدہ سی تھی اُس وقت تو بھی اے دیوار اداس مجھکو نظر آتے تھے تیرے رخسار

جگر خراش فسانہ وہ یاد ہے اگلا
کہ گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے اگلا

وہ چلچلاتی ہوئی دھوپ جیٹھ کی وہ سموم
وہ دل ملول، وہ چہرہ فسردہ و مغموم

تھے دے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن آزار
تو ہو رہی تھی پریشان تو بھی اے دیوار

کدھر ہے آہ! وہ عہد گذشتہ اے دیوار!
گزر گئے مرے طفلی کے کیا وہ لیل و نہار!

وہ کم سنی کا زمانہ نہ آئے گا پھر کیا!
وہ دن نہ مجھ کو زمانہ دکھائیگا پھر کیا!

نسیم دے کے ہوا مجھکو اپنے دامن کی
وہ میٹھی نیندیں سلائیگی کیا نہ بچپن کی

پسند آہ! تھیں جب کھیل کود کی باتیں
پلٹ کے کیا نہ وہ آئینگی چاندنی راتیں!

رہا نہ آہ! وہ اگلا سا خوشنما چہرہ
اداس اب نظر آتا ہے چاند کا چہرہ

ہیں تیوریاں بھی تو تاروں کی آہ! بدلی سی
دکھائی دیتی ہیں مجھ کو نگاہ بدلی سی

برادر و پدر و خویش و اقربا و عزیز
بدل گئی مرے بچپن کی ہائے اک اک چیز

جب آہ! ہو گئیں ان سب کی صورتیں تغیر
تو کیا عجب ہے جو تیری بدل گئی تعمیر

مگر ہے آہ! یہ کیا کم تری وفاداری
نباہے جاتی ہے بچپن کی شرط غمخواری

اگرچہ تجھکو زمانے نے کر دیا ہے نزار
بری نہیں ہے مگر اپنے جی سے تو دیوار!

کہ آج بھی تو مجھے سہ پہر کو اے غمخوار
پناہ دینے کو سائے میں اپنے ہے تیار

وہ چھوٹے چھوٹے ترے ہائے! خوشنما پتھر
میں شیفتہ کبھی بچپن میں آہ! تھا جن پر

وہ کم سنی کی تری غمگسار ٹھیکریاں
وہ دل میں چبھتی ہوئیں نوکدار ٹھیکریاں

جو مجھ سے نوک کی بچپن میں لیتی تھیں اکثر
نہیں ہے انکی کوئی آج لینے والا خبر

ہے آفریں تری ہمت کو لیکن اے دیوار
کہ بیکسی میں بھی تو آج ان کی ہے غمخوار

ملول و بیکس و افسردہ و فراق نصیب
پڑے ہوئے ترے سائے میں آج بھی ہیں غریب

بجا ہے آہ! یہ میرا خیال کیا دیوار
کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اے مری غمخوار

مگر یقین مرے دل کو آہ! کیونکر ہو
کہ میری یاد ابھی نقش تیرے دل پہ ہو

خدا کرے مجھے اے کاش! تو نہ بھولی ہو
مجھے بھی آہ! تری آرزو نہ بھولی ہو

اگرچہ دور رہا تجھ سے میں فراق نصیب
اگرچہ سائے سے تیرے بچھڑ گیا میں غریب

گزر گئے تری فرقت میں آہ! کتنے سال
رہا میں وادیٔ غربت میں آہ! کتنے سال

میں گو رہیں ستم اٹھائے روزگار رہا
ترے خیال سے غافل نہ زینہار رہا

زمانہ یاد لڑکپن کا جب کبھی آیا
ترا خیال وہیں بن کے بیکسی آیا

ملے تھے مجھکو جو طفلی کے آہ! دن دو چار
وہ گزرے گود میں تیری ہی آہ مری غمخوار

تجھی نے مجھکو سکھائے خرام کے انداز
تجھی نے مجھکو بتائے خرام کے انداز

وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھکو دایہ کا
ترے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا

وفا کے اگلے وہ پیمان یاد ہیں تیرے
مربیہ! مجھے احسان یاد ہیں تیرے

مچل کے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا
کسی کی گود میں جب آہ! میں نہ آتا تھا

تو تجھ سے لگ کے میں ہو جاتا تھا کھڑا دیوار
لگا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ رخسار

اداس دیکھ کے مجھ کو گلے سے لپٹا کر
لگا کے سینے سے آنسو تھی پونچھتی اکثر

نہیں ہوں آہ! لڑکپن کی وہ ادا بھولا
میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا

مرے رفیق جب کھیلنے کو آتے تھے
نکل کے گھر سے کہیں پر میں نہ جاتے تھے

برستی ہوتی تھی جب گھر میں مینہ کی بوچھار
تو کھیلتا تھا میں اس وقت تجھ سے اے دیوار

تجھے میں گیند تھا دیتا مجھے تو دیتی تھی
بلائیں دور سے ہو کر نثار لیتی تھی

گزر گئی مری طفلی تو آہ! کتنی جلد
بدل گئی تری ظالم نگاہ کتنی جلد

دیا نہ ساتھ جو غفلت نے میرا اے غمخوار
تو کاش! ویسی ہی بچپن کی رہتی تو دیوانہ
یہ میں نے مانا کہ بچپن نہ پھر مرا آتا
مگر نہ آہ! زمانہ شباب کا آتا
دوتا جو کاش! ضعیفی سے قد مرا ہوتا
تو تجھ سے تکیہ لگانے کا آسرا ہوتا
رلا رہی ہے لہو مجھکو تیری حالت زار
کہ کچھ دنوں کی تو مہمان ہے اری غمخوار
جگر میں زخم ہیں پہلو میں سینکڑوں ناسور
نہ تمکنت ہے نہ اب وہ شباب کا ہے غرور
جھکا رہی ہے بڑھاپے کی کیا زمین گیری
ملا کے خاک میں چھوڑے گا عالم پیری

تھا اتفاق کہ تیرے قریب آ نکلا
ادھر کو بھول کے میں غم نصیب آ نکلا
نصیب پھر ترا دیدار دیکھئے کب ہو
ادھر کو عزم دل زار دیکھئے کب ہو
جدا میں ہوتا ہوں تجھ سے ترا خدا حافظ
نکلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ
ہوا الیٹ کے جو دیوار سے جدا میں غریب
دکھا کے پیٹھ جو چپ چاپ چل دیا میں غریب
نگاہ یاس سے پہلے مری طرف دیکھا
زبان حال سے پھر یوں کہا کہ اے بیٹا
تمام زیست کے دن ہو چکے اجل ہے قریب
کہ پاؤں قبر میں لٹکائے بیٹھی ہوں میں غریب
ہوں مہمان کوئی دن کی قضا ہے سر پہ سوار
نصیب ہو کہ نہ شاید یہ پھر مرا دیدار
مگر نہ دل سے بھلانا مری وصیت کو
کہ چھوڑے جاتی ہوں میں یادگار عبرت کو
جب آہ مجھکو نہ تم اس جگہ کھڑا پاؤ
زمیں پہ خاک کا پتلا مرا پڑا پاؤ
تو منہ پھیر کے نہ اٹھلا کے یوں گزر جانا
کہ بے حسی نہیں عبرت سے تم نہ ڈر جانا
نہ جہل کر بھی آتے دیکھنا حقارت سے
کہ پاک ہیں مری صحبت ہر کو نہ عبرت سے

نسیم سحر

کیا بھینی بھینی آہ! نسیم سحر ہے تو — آرام جان ہے، راحت قلب و جگر ہے تو
نور نگاہ دیدۂ اہل نظر ہے تو — سرمایۂ فروغ حیات بشر ہے تو
تو وہ کہ تیرے دم سے معطر مشام شوق
کرتی ہے اک نگاہ میں سرمست جام شوق

صد چاک تیرے عشق میں جیب قبائے گل — دامن کی ہر کلی میں ہے بوئے وفائے گل
تیری نسیم ہے نفس عطر سائے گل — پھرتی ہے ہر روش پہ چمن میں فضائے گل
مشاطۂ عروس بہار چمن ہے تو
زینت گلوں کی آئینہ دار چمن ہے تو

آتی ہے تو چمن میں جو لیکر پیام صبح — بھرتی ہے آب گوہر شبنم سے جام صبح
آنے سے تیرے باغ میں ہے خوش خرام صبح — ہوتا ہے ہر روش پہ نیا اہتمام صبح
کلیاں شگفتہ ہوتی ہیں غنچے چٹکتے ہیں
شاخوں پہ طائران غزلخوان چہکتے ہیں

گلگشت باغ کیا جو گلستاں میں تو نہ ہو — سبزی نہ ہو گیاہ میں پھولوں میں بو نہ ہو
یہ جوش گل چمن میں یہ جوشش نمو نہ ہو — سبزہ میں تازگی یہ لب آبجو نہ ہو
تو بھر کے ہاتھ سے نہ پلائے جو جام شوق
تازہ نہ ہو گلوں کا چمن میں مشام شوق

یوں بھینی بھینی موسم گل کی ہوا نہ ہو — شاخوں پہ عندلیب ترنم سرا نہ ہو

سبزہ میں یہ لہک یہ چمن کی فضا نہ ہو — دانہ اُگے زمین پہ تو نشو و نما نہ ہو

شبنم کی آرزو ترے جوش کرم سے ہے
پھولوں میں رنگ و بو فقط اک تیرے دم سے ہے

گھونگٹ الٹ الٹ کے رخ نازنیں سے تو — کرتی ہے چھیڑ سلسلہ عنبریں سے تو
ہونے کو ہمکنار گل و یاسمن سے تو — چلتی ہے بس کے عطر میں خلد بریں سے تو

یوں دھیمی دھیمی آتی ہے تاروں کی چھاؤں میں
مہندی لگا کے جیسے چلے کوئی پاؤں میں

اک صحن باغ ہی نہیں خلوت سرا تری — خالی کس انجمن میں نہیں آہ! جا تری
ہر جام میں بھری ہے مے جانفزا تری — ہر ساز سے نکلتی ہے دلکش ادا تری

محفل میں آئی شمع سحر کو بجھا گئی
سینے کی آگ، سوز جگر کو بجھا گئی

ٹھہری نہ اک جگہ اِدھر آئی اُدھر گئی — وقت خرام ناز عجب گل کتر گئی
چہرے پہ بن کے زلف معنبر بکھر گئی — چڑھتے ہی دن کے صاف گھٹا سی اتر گئی

سورج بڑھا فلک پہ اِدھر، اور صبا نہ تھی
جھونکے وہ سرد سرد، وہ ٹھنڈی ہوا نہ تھی

اے نازش بہار چمن، اے نسیم ناز — تو مایۂ بقا ہے تری عمر ہو دراز
دلکش ہر ایک صحن میں ہے تیری صدائے ساز — ہر رنگ میں ہے یوں تو ادا تیری جاں نواز

گرمی میں حسن کا ترے نقشا ہی اور ہے
ٹھنڈا جگر ہو جس سے وہ جھونکا ہی اور ہے

سم ۸ لہ ۹

بادۂ حسرت

آندھی پھول والی

لوگو! چلو! میرے گلِ رعنا خرید لو — اِس آندھی پھولوں والی کا سودا خرید لو
کہتی ہوں اِس زمین کا منظر نظر فریب — پھر کس طرح نہ ہوں یہ گلِ تر نظر فریب
بچے یہ پھول بھی تو اسی سرزمین کے ہیں — ننھے ننھے لال اسی نازنین کے ہیں
یہ گل وہ گل ہیں۔ انکی ادا ان گلوں میں ہے — رنگین ادا ہیں۔ بوئے وفا ان گلوں میں ہے
بازارِ حسن میں یہ گلِ تر ابھی ابھی تو — آئے ہیں ماں کی گود سے اُٹھکر ابھی ابھی
یہ میٹھی نیندیں گود میں تھے ماں کے سو رہے — ان پر نثار قطرۂ شبنم تھے ہو رہے
سوتا ہوا چمن سے اُٹھا لائی ہوں ابھی — پھولوں کی انجمن سے اُٹھا لائی ہوں ابھی
لوری تھی خواب ناز کی موجِ ہوا نہ تھی — ماں کی دعا تھی جنبشِ بادِ صبا نہ تھی
گلشن [illegible] پھول [illegible] رخسار کے نشان — کچھ ماں کی [illegible] کے ہیں کچھ پیار کے نشان
آنسو ڈھلک رہے ہیں جو یہ چہرے پہ ماں کے ہیں — قطرے مگر یہ شبنمِ باغِ جہان کے ہیں
اِن آنسوؤں میں رنگِ محبت ہے جلوہ ریز — اِن بوندیوں میں شعلۂ الفت ہے جلوہ ریز
بچوں کا غم خوشی ہے یہاں بھی ہے غم نصیب کو — کھٹکا لگا ہوا ہے یہ ہر دم غریب کو
یارب کہیں انہیں نہ کسی کی نظر لگے — ہیں نازنیں انہیں نہ کسی کی نظر لگے
ارمان نکالتی کبھی خوش ہو کے جی سے ہے — آنسو بھی بہا کے یہ کبھی خوشی سے ہے

آغوش ناز میں سے میرے سو کر اٹھے ہیں یہ — شبنم سے ہاتھ منہ ابھی دھو کر اٹھے ہیں یہ

ہو کر بڑے اٹھے یہ حسین کس غضب کے ہیں — جھڑتے ہیں پھول خندۂ حسین کس غضب کے ہیں

رمتی گئے دکھا کے ہے سب بے اختیار ہاں — کرتی ہے اپنے قطرۂ شبنم نثار ہاں

شبنم کی بوندیاں ہیں کہ آنسو یہ ماں کے ہیں — سرچشمۂ وفا ہیں یہ قطرے کہاں کے ہیں

تصویر خانہ ہے تمہیں لوگو یہ فضائے دہر — اور میں غریب اندھی ہوں نا آشنائے دہر

تاریک ہے یہ بزم تماشا مرے لیئے — ظلمت کدہ ہے محفل دنیا میرے لیئے

آنکھوں بغیر سب ہیں مظاہر جہاں کے ہیچ — میرے لئے ہیں آہ یہ مناظر یہاں کے ہیچ

دنیا کی صورتوں کو میں دیکھا ترستی ہوں — اجڑی ہوئی صداؤں کی منزل میں بستی ہوں

گویا قریب ساحل ظلمت کھڑی ہوں میں — محو تلاش جلوۂ صورت کھڑی ہوں میں

سائے ہیں خوب رشت گزرتے قریب سے — پنہاں مگر ہیں دیدۂ حسرت نصیب سے

نکلینگی انہیں ایسی بھی دو چار صورتیں — صبر آزما حسین طرحدار صورتیں

صورت پہ جنکی خلق خدا ہے مٹی ہوئی — ناز و ادا پہ جنکے قضا ہے مٹی ہوئی

وہ کیسے ہوتے ہونگے ترستی ہوں میں غریب — دیکھوں نظر اٹھا کے ہیں ایسے کہاں نصیب

پھر ابھر صداؤں کے ہمراہ گولیاں سے — ظلمت کدہ میں مونس ہو ہمسایہ رہ گئی

لو کر چلو امیر سے گل رعنا خرید لو — اس اندھی پھول والی کا سودا خرید لو

کہتے ہیں کیا قریب یہ انکی فغاں سنو — فریاد کو انہیں بھی ملی ہے زباں سنو

اس اندھی پھول والی کا دم ہے تمہیں — مرجھا کے رہ نہ جائیں کہیں ہے یہ غم ہمیں

نازک ہیں دہان پان ہیں بچے ہیں نور کے — پروردہ بہار ہیں ٹکڑے ہیں نور کے

ڈرتے ہیں اس دوشیزہ ظلمت نشین سے ہم شور بکائے پیہم و آہ حزیں سے ہم
آزاد اس کی قید ستم سے کرے کوئی داماں شوق میں ہیں یارب بھرے کوئی
ہم دامنہ بہار کے نور نگاہ ہیں۔ آنکھیں اس اندھی لڑکی کی بے نور آہ ہیں
مشتاق ہیں اُن آنکھوں کے پروردگار ہم جو ہم کو دیکھیں جنکو دکھائیں بہار ہم
لوگو چلو! میرے گل رعنا خرید لو اس اندھی پھول والی کا سودا خرید لو

دعائے سرور

وہ روشنی عطا کر عمر رواں کو یارب! چمکوں میں شمع بنکر اس تیرہ انجمن میں
میرے شمیم سے ہو تسکین جہان کو یارب مہکوں میں پھول بنکر اس وادی کہن میں

یارب بنا دے میری ہستی بے بقا کو اک گیت پیارا پیارا اک نغمہ دل آرا
وہ فسون دلکش دے لحن جانفزا کو ہوں اہل انجمن کے جینے کا میں سہارا

ہاں میری زندگی کو ایسا عصا بنا دے ہو جس سے دستگیری ایک ایک ناتوان کی
اور لازوال دولت وہ مجھکو کبریا دے حاجت برآئے جس سے ہر زار و خستہ جاں کی

اس زیست کو بنا دے یارب وہ جام زریں ہو جلوہ ریز جسمیں تیرے شراب مدت
دنیا کی کاہشوں سے ہرگز نہوں میں غمگین لب پہ ہو جوش مستی میں نغمہ مسرت

قید ہستی

وہ زمانہ بھی تہا کیا اے ہستی ناپائیدار
تجھ سے ہم بیگانہ خو تھے ہمسے تو بیگانہ وار

ہائے! وہ دن خلد میں تھی ہمکو آزادی نصیب
ہائے! وہ راتیں کہ تھے اس قید غم سے رستگار

لوٹتے تھے یون نہ انگار دن پہ اے سوز جگر
یون نہ راتون کو اڑا کرتے تھے آہونکے شرار

یون نہ تھے نالے کنار شب میں سرگرم تپش
یون نہ تھے کنج قفس مین درد دل سے بیقرار

یون فراق شاہد گل مین نہ تھے اے ہمصفیر
دجلہ زیر اشک گلگون دیدۂ خوننابہ بار

یون کلیجہ منہ کو آتا تھا نہ ہنگام فغان
نکلا پڑتا تھا نہ یون پہلو سے دل بے اختیار

یون نہ تھا کنج قفس مین آہ! اے جوش جنون
پرزے پرزے تیرے ہاتھون سے گریبان قرار

یون نہ تھا دل مین مزار آرزو اے بیکسی!
یون نہ تھے ہم حسرت مردہ کے غم مین سوگوار

غم نہ زنجیر علائق کی گرانباری کا تھا
یون نہ تھے محنت کش قید حیات مستعار

لوٹتے تھے خواب راحت کے نشیمن مین مزے
وا نہ رہتے تھے قفس مین دیدۂ اختر شمار

بھینی بھینی روح پرور وہ نسیم صبح دم
وہ فضائے جوش وگل، وہ لطف ایام بہار

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ پھوارین ہلکی ہلکی وہ جھڑی
اودے اودے وہ گھٹائیں وہ سہانا سبزہ زار

چھاؤن وہ تارونکی کم کم وہ سحر کی روشنی
وہ ہوا کے سرد جھونکے وہ نسیم خوشگوار

وہ لہکنا سبزۂ خوابیدہ کا وقت سحر
شبنم تر کے وہ ننھے ننھے قطرون کی پھوار

دلربا پانی کی موجون کا وہ انداز خرام
پُر فضا وہ وادیان بہتے ہوئے وہ آبشار

وہ چمن مین طائران خوشنوا کے زمزمے
آہ! وہ قمری کی کوکو اور وہ گلبانگ ہزار

وہ عروج شوکت پرواز وہ گلگشت باغ
مل کے گانا سب کا ہم آہنگیون سے وہ ملا

وہ کھلنا نازسے شاخون کا ہنگام سحر
جھومنا وہ نونہالان چمن کا بار بار

خوشنما پھولونکا وہ تختہ وہ باد عطر بیز
وہ سہانا کنج، وہ سرسبز نخل میوہ دار

کالی کالی وہ لب جو آہ! متوالی گھٹا
ہلکا ہلکا وہ شفق گون دامن ابر بہار

اب کہان وہ شاخ گل پر صحبت مرغان قدس
اب کہان کنج قفس مین آہ! وہ جوش بہار

جلوۂ گل اب کہان گلبانگ بلبل اب کہان
آگئے وان آنکھون سے ہم اک بیکسی خون لیل و نہار

اب کہان پچھلے پہر کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی
ہین قفس کی تیلیان اور ظلمت شبہائے تار

مار رکھا قید ہستی کی کشاکش نے ہمین
اب دل زندہ کا ہی افسوس مردون مین شمار

تیری حسرت کش کبھی کوئی دن اور ہین خواب اجل
پھر کہان ہم پھر کہان آنکھون کو تیرا انتظار

دل مین کیا رکھا ہے اب اے دست بیداد فلک
حسرتون کا کچھ لہو کچھ تمناؤن کے خار

تیری منت کش ہون کیا ٹوٹے گی مجھ پر برق ستم
پھونکنے کو بال و پر کیا کم ہے آہ شعلہ بار

ہم قفس مین مدتون بے بال و پر تڑپا کئے
اے فضائے باغ ہستی دیکھ لی تیری بہار

حسرت دیدار

وہ شان کجکلاہی۔ وہ فخر تاجداری
وہ طرۂ زرافشان۔ وہ تاج شہریاری

ممتاز! اُف! وہ دیرینہ غمگساری
وہ تیری جان نوازی۔ وہ میری جان نثاری

قصہ کہانیان ہین۔ باتین وہ اب کہان ہین
لے حسن و عشق تیری گھاتین وہ اب کہان ہین

بے ماتم و بے نشان ہون سے تاج و بے نگینہ
پامال ہو گیا جو۔ وہ نقش دلنشین ہون زینت

اک تنگ و تار حجرے میں آہ! اب مکین ہون　　فریاد آتشین ہون و درد دل حزین ہون

تپلا ہون آہ! اب میں سوز غم نہان کا
رگ رگ میں مشتعل ہے شعلہ میرے فغان کا

رخصت طلب ہی مجھسے اب آہ! عمر فانی　　مہان ہے کوئی دم کی زندان میں زندگانی
میں غم نصیب اپنی کس سے کہون کہانی　　اک تیری آرزو ہے۔ اک حسرت جوانی

لیکن محال ہیں یہ دونون خیال میرے
ارمان بھی مرینگے بعد وصال میرے

بیتون کا کشت وخون اور دنیا کی بیوفائی　　اورنگ زیب کی وہ اے وائے کج ادائی
مستانہ آہ! اسیر تیرا غم جدائی　　افتاد اک جہان کی اس عمر میں اٹھائی

نیرنگی جہان کے نقشے ہزار دیکھے
پہلو میں بیکسی کے لاکھون مزار دیکھے

میں کب سے منتظر ہون اے مرگ ناگہانی　　تکتا ہون راہ تیری کبتک میں نیم جان آ
رستے میں آہ! ظالم! تو رک گئی کہان آ　　تپلا ہون بیکسی کا میں زیر آسمان آ

وہ مہ لقا نہیں ہے اے چاندنی کھسک جا
اے جان زار رخصت ہو آہ تا فلک جا

اے تاج! اللہ تو ہے خلد برین زمین پر　　جلوہ فروش ہے یا حور عین زمین پر
اک نقش حسن ہے یا کرسی نشین زمین پر　　جلوہ فروش ہے یا اک مہ جبین زمین پر

یا ساز حسن کا ہے تو منجمد ترانہ
فردوس ناز کا ہے یا تو نگار خانہ

دلکش ہیں مہوشون سے نقش و نگار تیرے — وہ دلربا مناظر ہیں یادگار تیرے
شمس و قمر ہیں دونون آئینہ دار تیرے — آنکھون میں پھر رہے ہیں لیل و نہار تیرے

وہ رشک حور جب تھی محو خرام شب کو
اور دوش ناز پر تھا گیسو کا دام شب کو

جمنا کی اُف! وہ موجون کا دلفریب منظر — جھونکے ہوا کے بھینے بھینے دو روح پرور
وہ چاندنی کا آنچل پھیلا ہوا زمین پر — فوارون کا اُچھلنا۔ پھولون کی نکہت تر

اک چاند کا نکھرنا۔ ایک چاند کا سنورنا
ہنسکر شہید مجھکو تیغ ادا سے کرنا

وقت خرام دل پر تیرے وہ ترک تازی — کچھ ناز۔ کچھ کرشمہ۔ کچھ شان بے نیازی
وہ شوخی تبسم۔ اور وہ فسون طرازی — ہونٹون میں جان نوازی۔ آنکھوں میں سحر سازی

بلبل سے چھیڑ کرنا۔ پھولون سے مسکرانا
شرمیلی چتونون سے۔ وہ میرا دل لبھانا

معکوس اپنی کر دے رفتار عمر رفتہ — اُس نازنین کو کر دون پھر پیار عمر رفتہ
پھر حسن و عشق کا ہو اظہار عمر رفتہ — شوق و حجاب کی پھر تکرار عمر رفتہ

کیا بازگشت تیرے ممکن نہیں جوانی
تو مجھکو کس پہ چھوڑے جاتی ہے عمر فانی

پہلو میں میرے آجا اے جان جان کہان ہے — تکتا ہون راہ تیری۔ آنکھوں میں میری جان ہے
کس خواب نازمیں ہے آنکھون سے کیون نہان ہے — تاریک تیرے غم میں نظروں میں ایک جہان ہے

افسوس مرتے دم تو ارمان نظر کا نکلے

سینہ پہ ہاتھ رکھدے۔ کانٹا جگر کا نکلے

اے کاش! تجھسے ہنسکر میں ہمکلام ہوتا
روضہ میں ساتھ تیرے محو خرام ہوتا
ہوتا کنار جمنا! اور وقت شام ہوتا
اور چاند آسماں پر بالائے بام ہوتا
تو مجھکو پیار کرتی۔ میں تجھسکو پیار کرتا
قدموں پہ جان شیریں۔ تیری نثار کرتا

آ! دو گھڑی کو آجا ہوں دو گھڑی کا مہمان
پھر ملکے کرلیں ہم تم عشق و طرب کے سامان
ہر چند بے بقا ہے لطف و نشاط دوران
دنیا کی دو گھڑی بھی مغتنم ہیں خوشیاں
آ! چاندنی میں دلکش ہے کیا بہار جمنا
جام وصال پی لیں بھر کر کنار جمنا

اے کاش! تیری الفت دل چیر کر دیکھاتا
چھلنی ہے سو جگہ سے تجھکو جگر دکھاتا
عالم جو یاس کا ہے پیش نظر دکھاتا
نیرنگ آسمانِ بیداد گر دکھاتا
جنت میں روح تیری ہے آہ! کیا کہوں میں
تو خواب ناز میں ہے۔ قید جفا میں ہوں میں

گنبد مزار کا ہے تیرے جو یہ سمن بر!
حوریں چڑھا رہی ہیں پھولوں کی جو چادر
اے سرو باغ خوبی۔ اے غیرت گل تر
تجھکو پکارتا ہوں میں تیرا نام لیکر
کانوں میں بازگشت اک آواز آرہی ہے
تیرا پیام الفت مجھکو سنا رہی ہے

ہے منتظر یہاں یہ جان نزار تیری
آنکھوں میں بس رہی ہے اے گل بہار تیری
میں راہ دیکھتا ہوں لیل و نہار تیری
دلبر ابھی محبت ہے یادگار تیری

آنکھوں میں ہے تیری اے جاں! تو نہاں ہے
تیرے ہی پاس میرا جسم اور میری جان ہے

مرجھا رہے جو یہ گل تیرے مزار پر ہیں — سوز دروں کا مرہم جان و دل جگر ہیں
بو نہیں بے وفائی یہ تیرے یادگار ہیں — روح مشام جاں ہیں، دامن کش نظر ہیں

یہ ان گلوں کی نازک نازک جو پنکھڑیاں ہیں
مہندی بھرے یہ تیرے گویا ہتھیلیاں ہیں

ہوتی ہے آہ! تو اب ہے جان زار رخصت — پہلو سے صبر رخصت دل سے قرار رخصت
اے آہ و اے فغاں آ اے شب ہائے تار رخصت — دنیا سے ہو رہا ہوں بیگانہ وار رخصت

آ! اے میری جان تجھکو جی بھر کے پیار کر لوں
آ! اک بار تجھکو پھر ہمکنار کر لوں

میں آہ! لوٹتا ہوں سوز غم نہاں سے — شعلے نکل رہے ہیں ایک ایک استخواں سے
ہاں قند گھولدے پھر لعل شکرفشاں سے — ارشاد مسکرا کر ہو مجھکو کچھ زباں سے

اک بار دیکھ لے تو پھر پیار کی نظر سے
تیر نگاہ گذرے دل چیر کر جگر سے

روضہ پہ چاند تیرے کرنیں گرا رہا ہے — شفاف چاندنی کی چادر چڑھا رہا ہے
تاروں کا تیرے تجھکو جلوہ دکھا رہا ہے — جمنا کی دلفریبی کیا کیا بڑھا رہا ہے

ہے دل کے آئینہ میں عکس جمال تیرا
بیتاب کر رہا ہے شوق وصال تیرا

جس طرح آہ! تیرے سنسان قبر پر — دیتا ہے اک شمع روشن تو ایک گل تر

پڑتا ہے سنگ مرمر پہ جس کا عکس باہر خون رونیوالے میرے یہ تو نہیں یہ دیدۂ تر
ہیں آہ! اس اُداسی پہ ٹکٹکی لگائے
تیرے لحد کو بنکر چادر جو تجھے چھپائے
زیر زمین جو تجھکو پنہان کئے ہوئے ہے جو تیرے غم میں مجھکو نالان کئے ہوئے ہے
ہستی کا چاک میرے دامان کئے ہوئے ہے رخت سفر کا میرے سامان کئے ہوئے ہے
چھائی ہوئی ہے دل پر تیرا خیال بنکر
اندوہ و یاس بنکر - رنج و ملال بنکر
فرقت نصیب ہوں میں اے کاش موت آئے بند غم و الم سے آکر مجھے چھوڑائے
میں مر رہا ہوں مجھکو تجھ سے اجل ملائے نظروں سے چھپنے والے جلوہ ترا دکھائے
دنیا میں غیر ممکن ہے اب وصال تیرا
خلد برین میں دیکھوں مرکر جمال تیرا
اشجار جھومتے ہوں شاخیں لچک رہی ہوں خوشبو بھینی بھینی - کلیاں مہک رہی ہوں
شبنم کی ننھی ننھی بوندیں ٹپک رہی ہوں سبزے پہ موتیوں کا پانی چھڑک رہی ہوں
مصروف آہ! ہم تم گلگشت باغ میں ہوں
دامن میں پھول چنتے کنج فراق میں ہوں
سرشار عشق ہوں میں تو مست جام الفت دیتی ہوں ملکے نظریں دل کا پیام الفت
ہو واہ! لطف صحبت شرب مدام الفت دل ہو اسیر گیسو گیسو ہو دام الفت
غماز دوسرا ہو کوئی نہ انجمن میں
محو خرام ہم تم دونوں ہوں اک چمن میں

بدنصیب بنگال

آہ! اے بنگال! آلام و مصائب کے شکار — آہ! اے کرزن کی پالیسی کی صید بیقرار
آہ! اے نخچیر ناوک خوردۂ دست اجل — آہ! اے خونیں جگر، خونیں کفن، خونیں مزار
آہ! اے محنت کش و حرمان نصیب و دردمند — آہ! اے برگشتۂ ایام و پریشان روزگار
آہ! اے مجمر فروز آتش سوز دروں — آہ! اے خونناباں بہ زیر گریۂ بے اختیار
آہ! اے لذت چش ذوق بنے حب وطن — آہ! اے جرعہ کش زہراب تیغ روزگار
آہ! اے آماجگاہ ناوک جور فلک — آہ! اے صید زبون شوریدہ حال و بیقرار
آہ! اے بنگال! اے ذلت نصیب و مبتذل — کیا ہوئے وہ تیرے عظمت کیا ہوا تیرا وقار
مل گئیں تیری وفائیں خاک میں سب ہائے ہائے — ہو گیا حکام کی نظروں میں تو بے اعتبار
اٹھ گیا فرق سعادت سے ترے تاج شرف — اشک حسرت بنکے ٹپکے تیرے در شاہوار
اب نہ وہ تو ہے نہ تیری سرزمین عیش ہے — اب وہ دن ہیں تلخ راتیں ہیں سیہ دور روزگار
اب نہ ساقی ہے نہ مطرب ہے نہ مینا ہے نہ مے — اب وہ تیری شبستاں ہے نہ وہ لیل و نہار
اڑ رہی آہ! ہر تیرے سیہ خانے میں خاک — شام ماتم سے بدل ہے تیری صبح بہار
تیرے پہلو میں ہے عالم زخم دامن دار کا — خون رلاتی ہے نگاہ شوق کو تیری بہار
اب کہاں وہ تیرے مرغان چمن کے زمزمے — اب وہ قمری کی کو کو ہے نہ گلبانگ ہزار
اب نہ وہ پھولوں کا تختہ ہے نہ کنج خوشنما — ہیں چمن میں کچھ خس و خاشاک عبرت یادگار
چھا گئی کیوں تیرے پھولوں پر خزاں بے وقت آہ! — کس نے ہے ہے لوٹ لی تیرے گلستاں کی بہار
دل کو برماتا ہوا گذرا جگر سے کس کا تیر؟ — ہو گیا تو کس ستمگار فلک کے ناوک کا شکار

کس کی تیغ ناز نے دل پہ تیرے چرکے دیئے — مرغ بسمل کی طرح جو ہے زمین پر بے قرار
کرکے دو ٹکڑے سے کلیجے کے تیرے یہ آہ! کون — چل بسا تجھکو تڑپتا چھوڑ کے بیکس نہ وار

کیون ابھی سے چھا گئی تاریکی شبہائے غم — تیرا سورج آنے پایا تھا نہ تا نصف النہار
کیون پھیا دن پر پچھاڑیں کھا رہا ہے ہائے تو! — تیرے ارمانون کا کس نے آہ! کرڈالا انتشار

پھر گئی کرزن کی تجھ سے آہ! کیون چشم کرم — جان فروشی تیرا شیوہ جان نثاری تھا شعار
آسمان گردش میں ہے تیرے ستانے کے لئے — دیکھئے ہوتا ہے تیرا حشر کیا انجام کار

کرزن بیداد خو۔ اہل پولیس بکام وقت — تو ہوا اُف وا اُف! بہ کس کس کی جفاؤں کا شکار
لب پہ تیرے جو آہ! اک اظہار ماتم کی صدا — کچھ سکون تھا جس سے تیرے دلکو کچھ صبر و قرار
شاق گذری دل پہ ایسی نکتہ چینوں کے تیر سے — ہو گئی خاموش وہ بھی گونج کر پایان کار

ہے تباہی پر تباہی۔ اور ستم پر ہیں ستم — رحم کے قابل ہے اب افسوس تیرا حال زار
اضطراب دل سے ہو بس اب سرگرم فروش — صبر کر آخر ہے مظلوموں کا بھی پروردگار
تیری شہرت کے نشان بنگال! مٹ جائنگے کیا — میٹ دے سو بار تجھکو آہ! دور روزگار

مرغانِ قفس (تضمین)

تجھے پہ بیتے تو تو جانے مرغِ بستانی — قفس میں کیسے تڑپتے ہیں آہ! زندانی
تپش فزا ہے قیامت کا درد پنہانی — تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی

تپیدن دل مرغانِ رشتہ بر پا را

اسیر دام نہ ہو کوئی مرغ بستانی — خدا کسی کو نہ دے حسرت پر افشانی

سمجھتا ہے مرے نالون کو زمزمہ خوانی — تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی

تپیدن دل مرغان رشتہ برپارا

ہنسی نہ مجھ سے کرا و محو زمزمہ خوانی — ہو کنگرے پہ مبارک تجھے خوش الحانی

خدا وہ دن نہ دکھائے کہ تو ہو ندانی — تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی

تپیدن دل مرغان رشتہ برپارا

جذبۂ اُلفت

عشق

میں بزم دہر میں ہون وہ حیرت طراز عشق — ٹکڑے ہے دل دیگر کے ہیں آئینہ ساز عشق

رسوا چمن میں شاہد گل ہو نہ عندلیب! — اے تنگ حوصلہ نہ کر افشائے راز عشق

تیرا حریف بزم میں پروانہ میں بھی ہون — آیا ازل سے لیکے ہون سوز و گداز عشق

مجبور رہون کہ مانع سجدہ ہے رعب حسن — ہون تیرے در پہ ورنہ سراپا نیاز عشق

وہ داغ ہون کہ شعلۂ برق فنا ہون میں — وہ اشک خون ہون میں کہ ہون طوفان طراز عشق

پروانۂ ازل ہون میں اے شمع انجمن! — مجھ سے نہ پوچھ قصۂ سوز و گداز عشق

پہلو سے میرے چاند ہے نکلا شب فراق — ابھرا ہے دل سے داغ تپ جانگداز عشق

ہر آئینہ میں عکس ہے اُس کے جمال کا — اہل نظر ہے شرط مگر امتیاز عشق

پردے میں کوئی پردہ نشین ہے حجاب پوش — محفل میں چھیڑ آہ و اشتی نہ ساز عشق

بستا ہون - بام یار کا پایہ بلند ہے — گردون پہ پھینکتا ہون - کمند دراز عشق

میرے جگر پہ مرہم کافور تو نہ رکھ
میں داغ شعلہ ناز ہون۔ اے چارہ ساز عشق

میں بھی تپش فروش ہون پروانہ بزم میں
لیکن ہے ضبط مانع افشائے راز عشق

بندہ بنا بتون کا نہ مجھ کو نہ میرے کریم
پتھر کا ان کا دل ہے یہ ہیں بے نیاز عشق

وہ پائے شوق دے کہ جو ہون تیری راہ میں
نا آشنائے جادۂ کوئی مجاز عشق

تو اور محو حسن تحیر فزا دریغ !
میں اور آہ! شیوۂ عجز و نیاز عشق

پتلا بھی میرے خاک کا جب یہ نیاز تھا
تیری گلی میں جب سے ہو نہیں خاکباز عشق

اے شمع! بیقرار ہو تو اور میں جلاون
میں تجھکو دون تپش تجھے دے تو گداز عشق

میں گردباد کوئی ملامت ہون خضر راہ!
مجھکو کہان خیال نشیب و فراز عشق

ہستی ہے میری صورت آئینہ خیال
ہون میں طلسم جلوۂ حیرت طراز عشق

وہ روشناس سوز محبت ہون میں سرور
پہلو میں داغ عشق ہون دل میں گداز عشق

دل بیقرار سو جا

کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا
کہ گذر گئی شب آدھی۔ دل بیقرار سو جا

یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی۔ یہ ہوا کے سرد جھونکے
تجھے دے رہی ہے لوری۔ میرے غمگسار سو جا

یہ تیری صدائے نالہ مجھے متہم نہ کر دے
میرے پردہ دار سو جا۔ میرے راز دار سو جا

ابھی وہان یان ہے تو نہیں عاشقی کے قابل
یہ تپش کا آہ شیوہ۔ نکر اختیار سو جا

مجھے خون رلا رہا ہے۔ ترا دمبدم تڑپنا
ترے غم میں آہ! کب سے ہون اشکبار سو جا

نہ تڑپ پڑے مین یہ ظالم! تجھے گود میں اٹھاون
تجھے سینے سے لگاون! تجھے کرون پیار سو جا

تجھے ہجر کا ہی تصور۔ ارے مست جام الفت ۔۔۔ انہیں انکھڑیوں کے صدقے، اسیر بادہ خوار سوجا

تجھے پہلا سابقہ ہے. شب غم بُری بلا ہے
کہیں مر مٹے نہ ظالم، دل بیقرار سوجا

ماں کی لوری

نہ وہ گول گول سورج۔ نہ وہ کرنیں ہیں سنہری ۔۔۔ نہ شفق کی ہے وہ سرخی۔ نہ وہ گہری گہری رنگت
شب ماہ چاندنی کی۔ ہے عجب بہار دلکش ۔۔۔ جو ہوا ہے بھینی بھینی۔ تو نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی
ہوئی شام چھپ گیا دن۔ نکل آئے چاند تارے

ہے عجب سکوت افزا شب ماہ کا بھی منظر ۔۔۔ یہ سماں ہے پیارا پیارا۔ کہ طلسم سحر و فسون
نہ وہ گیت قمریوں کے نہ صدا ہے بلبلوں کی ۔۔۔ نہ سرود خواں ہیں چڑیاں۔ نہ غزل سرا کبوتر
کہ پرندگاں کے مجمع۔ سوئے آشیاں سدھارے

کبھی بن بہار کے ہیں کبھی ہیں سہانی گھڑیاں ۔۔۔ کبھی جھڑ رہے ہیں پتے کبھی ہے خزاں کا موسم
کبھی خاک اڑ رہی ہے کبھی گرمیوں کی رُت ہے ۔۔۔ کبھی غل ہیں بادلوں کے کبھی مینہ کی ہیں جھڑیاں
ہے عجب بہار قدرت کہ ہیں نت نئے نظارے

یہ کرے جو نور کے ہیں۔ نہیں خالی انکی بستی ۔۔۔ ہے کہیں پہاڑ انمیں۔ کہیں ہیں دشت و صحرا
کہیں بہہ رہے ہیں دریا۔ کہیں وادیوں کا منظر ۔۔۔ کہیں اُگ رہا ہے سبزہ کہیں ہے گھٹا برستی
کہیں ننھے ننھے پودے۔ کہیں پھول پیارے پیارے

ابھی شام ہو رہی تھی۔ ابھی تھی افق پہ سرخی ۔۔۔ ابھی ڈھل رہا تھا سایہ۔ ابھی آسمان تھا نیلا
ابھی دن ہوا ہے آخر۔ ابھی پڑ رہی تھیں کرنیں ۔۔۔ ابھی چھپ رہا تھا سورج۔ ابھی چاندنی ہے چھٹکی

ابھی آگ کا تھا گولہ۔ ابھی آگ کے شرارے

ہوئیں کم وہ ہونکیں۔ جو تھی زمین دھنسناہٹ — نہ رہا وہ غل غپاڑہ کہ ہے ہر طرف خموشی
تہ لوگی اب صدا ہے۔ نہ وہ فاختہ کی کوکو — نہ وہ تیز تیز جھونکے نہ ہوا کی سنسناہٹ

کہ ہے محو خواب سبزہ لب نہر آلکنارے

نہیں محویت یہ اچھی۔ میرے لال راتو سوجا — کہ ہو رات بھر کی مہمان۔ یہ بہار بزم قدرت
نہ یہ آسمان رہیگا۔ نہ یہ انجمن رہیگی — کبھی تاروں کی ہے حسرت کبھی چاند کی تمنا

یہ بتا رہے ہیں مجھکو تیرے آنکھوں کے اشارے

میں تھپک تھپک کے کب سے تجھے دے رہی ہوں لوری — کبھی چومتی ہوں ماتھا کبھی لیتی ہوں بلائیں
مری چھاتی سے لپٹ جا نہ ہو بیقرار اتنا — میری آنکھ ہے جھپکتی۔ کہ گذر گئی شب آدھی

تیرے صدقے جاؤں سو جا میری آنکھ کے تارے

پدمنی

عندلیبوں کو ملی آہ و بکا کی تعلیم — اور پروانوں کو دی سوز وفا کی تعلیم
جب ہر اک چیز کو قدرت نے عطا کی تعلیم — آئی حصے میں تیرے ذوق فنا کی تعلیم

نرم و نازک تجھے اعضا دئے جلنے کیلئے
دل دیا آگ کے شعلوں پہ پگھلنے کے لئے

رنگ تصویر کے پردہ میں جو چمکا تیرا — خود بخود لوٹ گیا جلوہ رعنا تیرا
ڈھال کر کالبد نور میں پتلا تیرا — ید قدرت نے بنایا جو سراپا تیرا

بھر دیا کوٹ کے سوز غم شوہر دل میں

رکھدیا چیر کے اک شعلۂ مضطر دل میں

تو وہ تھی شمع کہ پروانہ بنایا تجھکو ۔۔۔ تو وہ لیلیٰ تھی کہ دیوانہ بنایا تجھکو
رونق خلوت شاہانہ بنایا تجھکو ۔۔۔ نازش ہمت مردانہ بنایا تجھکو

ناز آیا ترے حصے میں۔ ادا بھی آئی
جان فروشی بھی محبت بھی۔ وفا بھی آئی

آئی دنیا میں جو تو حسن میں یکتا بنکر ۔۔۔ چمن دہر میں پھولی گل رعنا بنکر
رہی ماں باپ کی آنکھوں کا جو تارا بنکر ۔۔۔ دل شوہر میں رہی خال ہویدا ہوکر

حسن خدمت سے شگفتہ دل شوہر رکھا
کہ قدم جادۂ طاعت سے نہ باہر رکھا

تیری فطرت میں مروت بھی تھی غمخواری بھی ۔۔۔ تیری صورت میں ادا بھی تھی طرحداری بھی
جلوۂ حسن میں شامل تھی نکوکاری بھی ۔۔۔ در آیا ترے حصہ میں تو خودداری بھی

آگ پر نہ تجھے آہ! مچلتے دیکھا
تپش حسن کو پہلو میں نہ بدلتے دیکھا

تو وہ عصمت کی تھی ادا۔ آئینہ سیما تصویر ۔۔۔ حسن سیرت سے تھی تیری منجلا تصویر
لاکھ تصویر دلہن سے تھی اک تیری زیبا تصویر ۔۔۔ تجھکو قدرت نے بنایا تھا سراپا تصویر

نور ہی نور ترے جلوۂ منور میں تھا
انجم ناز کا جھرمٹ رخ پر نور میں تھا

لب میں اعجاز مسیحا چشم فسوں ساز میں تھی ۔۔۔ کہ قیامت کی ادا تیرے ہر انداز میں تھی
شکل یہ برق جو تیرے دیدۂ غماز میں تھی ۔۔۔ جو تماشا ہے ترے جلوۂ غمزہ کہ ناز میں تھی

یہ وہ بجلی تھی قیامت کی تڑپ تھی جس میں
شعلۂ نارِ عقوبت کی تڑپ تھی جس میں

یہ وہ بجلی تھی جو تیغِ شرر افشاں ہو کر
کوندا اٹھی قلعۂ چتوڑ میں جولاں ہو کر
یہ وہ بجلی تھی جو سوزِ غمِ حرماں ہو کر
خاک سے لوٹ گئی تیرے پشیماں ہو کر

یہ وہ بجلی تھی۔ تجھے جس کے اثر نے پھونکا
رفتہ رفتہ تپشِ سوزِ جگر نے پھونکا

آہ! وہ عشوہ و انداز و ادا کی دیوی!
آہ! اے ہند کے ناموس وفا کی دیوی!
آہ! وہ پرتو انوار کی دیوی تھی!
اور زیارت کدہ شرم و حیا کی دیوی!

تیری تقدیس کا قائل ہے زمانہ ابتک
تیری عفت کا زبان پر ہے فسانہ ابتک

آفریں ہے تیرے جانبازی و ہمت کیلئے
آفریں ہے تیری عفت تیری عصمت کیلئے
کیا مٹائیگا زمانہ تیری شہرت کے لئے
کہ چلی آتی ہے اک خلق زیارت کے لئے

نقش ابتک تیری عظمت کا ہے چھایا دل میں
تو وہ دیوی ہے تیرا لگتا ہے میلا دل میں

آجا

(تضمین بر غزل بیان)

دل بیتاب کو سینے سے لگا لے آجا
کہ سنبھلتا نہیں کمبخت سنبھالے آجا
پاؤں ہیں طول شب غم نے نکالے آجا
خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹا لے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

صورت سایہ ہوں افتادہ اُٹھا لے آجا ایڑیاں خستہ ہیں اور زخم ہیں لیے آجا
خار صحرا میں زبانیں ہیں نکالے آجا بیکسی پر میری خون روتے ہیں چھالے آجا

راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

نہیں خورشید کو ملتا تیرے سایہ کا پتہ کہ بنا نور ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ تیرے چاند سے مکھڑے کی ضیا کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا

اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

اے مسیحا تیرے بیماروں میں کیا رکھا ہے رخت ہستی تیرے کوچے سے اٹھا رکھا ہے
تیری فرقت میں وصال انکا ہوا رکھا ہے دم تیرے دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہے

لے رہے ہیں تیرے بیمار سنبھالے آجا

دل ہی دل میں میرے ارمان گھلے جاتے ہیں خاک پر گر کے ڈر اشک رُلے جاتے ہیں
تیری رسوائی پہ کمبخت تُلے جاتے ہیں ہوں سیہ کار میرے عیب کھلے جاتے ہیں

کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آجا

ہائے واماندگی و وسعت دامان صراط المدد المدد اے خضر بیابان صراط
ہر قدم پر نگہ یاس ہے دیاران صراط دیکھتے ہیں تجھے پھر پھر کے ضعیفان صراط

ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جو اُدھر عندر نزاکت نے کہا مرحبا بڑھ کے ادھر شاہد وحدت نے کہا
آ بلائیں تیری لوں جوش محبت نے کہا پہنچا محبوب تو نشاط قدرت نے کہا

خلوت راز میں اے ناز کے پالے آجا

تیرے دیوانے کو زنجیر طلائی بخشی　　　جوہر آئینہ دل کو صفائی بخشی
بادشاہوں کو تیرے در کی گدائی بخشی　　　ہمنے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی
اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا

بھینی بھینی گل توحید کی نکہت ہے یہاں　　　واہ کیا رنگ ہم آہنگی صحبت ہے یہاں
ابر رحمت ہے یہاں بوئے محبت ہے یہاں　　　رنگ وحدت ہی یہاں غنچۂ خلوت ہی یہاں
اے گل گلشن لولاک لما سے آجا

آبگینہ ہے مئے درد نہاں کا سینہ　　　یا زمانہ ہے کوئی سوز نہاں کا سینہ
تختۂ گل ہے تیرے سوختہ جان کا سینہ　　　صورت لالہ ہے پر داغ یہاں کا سینہ
پڑ رہے ہیں تیرے بیمار کے لاے آجا

غزل

شب وصال مزہ دے رہی ہے تو تیری　　　لبوں سے گھولتی ہے قند گفتگو تیری
مسل سمجھ کے دل دردمند کو میرے　　　کہ آئیں رہتی ہے بیدرد آرزو تیری
تیری زبان کو بگاڑا رقیب بدخو نے　　　کہ بات بات پہ گالی تو تھی نہ خو تیری
لگا رہا ہے حنا کون تیرے ہاتوں میں　　　گرا رہی ہے مجھے تھوڑی آرزو تیری
تیری سکوت میں بھی اک ادا نکلتی ہے　　　کہ ہے چھپی ہوئی پردے میں گفتگو تیری
نہ چاک کر دل بیتاب کو میرے ظالم!　　　تحمل کے ہو کہیں رسوا نہ آرزو تیری
کبھی ہے قصد حرم کا کبھی ہے عزم کنشت　　　کشاں کشاں لئے پھرتی ہے جستجو تیری

عروسِ حُبِ وطن

آ! اے عروسِ حُبِ وطن! میرے بر میں تو — آنکھیں تیرے تلاش میں ہیں محوِ جستجو
آ! اے نگار! تجھکو گلے سے لگاؤں میں — آ! مجھسے ہمکنار ہو اے شوخ خوش گلو
وہ دن خدا کرے کہ مناؤں شبِ وصال — گردن ہو تیری اور میری دستِ آرزو
زانو ہو تیرا اور سرِ شوریدہ ہو میرا — میرا مشامِ جان ہو تیری زلفِ مشکبو
تیری شرابِ عشق کا آنکھوں میں ہو سرور — خلوت میں ہو نہ ذکرِ مئے و شیشۂ و سبو
لپٹوں میں بیخودی میں جو تجھسے شبِ وصال — باہیں تیرے گلے میں ہوں لب پر یہ گفتگو
ٹوٹیں وہ پاؤں جنکو نہ تیری تلاش ہو — پھوٹے وہ آنکھ جسکو نہو تیری جستجو
وہ گھر ہو بےچراغ جہاں تیری ضو نہو — وہ دل ہو داغ جسمیں نہو تیری آرزو
دنیا و آخرت میں نہ انجام ہو بخیر — تیرے سوا جو غیر کی ہو مجھکو جستجو
حوروں پہ میں مروں تو جہنم نصیب ہو — کافر ہوں میں جو مجھکو بتوں کی ہو آرزو
ناقوس اور اذان میں نہیں قیدِ کفر و دین — اُس کیلئے کہ جسکا پرستش کدہ ہی تو
گنگا نہائے شیخ۔ اگر تیرا حکم ہو — تیرا اشارہ ہو۔ تو برہمن کرے وضو
تیرا طریقِ عشق ہی ایمان ہے میرا — تیرے فدائیوں میں ہوں اے شمع خوبرو

جلوہ نہو کسی مسِ رعنا کا سامنے
وہ دن خدا کرے کہ ہو آنکھوں میں تو ہی تو

عُروسِ برشگال

تو کہاں ہے؟ اے ناطورۂ ناز آفریں ۔۔۔ اب وہ شوخی ہے نہ وہ نقش و نگار دلنشیں
اودے اودے اب گھٹاؤں کا وہ آنچل ہے کہاں ۔۔۔ ہلکی پھلکی اب کہاں ہے وہ نقابِ شبنمیں
آسمان پر اب کہاں وہ پارۂ ابرِ سیاہ ۔۔۔ دوشِ نازک پر کہاں اب آہ! زلفِ عنبریں
اب کہاں آنکھوں میں ڈورے وہ شفق کے سرخ سرخ ۔۔۔ اب وہ مستانہ نگاہیں ہیں، نہ چشمِ سرمگیں
ہلکی ہلکی آہ! وہ ساون کی جھڑیاں اب کہاں ۔۔۔ اُبھرے سینے پر پسینے کے وہ چھینٹے اب نہیں
وہ سنہری اب کہاں بجلی کی چھاگل پاؤں میں ۔۔۔ اب کہاں ہے گھنگروؤں کی وہ صدائے دلنشیں
اب کہاں کوئل کے نغموں کی سُریلی تان وہ ۔۔۔ ہائے! وہ دلکش ترانے ہیں کہاں سحر آفریں
نیلگوں آنکھوں میں وہ سرمے کے ڈورے اب کہاں ۔۔۔ سرمگوں اودی گھٹا سے اب کہاں چرخِ بریں
کر رہی ہے لیلیٔ شب آہ! اب آراستہ ۔۔۔ چھوٹے چھوٹے خوشنما تاروں کی افشاں سے جبیں

اب کہاں تیری ادائیں اے عروسِ برشگال
ہائے! وہ دلکش فضائیں اے عروسِ برشگال

اب کہاں آنکھوں میں وہ مستیِ ایوانِ حسن ۔۔۔ اب کہاں وہ جامہ زیبی، اب کہاں شانِ حسن
اب کہاں پھولوں کا آنچل اب کہاں بادِ نسیم ۔۔۔ اب کہاں وقتِ سحر وہ جنبشِ دامانِ حسن
اب نکیلی وہ کہاں جوہی کی کلیوں کی ادا ۔۔۔ وہ کلیجے میں کہاں چبھتے ہوئے پیکانِ حسن
اب حسینوں کی کہاں ندیوں میں الہڑ وہ چال ۔۔۔ اب کہاں سیلِ رواں ہیں آہ! وہ طوفانِ حسن
اب وہ جھرنوں میں کہاں عالم فریبی کی ادا ۔۔۔ اب کہاں نہروں میں وہ کیفیتِ سیلانِ حسن
اب کہاں قوسِ قزح کے سرخ نارنجی وہ رنگ ۔۔۔ ہائے! وہ دن، آسمان تھا جب نگارستانِ حسن

وہ بھی رُت تھی کیا سہانی۔ وہ بھی کیا پیارا سماں ‌‌ ‌‌ خارِ صحرا آہ! جیسے پنجۂ مژگانِ حُسن

آ رہی ہر گُل سے ہی بانگِ شکستِ رنگ و بُو ‌‌ ‌‌ اور شعلوں کر دُنو نے توڑا آہ! کیا پیمانِ حسن

جوشِ گُل۔ جوشِ نمو۔ جوشِ چمن۔ جوشِ سحاب ‌‌ ‌‌ تیرے جسم کے آہ! چاروں تھے مئے جوشِ شبابِ حُسن

لیگئی تو ساتھ اپنے آہ! کیا کالی گھٹا

بادہ نوشوں کے ہے لب پر ہائے متوالی گھٹا

تو کہاں ہے؟ آہ! اے آرامِ جانِ بیقرار ‌‌ ‌‌ تیرے نظارہ کو وا ہیں دیدۂ اختر شمار

تیرے رگ رگ میں بھری تھی دلفریبی کوٹ کر ‌‌ ‌‌ کتنے دلکش آہ! ظالم تھے تیرے نقش و نگار

ہلکے ہلکے پھول سے چہرے پہ پھولوں کی نقاب ‌‌ ‌‌ اُبھرے سینے پر جوانی کے وہ دو نورس انار

اُف! وہ مستی پہ تیری اک ادا آتی ہوئی ‌‌ ‌‌ جس طرح جوبن کی متوالی ہو چنچل کوئی نار

اودے اودے وہ گھٹائیں ٹھنڈی ٹھنڈی وہ چلی ‌‌ ‌‌ ردیپ پر آئی ہوئی وہ آہ! بگلوں کی قطار

نازنینوں کا وہ ڈالیوں میں جھولا جھولنا ‌‌ ‌‌ وہ سُریلی آہ! تانیں سا اور دو سا ونکے ملار

چوڑیاں وہ دھانی دھانی۔ چندریاں وہ سُرخ سُرخ ‌‌ ‌‌ وہ جوانی کی امنگیں اور وہ ساون سنگھار

ننھی ننھی انگلیوں میں اُف! وہ ساون کی حنا ‌‌ ‌‌ لمبی لمبی چوٹیوں میں آہ! وہ بیلے کے ہار

آہ! یہ اگلے مناظر یاد آجاتے ہیں جب ‌‌ ‌‌ دِل نکل پڑتا ہے پہلو توڑ کر بے اختیار

اُف! تیری رنگین ادائی اے عروسِ برشگال

تو دلہن بنکر تھی آئی اے عروسِ برشگال

———— ۰:۰ ————

چشمۂ وطن

جاری رہیگا یون ہی تو او وطن کے چشمے — انداز خوش خرامی ہرگز یہ کم نہ ہونگے
اے غمگسار طفلی لیکن یہ غم ہے مجھکو — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

گزرے گا سبزہ زارونمیں کھیلتا ہوا تو — موجون میں تیرے دلکش کیا پیچ و خم نہ ہونگے
یون ہی رواں رہیگا تو سبز وادیونمیں — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہونگے

ملتی رہینگی تو یونہی پھولون کی تیری بیلین — جھونکے نسیم کے یہ کیا صبحدم نہ ہونگے
تیرا کرینگے یونہی مرغابیون کے جوڑے — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہونگے

کھیلا کرینگی تجھسے سورج کی کرنین دن میں — کیا شب کو چاندنی کے سامان بہم نہونگے
رونق یہی رہیگی تیری او وطن کے چشمے — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہونگے

سرزمین وطن

آہ او جنت کی دیوی او وطن کی سرزمین — آسمان کی او پری او فردوس کی او حور عین
تھی چمن آرائے گیتی تیرے گلشن کی بہار — یاد آیا سکہ تھی تو نازش خلد برین
ٹھنڈی ٹھنڈی آہ تیری بوئے پرور وہ جھونکے — بھینی بھینی آہ وہ موج نسیم عنبرین

وہ بہارِ لالۂ صحرا۔ وہ دشت پُر فضا روپ پر آئے ہوئے وہ تیری گنج دلنشین
تیرے شاخون کا چکنا آہ! وہ ستانہ وار جھومتی ہو لشین جیسی کوئی ناز آفرین
پیارے پیارے آہ! کوئل کی سُریلی وہ صدا جیسے گائے زہرہ وش کوئی لب جو بھیروین
آسمان کے منہ پر آنچل بدلیون کا خوشنما ہلکی ہلکی بادلے کی وہ نقابِ ریشمین
سبزہ زارون میں وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ٹھہری چاندنی آبشارون میں وہ شب کو پرتوِ ماہِ مبین
وہ سہانا آہ! جنگل۔ وہ نہال میوہ دار میٹھے میٹھے وہ ثمر لذت فروشِ انگبین
وہ تبسم برق کا اور کالی کالی وہ گھٹا لیلیٰ وش اک نازنین۔ اک لعبتِ خندہ جبین
وہ سجی کمسنی کی ننھی ننھی کلیون میں ادا بھینی بھینی ان مین نکہت شاہدِ پردہ نشین

تجھ میں رعنائی تھی کیا کیا اے وطن کی سرزمین
شانِ محبوبی تھی کیا کیا اے وطن کی سرزمین

ہائے وہ دلکش مگر تیرے مناظر اب کہان اب کہان وہ شاہدِ قدرت کی بزم آرائیان
جھوم کر چلتی ہے اب بھی تیرے گلشن میں نسیم لیکن اگلی سی کہان وہ چال میں اٹکھیلیان
روح افزا آہ! کتنے تھے وہ ایامِ بہار بوئے گل سے جب معطر تھا مشامِ شوقِ جان
تیری کشتِ آرزو کا ہے خدا حافظ کہ اب گرم جولان برق ہے ابرِ سیہ ژالہ فشان
تو وہ تفتیدہ جگر ہے آہ! اے خاکِ وطن سو شرارِ آرزو ہیں راکھ میں تیرے نہان
اب کہان تیرون کے پیکان دل میں ہیں چبھتے ہوئے رہ گئی ہے گو اب باقی نہ ہی جنکی داستان
جوششِ غم سے ہی اب یروزمین خونابہ ریز کہہ رہی ہے اک یہ دانا کے تیغ دو زبان

اے وطن کی سرزمین! تصویرِ عبرت اب ہے تو
صفحۂ ہستی پہ یعنی نقشِ حسرت اب ہے تو

خاکِ وطن

آہ! اے خاکِ وطن! اے سرمۂ نورِ نظر — آہ! اے سرمایۂ آسائشِ جان و جگر
تیرے دامن میں شگفتہ تھے کبھی قدرت کے پھول — گندھ رہے تھے تیری چوٹی میں کبھی وحدت کے پھول
جب مسلط خلق پر تھی خوابِ غفلت کی گھٹا — موتی برساتی تھی تجھ پر ابرِ رحمت کی گھٹا
لوٹتا تھا شب بھر قمر تھا سبزہ زاروں میں تیرے — کھیلنے آتا تھا سورج آبشاروں میں تیرے
تیرے کنجوں میں ترنم ریز تھے مرغانِ قدس — تیرے ویرانے میں بھی خاکِ وطن تھی شانِ قدس
رفعتِ نامِ فلک تھی تیری پستی میں نہاں — عظمتِ کونین تھی شرارِ روح ہستی میں نہاں
جب تمدن کا بندھا عالم میں شیرازہ نہ تھا — شاہدِ قدرت نے جب رخ پہ ملا غازہ نہ تھا
بادۂ تہذیب سے خالی تھا جب یورپ کا خم — ایشیا کا آہ جب بیڑا تھا تاریکی میں گم
جب نہ تھی یونان میں علم و ہنر کی روشنی — جلوہ افروزِ خرد تھی تیرے گھر کی روشنی

آہ! اے خاکِ وطن اے جوہرِ کانِ علوم — آہ! اے شمعِ ادب اے ابرِ نیسانِ علوم
جلوۂ نورِ روزِ ازل کی آہ! تو تنویر تھی — خلد کی دیوی تھی تو عفت کی تو تصویر تھی
بزمِ قدرت میں نہ تھی جب جاں نوازی کی ادا — حسن میں تیری تھی شانِ بے نیازی کی ادا
تو اٹھی تھی جس سے وہ خلدِ بریں کی خاک تھی — سرمۂ چشمِ ازل تیری جبیں کی خاک تھی
ڈر رہا تھا پرچمِ جم جاہی اکبر یہیں — رزمگہ میں تو فشاں رانا کا تھا خنجر یہیں
شان اونچی تھی تیری اونچا گھرانا تھا تیرا — بام دورا و نچے تھے۔ اونچا آستانہ تھا تیرا
نجمِ شہرت جو کبھی تھی شوکتِ افلاک کی — تھے وہ اے خاکِ وطن! ذرے یہیں کی خاک کے

اُف ری تیری شعلۂ زن محبت کی تپش
تیرے پروانوں کے دلمیں تھی قیامت کی تپش
کھینچکر جذبہ جو لایا گھر سے باہر کو تیرا
لے اُڑا یونان سے سودا سکندر کو تیرا

آہ! اے خاکِ وطن! اے خانہ آرائے ہنر
آہ! اے جولانگہ برقِ تماشائے ہنر
تو وہی ہے اب بھی اور تیرے مناظر ہیں وہی
تھے جو پہلے۔ اب بھی قدرت کے مظاہر ہیں وہی
اب بھی تیرے آبشاروں کی فضا ہے خوشگوار
اب بھی تیرے سبزہ زاروں کی ہوا ہے خوشگوار
اب بھی ہیں زرخیز تیرے آہ! قطعاتِ زمین
سیر کے قابل ہیں اب بھی تیرے کنج دلنشین
غنچہ و گل ہیں وہی۔ اور ہے وہی شانِ چمن
تھے جو پہلے ہیں وہ اب بھی سرو ریحانِ چمن
جنبشِ بادِ صبا میں جان فزائی ہے وہی
سبزۂ صحرا میں اب بھی دلربائی ہے وہی
حسنِ قدرت آہ! اب بھی تیرے میدانونمیں ہے
اب بھی اک شانِ دلاویزی بیابانونمیں ہے
چوٹیاں اب بھی ہمالہ کی وہی ہیں سربلند
پھینکتی ہیں اب بھی کرنیں چاند سورج کی کمند
تازگی اب بھی ہے تجھپر سر بسر چھائی ہوئی
ولولوں میں دل کے پستی ہے مگر چھائی ہوئی

آہ! اے خاکِ وطن! اے [illegible]
آہ اے شوریدہ قسمت! اے پریشان روزگار
اُڑ رہا تھا پرچم شوکت افلاک پر
سرنگوں ہے تیری عظمت کا نشانِ عالمگیر
تیری شہرت کے نگین خاکِ عدم میں ہیں نہاں
اب نہ وہ تخت مرصع ہے نہ تاجِ زرفشاں
جھلملا کر بجھ گئے سب تیرے ایوان کے چراغ
ہیں جگر کے داغ اب تیرے شبستان کے چراغ
اُتر گیا نورِ سحر تاریکیٔ غم چھا گئی
تیرا اقبال ڈوبا۔ شامِ ماتم چھا گئی
اُڑ گئی بوئے وفا حُبِ وطن جاتی رہی
چھا گیا رنگِ خزاں۔ شانِ چمن جاتی رہی
اب کہاں اشیا نفس۔ اور اب وہ جانبازی کہاں
حسرتیں خون گشتہ ہیں کچھ دلکی بستی میں نہاں

پھر بھی اے خاک وطن اُف ری وفاداری تیری — چار سوئے دہر میں نہر کرم جاری تیری
تیرے جنگل آب بھی ہیں خاک وطن بہان نواز — تیرے پتلے میں ہے قدرت کی ادائے جان نواز

معرکۂ عشق

مرحبا مرحبا اے شاہد رعنائے جمال — حبذا حبذا اے لعبت زیبائے جمال
مرحبا مرحبا اے انجمن آرائے جمال — حبذا حبذا اے برق تجلائے جمال

شوخی حسن خود آرا ہے قیامت تیری
ہے ہر اک پیکر تصویر میں صورت تیری

جلوہ گر ہے جو ترا عشوۂ جانانہ حسن — بزم قدرت کا مرقع ہے پریخانہ حسن
تیری محفل میں مہ و مہر ہیں پروانہ حسن — کہ تجلی ہے تری زینت کاشانہ حسن

بزم ہستی میں وہ آئینہ خود بیں ہے تو
ہو کے ظاہر بھی حجاب رخ تزئین ہے تو

لاکھ پردوں میں ہے چھپی بھی تری تصویر عیاں — کہ ہے بے پردہ ترے حسن کا انداز نہاں
تو ہے وہ عشوہ گر حسن و صناع جہاں — کہ ترے وصف میں قاصر ہے فرشتوں کی زباں

جلوہ افروز جو تو پردۂ ایجاد میں ہے
شوخی برق ازل حسن خداداد میں ہے

دختر اک والی قنوج کی تھی ماہ جبین — پیکر حسن خداداد و سراپا تمکین
زہرہ وش حور لقا و سمن اندام و حسین — غنچہ لب غیرت گل پاک نظر پردہ نشین

سادگی میں وہ ادا تھی۔ کہ پریزادہ تھی وہ

شوخی حسن میں برق ستم ایجاد تھی وہ

کوٹ کر سحر بھرا چشم فسوں ساز میں تھا　　لب میں اعجاز تھا۔ جادو نگہ ناز میں تھا
فتنہ حشر کا عالم قد طناز میں تھا　　جلوہ برق ازل حسن کے انداز میں تھا

فتنہ حشر تھے گیسوئے معنبر دونوں
کہ درازی میں تھے قامت کی برابر دونوں

قد میں وہ فتنہ گری تھی کہ قیامت تھی نثار　　رخ میں وہ جلوہ گری تھی کہ قمر آئینہ وار
دن مرادوں کے تھے اور جوش جوانی کا ابھار　　نشۂ حسن میں رہتی تھی وہ ہر دم سرشار

شکل زیبا بھی عجب۔ اسپہ عجب زیبا نام
یعنی اُس لعبت زیبا کا تھا جگنا نام

حور فردوس تھی۔ دخت سمن اندام نہ تھی　　تھی پرستان کی پری شاہد گلفام نہ تھی
صدمہ عشق سے آگاہ وہ خود کام نہ تھی　　گردش چشم سیہ۔ گردش ایام نہ تھی

مرغ جاں پھنس کے کسی زلف کا نخچیر نہ تھا
دل کو اندوہ گراں باری زنجیر نہ تھا

تھی جو دوشیزہ وہ ناظورۂ عصمت پیکر　　اُس مسیحا کو نہ تھی درد محبت کی خبر
شہ نے جب دیکھا کہ ہے قابل شادی دختر　　چولی دامن کا تعلق ہوا منظور نظر

دل میں سوچا کہ سیانی ہوئی اب دخت حسین
کسی آغوش کے ہالے کی بنے ماہ جبین

اُس زمانے میں جو تھی رسم سوئمبر کی ضرور　　منعقد کی شہ ذیجاہ نے اک بزم سرور
سنکے شادی کی خبر حسب رواج و دستور　　رونق افروز ہوئے بزم میں شاہان غیور

جمع اُس غیرتِ یوسف کے خریدار ہوئے
دولتِ حُسن کے چرچے سر بازار ہوئے

بھونرے منڈلاتے ہوئے سوئے گل تر آئے
اُڑکے فانوس پہ پروانہ مضطر آئے
جاں نثاران وخادم پئے اکسر آئے
سرفروشی کو ہتھیلی پہ لئے سر آئے

جلوہ افروز نگر راجۂ دھلی نہوا
قیس آشفتہ پئے غیرت لیلیٰ نہوا

آہ بے چند کو کب تھی گوارا تحقیر
ہوا برگشتہ ندامت سے مزاج دگیر
آج دہلی کو جو منظور نظر تھی تشہیر
سر محفل نہ دیا حکم کرشہ کی تصویر

صف خدام میں استادہ ہو دربان ہوکر
انجمن میں نہ رہے زیب شبستان ہوکر

ناگہاں بزم میں آیا نظر اک شعلۂ طور
یعنی خلوت سے برآمد ہوئے وہ غیرت حور
حسن وہ حسن سرتا بقدم بقعۂ نور
بادۂ خوش خوانی میں غضب کی مخمور

صف عشاق کو کرتی ہوئی بسمل آئی
ناوک ناز لگاتی سر محفل آئی

خوشنما ساعد سیمین میں وہ کنگنا زیبا
دست نازک حنا آلودہ زیبا زیبا
قد موزوں پہ عروسی کا وہ جوڑا زیبا
گورے گورے وہ جبین چاند سا مکھڑا آنچل

رُخ گلرنگ پہ گلگونۂ شادی کا وہ رنگ
اُسپہ سونے میں سہاگہ تھی جوانی کی امنگ

ہاتھ میں ہار لئے رشک گلستان ہوکر
آئی وہ آفت جاں فتنۂ دوران ہوکر

حسن چمکا جو چراغ تہ داماں ہوکر — رہ گئے اہل نظر بزم میں حیران ہوکر

کون اس آئینہ سیما کا طلبگار نہ تھا
فیصلہ قسمت عشاق کا تھا بار نہ تھا

نگہ ناز سے ایک ایک جوان کو تاکا — اک نشانہ سے ہزاروں دل و جانوں کو تاکا
سونگھا اس پھول کو اس سرو روانوں کو تاکا — حسن اور عشق کے انداز نہاں کو تاکا

نظر آیا نہ مگر عقد کے قابل کوئی
کر سکا آہ نہ صیاد کو بسمل کوئی

جتنے تھے راج کنور پیکر حسرت ہوکر — رہ گئے بزم میں آئینہ حیرت ہوکر
پھر گئی چشم سیہ گردش قسمت ہوکر — کر رہا رہ وہ تصویر کی زینت ہوکر

کسی پروانہ کی گردن میں حمائل نہ ہوا
شعلہ حسن چراغ سر محفل نہ ہوا

سر محفل جو پتنگوں کا نصیبا بگڑا — کھینچ کے اس انجمن عیش کا نقشا بگڑا
شاہزادی سے مزاج شہ والا بگڑا — کہا او دشمن ناموس تیرا کیا بگڑا

بزم میں پیکر آئینہ تزئین ہوکر
رنگ محفل کا بگاڑا بت خودبیں ہوکر

پھر کہا شہ نے کہ اے دختر نکوہیدہ خصال — میری عزت کا نہ افسوس ہوا تجھکو خیال
آہ اے پیکر گوہر یکتائے جمال — تیرے قابل نہیں ہرگز یہ برنجی تمثال

نقش کیوں دل پہ محبت تیری تصویر کی ہے
یہی کمبخت تو باعث میری تحقیر کی ہے

جمع ہیں بزم میں دلدادہ و شیدا اکثر	ہیں ہوا خواہ ترے اے گل رعنا اکثر
سر میں سودا زدہ زلف چلیپا اکثر	تیرے پروانے ہیں۔ اے شمع دل آرا اکثر

کیا کوئی اور نہیں عقد وفا کے قابل
کتنے دل ہیں گرہ زلف دوتا کے قابل

غضب آلودہ سخن یہ سر محفل سنکر	کانپ اُٹھی شعلہ صفت بزم میں وہ رشک قمر
پھر بصد عجز و سماجت ہوئے گویا کہ پدر	آپ مختار ہیں ہیں آپ کی ہوں لخت جگر

منہ سے راجوں کے مگر یہ نہیں زیبا تقریر
دلشکن یہ مجھے کیونکر ہو گوارا تقریر

آپ کی آہ بجا لاؤں ہدایت کیونکر	توڑوں میں رشتہ پیمان محبت کیونکر
ہو گوارا کسی بیگانے سے نسبت کیونکر	اب بنوں غیر کے آغوش کی زینت کیونکر

کسی گردن میں حمائل ہو یہ وہ ہار نہیں
آہ آرائش محفل ہو یہ وہ ہار نہیں

دیکھکر رنگ یہ حیرت زدہ راجا ہوکر	رہ گیا غصہ و اندوہ کا پتلا ہوکر
اس کی چتون جو پھری آہ نصیبہ ہوکر	پا بہ زنجیر ہوئی شاہد رعنا ہوکر

رہی کاہش میں جو پابند سلاسل ہوکر
رہ گئی چاند کا ٹکڑا مہ کامل ہوکر

بیڑیاں آہ پڑیں پانو میں چھاگل بنکر	طوق گردن میں پڑا حسن کی ہیکل بنکر
سایۂ بخت سیہ زلف مسلسل بنکر	دوش نازک پہ پریشان ہوئی آنچل بنکر

زیور حسن جو اُترا نہ سلاسل ہوکر

ہنسلیاں رہ گئیں گردن میں حمائل ہوکر

دل فریبانہ وہ اب حسن کا انداز نہ تھا دم بخود تھے لب جان بخش پہ اعجاز نہ تھا
نشتر جان تھا۔ خدنگ نگہ ناز نہ تھا نقش اندوہ وفا تھا۔ قد طناز نہ تھا

جو سے خون جگری۔ غازہ رعنائی تھی
حیرت۔ آئینہ تزئین میں خود آرائی تھی

پابہ زنجیر جنون وہ گل رعنا ہوکر سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگی کانٹا ہوکر
رہ گئی عشق کے آزار کا پتلا ہوکر گھل گئی درد محبت سے مسیحا ہوکر

بند زنجیر و شمیں بھی وہ مہ کامل کب تک
کر خیال رخ دلدار سے غافل کب تک

نرم و گرم فریق

فخر وطن ہیں دونو۔ اور دونو متفقہ ہیں ہیں پھول اک چمن کے اک نخل کے ثمر ہیں
اے قوم تیرے دکھ کے دونو ہی چارہ گر ہیں دونو جگر جگر ہیں لیکن دگر دگر ہیں

آپس کے تفرقون سے ہیں آہ خوار دونو
اغیار کی نظر میں ہیں بے وقار دونو

مل کر چلو کہ آخر دونوں ہیں بھائی بھائی بھائی سے کیا لڑائی۔ بھائی سے کیا برائی
کب تک یہ خانہ جنگی۔ کب تک یہ خودستائی زیبا نہیں بڑون کو پندار خودنمائی

مل کر گلے نکالو دل کا غبار دونو
اک خاک کے ہو پتلے پایان کار دونو

تا چند یہ فسانۂ غم ہائے متصل کے — غیروں کو کیا دکھاتے ہو داغ اپنے دل کے
آبلے ہوئے ہیں پہلو میں زخم آہ! چھل کے — ہو جائے پار کشتی کوشش کرو جو مل کے
برپا ہے شور طوفاں ہو ہوشیار دوستو
کر دو بھنور سے قومی بیڑے کو پار دوستو
رشک جناں بناؤ ہندوستان کو مل کر — خون جگر سے سینچو اس گلستاں کو مل کر
لہراؤ آسمان پر قومی نشان کو مل کر — دو آب جاں نثاری نوک سناں کو مل کر
میدان جد و جہد کے شہسوار دوستو
حُب وطن پہ کر دو دل کو نثار دوستو

مادر ہند

آہ! یہ جان بخش پانی یہ ہوائے خوشگوار — یہ ثمر شاداب و شیریں میوہ ہائے خوشگوار
ٹھنڈی ٹھنڈی عطر میں مہکی ہوئی باد جنوب — سبز کھیتوں کی فضائیں اور یہ میدانوں کی دوب
ظل شفقت ہو ترا اے مادر مشفق دراز
خاک پر کیا کیا تری تیرے مکینوں کو ہے ناز
اُف یہ تیری چاندنی راتوں کا منظر خوشنما — آہ! یہ اشجار، یہ پھولوں کا زیور خوشنما
تو تبسم تیرے انداز تکلم پر نثار — دل کو کرتی ہیں تری دلکش صدائیں بیقرار
سرزمین عیش ہے اے مادر دلسوز تو
آرزوؤں کی ہے بزم انبساط افروز تو
لاکھوں آوازیں ہیں تیرے گھر میں سرگرم خروش — جان نثاری میں ہیں لاکھوں تیرے دست سرفروش

تو جوانوں کی ہے ہمت، تو دلیروں کی سپر
کانپتے ہیں دشمنوں کے تیری ہیبت سے جگر
نورِ دانش تو، فروغِ جلوۂ ایمان ہے تو
دل ہے تو، سرمایۂ صبر و شکیبِ جان ہے تو
قوتِ بازو ہے میری مادرِ غمخوار تو
سینۂ پرغم میں ہے میرے نفس کا تار تو

تیرا دیو استھان دیوی دل کے کاشانے میں ہے
تیری تصویرِ مقدس ہر صنم خانے میں ہے
لکشمی تو ہے، زمانے میں اُجالا ہے تیرا
ہر کنول کا پھول پانی میں شوالا ہے تیرا
سرستی کا روپ ہے، درگا کا سچا اوتار تو
نطق و دانش کی ہے دیوی، مادرِ غمخوار تو
اُف یہ سندر چھب تیری، یہ سانولی صورت تیری
دل کے مندر کی ہے زینت موہنی مورت تیری

یہ تبسم ہائے شیریں، یہ ادائے جاں نواز
آہ یہ شفقت بھری تیری صدائے جاں نواز
سبزۂ خود رو کا گہوارہ ہے تیری سرزمیں
تختۂ خلدِ بریں ہے تیرا خوش منظر زمیں
پاک گنگا جل سے بڑھ کر ہے ترا آبِ طہور
تیرے پاکیزہ ثمر ہیں میوۂ شاخِ سرور
آسماں کے نور کی ہے جلوہ گاہِ ناز تو
خلق کی ہے پاک دیوی، مادرِ دمساز تو

ادائے شرم

یہ نگاہِ شرمگیں، یہ تیرا اندازِ حجاب
نیچی نظریں ہیں تری، یا عقدۂ رازِ حجاب
لب ہیں جو جاں پروری آنکھوں میں اعجازِ حجاب
دوش پر آنچل ہے یا ہے پردہ سازِ حجاب
پاک دامانی کی تو کھنچتی ہوئی تصویر ہے

جلوۂ حسن تماشا سوز کی تنویر ہے

کہہ رہی ہے چپکے چپکے تیری چشم شرمگیں — "پیکر عفت ہے تو" اے نقش ناز دل نشین
یا زمیں پر جلوہ گر ہے خلد کی اک حور عین — یا کوئی دوشیزۂ رعنا ہے تو اے نازنین

کتنے دلکش اور سادہ ہیں ترے جذبات حسن
تیری خوبو میں نہیں داخل ہیں مصنوعات حسن

آئینے سے آشنا ذوق خود آرائی نہیں — دوش بر دوش تحیر نا شکیبائی نہیں
خود تماشا ہے مگر اپنی تماشائی نہیں — محو تمکین آہ تیری شان برنائی نہیں

اک عجب دلکش مرقع تو یہ قدرت کا ہے
نقش سادہ اک طلسم جلوۂ حیرت کا ہے

بھولی بھولی اف یہ صورت پیاری پیاری یہ ادا — آہ یہ شرمیلی چتون اور یہ آنکھوں کی حیا
یہ خم گردن کا عالم اور یہ زلف دوتا — یہ لب شیریں یہ انداز سکوت جانفزا

نقش عفت ہے مگر تو پردۂ تصویر میں
جلوۂ نور ازل ہے حسن عالمگیر میں

یہ تیری عالم فریبی اور یہ ریعان حسن — بکھرے بکھرے بال اور سمٹا ہوا دامان حسن
عفت و شرم و حیا و ناز ہیں ارکان حسن — بس انھیں دو چار اجزا سے ہے قائم شان حسن

حاجت گلگونہ کیا رخسار زیبا کے لیے
ذوق تزئیں ننگ ہے زلف چلیپا کے لیے

عشوہ جو تیری نگہ اے بعث خوشخو نہیں — سر پہ جو بولے چڑھ کے جو آنکھوں میں وہ جادو نہیں
جس سے اک عالم پریشان ہو یہ وہ گیسو نہیں — جن کے خنجر دامیہ چل جائیں یہ وہ ابرو نہیں

یہ نہیں وہ تیرِ مژگان جنسے بسمل ہو جگر
شہرگِ جان میں جو بن جائیں اُتر کر نیشتر

نیچی نظریں ہیں تیری بیگانۂ ناز و نیاز — اور عیان آنکھوں سے ہے معصومیت کا تیری راز
کتنی دلکش ہے تری اک اک ادائے دل نواز — ہے چھڑی پھولوں کی یا زیرِ ذقن انگشتِ ناز

کھل کے ہنسنا بھی نہیں کو جانتی گویا ابھی
غنچۂ سربستہ ہے اے شاہدِ رعنا ابھی

یادِ وطن

اے نسیمِ صبح! اے پیکِ وفادارِ وطن — ہو اگر تیرا گزر سوئے چمن زارِ وطن
اُن سے کہنا میری جانب سے بصد اظہارِ شوق — ساتھ میں کھیلا کئے برسوں جو غمخوارِ وطن
وا رہا کرتے ہیں شب بھر دیدۂ اختر شمار — بڑھ گیا ہے آہ! حد سے شوقِ دیدارِ وطن
دم لگا رکھا ہے آنکھوں نے تمہاری دید کو — لے رہا ہے اب سنبھالا آہ! بیمارِ وطن
اُنکو ایذا دھوپ کی ہے شب کو کانٹوں کی خلش — مبتلائے دردِ غربت ہیں دلِ افگارِ وطن
دشتِ غربت کا ہے منظر سامنے اک ہولناک — اب نہ بنیادِ وطن ہے وہ نہ آثارِ وطن
رحم اے صحرا نوردی! رخصت اے دشتِ جنون — پاؤں کے چھالوں کو ہے پھر حسرتِ خارِ وطن
تھے عجب حیرت فزائے شوق وہ لیل و نہار — دیدہ و دل آہ تھے جب آئینہ دارِ وطن
دن کو گلگشتِ چمن کے وہ مزے یاروں کے ساتھ — چاندنی میں شب کو لطفِ سیرِ کہسارِ وطن
وہ فضائے لالۂ رنگین ادا، وہ جوشِ گل — اور وہ پھولے پھلے سر سبز اشجارِ وطن
آہ! وہ ساون کے جھولے اور وہ جھونکے سرد تر — وہ لبِ جو رشحۂ ابرِ گہر بارِ وطن

ہلکی ہلکی وہ جھڑی، وہ دلفریبی قوس کی
زرد زرد وہ سورج کی کرنیں، وہ شفق زار وطن

دن کو سورج کی شعاعون کی وہ چہرے پر نقاب
شب کو وہ تارون کی افشان زیب رخسار وطن

وہ چمن، وہ سبزہ صحرا، وہ کنج دل نشین،
وہ در و دیوار، وہ کوچے، وہ بازار وطن

شب کو جلسون میں حسینون کے وہ لطف بیکشی
وہ جوانی کی امنگین، دل وہ سرشار وطن

میرے سوز زخمون کا مرہم تھی وطن کی چاندنی
میرے سوز دردون کا اک درمان تھا آزار وطن

شام غربت میں چراغ صبح ہون اے چارہ گر
میہمان ہون کوئی دم کا، ہون وہ بیمار وطن

آخری سانسیں لے رہا ہون میں وطن کی یاد میں
لب پہ نالون کے عوض ہے آہ! تکرار وطن

پھرتی ہے آنکھون میں تصویر وطن، ہائے بیکسی!
نزع کے عالم میں بھی ہون محو دیدار وطن

اپنی صحبت سے نکالا کیون مجھے اے ہمدمو!
میں درانداز وطن تھا، اور نہ عیار وطن

تمکو یہ ناز تغافل، اور مجھے یہ عجز و شوق
آفرین ہے تمکو یاران وفادار وطن

معجزہ ہے وادی غربت میں کانٹون کی خلش
آ کلیجے سے لگا لون تجھکو سو خار وطن

رنج غربت سہتے سہتے تو بھی آخر مر مٹا
اے دل جانداده غم! اے طلبگار وطن

میں بناتا میرا بس ہوتا اگر اے غمگسار!
تیری اک چھوٹی سی تربت زیر دیوار وطن

شمع و پروانہ

کسی حسین کی تھی محفل میں شب کو جلوہ فروز
کہا یہ شمع نے پروانے سے کہ اے دل سوز

میں آگ ہون مرے شعلے پہ تھرتھرا کے نہ گر
کڑی یہ آگ ہے، دیوانہ وار آکے نہ گر

تڑپ تڑپ کے نہ گرم تپش ہو تو اتنا
خیال رنج میں نہ ہو شو آرزو اتنا

نہیں ہی تو مرے شوق وصال کے قابل — یہ تجھ پہ نہیں تاب جمال کے قابل
گداز شوق سے آتا نہ بیقرار ہو تو — لپٹ کے بزم میں مجھ سے نہ بکنا رہو تو
کڑی ہی آہ! مرے سوز امتحان کی لپٹ — سہی نہ جائیگی تجھ سے گداز جان کی لپٹ
ذرا سی جان ہی، ننھا سا ہے جیا تیرا — ستم کا شوق ہی، اللہ رے، حوصلہ تیرا
مرے گلے کا نہ نادان! ہو ہار محفل میں — تڑپ کے مجھ پہ نہ دے جان زار محفل میں
برا ہی مجھ سے ہو صحبت، ترا خیال غلط — فروغ گرمی ہنگامۂ وصال غلط
نہیں ہی تو مرے سوز و گداز کے قابل — یہ پر نہیں ہیں تمہارے ناز کے قابل

جلا کے دل کو مرے عشق میں گداز نہ کر
میں بے نیاز محبت ہون مجھ پہ ناز نہ کر

صدائے شمع ہوئی یک بیک جو زینت گوش — کہا پتنگے نے۔ اے غمگسار شعلہ فروش
شہید ناز ہون، تیغ زبان دراز نہ کر — جلا ہوا ہون یہ تقریر جانگداز نہ کر
غم اپنے جلنے کا ہو تجھکو، بوالہوس ہی نہیں — گرون نہ لوٹ کے شعلے پہ وہ مگس ہی نہیں
ازل سے لیکے دل دردمند آیا ہون — میں بزم دہر میں بن کر سپند آیا ہون
تو ایک آگ کا شعلہ ہے آہ! محفل میں — وہ سوز دوست ہین شعلے ہزار ہیں دل مین
کڑی ہے آگ محبت کی آگ سے تیری — لگاؤ دل کا زیادہ ہی لاگ سے تیری
وفا سے دور ہے، تو شب کو انجمن میں جلے — ترا شہید نہ سوز غم و محن میں جلے

عطا کیا ہے تجھے جس نے دل پگھلنے کو
اسی نے مجھکو بتایا ہے تجھ پہ جلنے کو

پدمنی کی چتا

اے اجل! ہے آہ یہ کس سوختہ جاں کا مزار
اُٹھ رہا ہے جس سے اب تک دودِ آہِ شعلہ بار

اک نگارِ آتشیں رُخ کے تنِ نازک سے آہ!
آگ کے شعلے لپٹ کر ہو رہے ہیں ہمکنار

تو ہوئی ٹھنڈی نہ اُف ری آتشِ سوزِ دروں
ابرِ رحمت خاک پر برسوں رہا گو اشکبار

تیرے جھونکوں سے وہ آخر بجھ گئی بادِ نسیم
بیکسی میں آہ! اک دلسوز تھی شمعِ مزار

آرزوؤں کی چتائیں ہیں تمناؤں کی خاک
دل میں کیا رکھا ہے اب اے آہِ شعلہ بار

زندۂ جاوید ہیں سوزِ محبت کے قتیل
یہ شرر ٹھنڈے نہ ہونگے بجھ کے تا روزِ شمار

خاک بھی ہو کے نہیں تفتیدگانِ سوزِ عشق
کر سکا اے بادِ صبا! اب تو اثر [illegible]

پھینک دینگے کاٹ کر جڑ تیری اے نخلِ مراد
دیکھنا ہے پھر گرے گی کس پہ یہ برقِ شعلہ بار

کیا جلاتا ہے فلک ہم دل جلوں کو یاد رکھ
جل مرینگے اک نہ اک دن آگ میں پروانہ وار

ہم نہ ہونگے ایک دن اے شعلۂ فانوسِ غم
کچھ دھواں ہوگا ہوا میں کچھ شرر اور کچھ غبار

لوحِ ہستی سے مٹاتا ہے ہمارا نقش کیا
خود ہی مٹ جائیگا اک دن آسمانِ دوں شعار

گھر بنائیں گے کسی اجڑی ہوئی بستی میں اب
بھر گیا جی تجھ سے اے بزمِ نشاطِ روزگار

اور کر لے ہم سے ظالم! چار دن اٹکھیلیاں
خاک اُڑائیگی ہمارے بعد تو بادِ بہار

تو ہے عبرت کی جگہ دنیا یہ کیا معلوم تھا
تیری محفل کو سمجھ کر آئے تھے دارالقرار

ہیں قفس میں کچھ ہمارے بال و پر باقی ابھی
پھر بھی کرنا ایک دن تکلیف برقِ شعلہ بار

رہ گئی اب کے برس بھی حسرتِ دیدارِ گل
کٹ گئی کنجِ قفس میں آہ! ایامِ بہار

ابرِ تر! ہم دل جلوں کی خاک سے ہٹ کر برس
تیرِ باراں سے ہیں بڑھ کر تیری بوندیں ناگوار

ہم نہیں گلچیں، غبارِ خاطرِ سرو و سمن　　باغِ عالم کی ہوا ہے ہم سے کیوں ناسازگار
اُڑ گیا جب آہ! اپنا آشیاں ہی باغباں!　　ہم کو کیا اے خزاں تیرے چمن میں یا بہار
خوابِ ہستی! کس سے ہم تعبیر تیری پوچھتے　　سب کے سب تھے بادۂ غفلت میں سرمستِ خمار
ہم نے پالا تھا دلِ زندہ تجھے کس ناز سے　　کیا خبر تھی، موت کا ہو جائیگا اک دن شکار
سو رہیں گے کھا کے کچھ اک دن تم گر یاد رکھو!　　اب سہے جاتے نہیں تیرے ستم اے روزگار
تیرے جھونکوں نے ہے پھونکی لپٹ بادِ صبا!　　کس گلِ تر کا لئے پھرتی ہے جھولی میں غبار
نور کا پتلا بنایا تھا یدِ قدرت نے ایک　　پھونک ڈالا تو نے اسکو آسمان برق بار
جل کے لپٹوں تجھسے میں لئے شعلۂ جانسوز غم　　ہو گئی نذرِ اجل اک لُعبتِ سیمیں عذار
تھا مکیں میں آہ! جسکی دستِ بیدادِ فلک　　نقشِ عبرت ہو زمیں پر اب وہ حسنِ پردہ دار
دھو رہا ہے آہ! دھبے خون کے کیا بوالہوس　　یہ نہ چھوٹیں گے ترے دامن سے تا روزِ شمار
تیرے ویرانے میں اے چتور اک پردہ نشین　　ایک مدت سے ہے آتش زیرِ پا زیرِ مزار
سوزِ غم سے خاک پر ہے یوں بدلتی کروٹیں　　آگ کے شعلے پہ ہو سیماب جیسے بے قرار
آ رہی ہے دھیمی دھیمی یہ صدائے جانگداز　　میری خاکستر میں اب تک آہ! باقی ہیں شرار

سودائے عشق

مے سوزِ عاشقی کا، جو نصیبِ جام ہوتا　　میں سحر کو بھی نہ بجھتا، وہ چراغِ شام ہوتا
وہ جگر کا داغ بنتا، دمِ حشر بھی نہ مٹتا　　دل و جان کو پھونک دیتا، وہ تپِ دوام ہوتا
نہ میں بجھنے والا شعلہ نہ شرارِ خام ہوتا
شبِ غم میں نکلے ٹپکوں کسی چشمِ تر سے آنسو　　میں ہوں سحر کا تارا، نہیں مجھکو یہ گوارا

شب تار میں چمکتا نہ ہوا یہ بنکے جگنو
جو فروغ عشق دیتا مجھے چرخ فتنہ آرا
یہ جگر پہ داغ کھا کھا کے نہ تمام ہوتا

کسی مہ لقا کے غم میں دم سرد شب کو بھرتا
کسی انجمن میں بنتا میں سرود عاشقانہ
کبھی سر پہ خاک اڑاتا کبھی آہ و نالہ کرتا
مری شور شون کا ہوتا لب خلق پر فسانہ
مرے دشمنوں کو یارب غم ننگ و نام ہوتا

دل بیقرار ملتا جو مجھے مزا تپش کا
مجھے کیا پڑی تھی منت جو میں کرتا چارہ گر کی
جو زمانہ ذوق دیتا مجھے لذت خلش کا
وہ جگر پہ چوٹ کھاتا کسی وحشی نظر کی
مرے زخموں کو نہ ہرگز کبھی التیام ہوتا

جو ازل میں آہ ملتا دل حق شناس مجھکو
نہ بتوں کا عشق ہوتا نہ غم مجاز ہوتا
نہ قلق جفا کا ہوتا نہ وفا کا پاس مجھکو
کسی چشم سرگیں کا نہ شہید ناز ہوتا
کبھی زلف پر شکن میں نہ اسیر دام ہوتا

نہ کسی کی نوک مژگاں کی خلش جگر میں ہوتی
نہ کمند شوق حلقے کسی زلف عنبریں کے
شب غم میں تیرہ دنیا نہ مری نظر میں ہوتی
نہ زمانے بھر کے جھگڑے نہ بکھیڑے تیرے دین کے
مجھے تجھسے کام ہوتا تجھے مجھسے کام ہوتا

نہ چمن میں گل کا شیدا نہ میں عندلیب ہوتا
نہ فلک سے برق گرتی مری شاخ آشیاں پر
ترا داغ سوز الفت جو مجھے نصیب ہوتا
میں شرار بن کے اڑتا شب غم میں آسمان پر
نہ ہلال عید بنتا نہ مہ صیام ہوتا

تو جو بے حجاب ہوتا تو میں زار زار روتا
کہ ازل سے حسن پنہاں کا ہوں تیرے تشنا میں
مجھے شرم دید آتی کہ ہجوم خلق ہوتا
تجھے رشک سے اٹھا کر نہ نگاہ دیکھتا میں

دم حشر تیری رویت کا جو اذن عام ہوتا

پس پردۂ ازل بھی ترے روشناس تھے ہم ۔ تجھے انجمن میں لایا ترا شوق خود نمائی
تری رہگذر میں ہوتی صف خلق یوں نہ برہم ۔ تری چال میں نہ ہوتی جو یہ شان دلربائی

تو قدم قدم پہ اک دل نہ دم خرام ہوتا

کبھی جیتے جی نہ جاتا در بتکدہ سے اٹھ کر ۔ یہیں سر پٹکتا رہتا یہیں سختیاں اٹھاتا
تری جستجو میں پھرتا نہ بہ سان باد صرصر ۔ نہ طواف کعبہ کرتا نہ حرم میں خاک اڑاتا

اگر ان بتوں پہ مرنا نہ مجھے حرام ہوتا

جام مسرت

نوروز

نسیم لائی ہے نوروز کا پیام نشاط ۔ چمن میں پھر نئے سر سے ہے اہتمام نشاط
ترانہ ریز ہیں شاخوں پہ طائران چمن ۔ چٹک کے دیتے ہیں غنچے صلائے عام نشاط
شراب ذوق ترنم سے مست ہے قمری ۔ چمن میں سرو ہے مینائے سبز فام نشاط
نگاہ شوق کو محو بنا رہی ہے بہار ۔ گلوں کے بادۂ شبنم سے بھر گئے جام نشاط
کھلا جو نہیں ابر بہار کا دامن ۔ ہوا کے دوش پہ پھیلا ہوا ہے دام نشاط
نسیم پھرتی ہے صحن چمن میں اترائی ۔ شمیم گل سے ہے مہکا ہوا مشام نشاط
سوار نکہت گل ہو کے جوش صبح بہار ۔ کدا رہی ہے سمند سبک خرام نشاط

بیاض روئے سمن ہے کہ جوش صبح بہار — سواد گیسوئے سنبل ہے یا ہے شام نشاط
بھری ہوئی ہے ہوا میں شراب کی تاثیر — عجب نہیں کہ رگ گل ہو خط جام نشاط
فلک پہ کہتا ہے بادہ کشون سے یہ خورشید — شراب ناب صبوحی سے بھر کے جام نشاط
پیو! پیو! کہ کہان پھر فضائے موسم گل — بہار عمر کہان۔ پھر کہان قیام نشاط
پیو! پیو! کہ کہان پھر ترانۂ نوروز — صدائے عیش کہان پھر کہان پیام نشاط
ٹپک رہی ہے نگاہون سے مستی نوروز — سمن کی آنکھ کی گردش ہے دور جام نشاط
ہر اک چمن ہے طلسم نگار خانۂ عیش — ہر اک گل چمن ہے رنگ مئے دوام نشاط
فلک پہ شاہد خورشید ہے صبوحی کش — زمین پہ پنجۂ رعنائے گل ہے جام نشاط
لنڈھا رہا ہے خم عیش ساقی گردون — خوشا نوید مسرت! خوشا پیام نشاط
ترے کرم سے ہیں محروم اک ہمیں ساقی — ہمیں ہیں اک تری محفل میں تشنہ کام نشاط
نگاہ مہر تری اک فقط ہمیں پہ نہیں — وگرنہ کس پہ نہیں ترا لطف عام نشاط
تمام سال پیا ہو جنہون نے خون جگر — وہ غم نصیب ہیں بھر کے خاک جام نشاط
نصیب میں ہو غم قحط جن غریبون کے — اڑائیں چاپ وہ مٹن کیا وہ تلخ کام نشاط
ازل سے تھا جو مقدر میں آہ! جرعۂ غم — ہمارا خون تھا شربت مئے دوام نشاط
ہوائے گل کا قفس میں دماغ ہے کسکو — سنا نہ ہم کو نسیم سحر پیام نشاط
جلا رہا ہے زمانہ وہ غم نصیب ہیں ہم — ہمارے خون جگر سے چراغ شام نشاط
دکھائے ہم کو تمنائے سبز باغ بہشت — لئے فلک نے بہت ہم سے انتقام نشاط
ترے [illegible] امید پہ مر مر کے آہ! ہم رنجور — جئے تو خاک جئے او! خیال خام نشاط
الم نصیب ہی تو قوم! یہ کہان امید — تیرا نظام معیشت بے نظام نشاط

وہ دن بھی ہونگے کہ خورشید خاورِ نوروز
سپہرِ قوم پہ چمکے گا بنکے جامِ نشاط

بچہ اور ہلال

رنگین ادا ہیں دونو۔ رنگین جمال دونو — نورس ثمر ہیں دونو۔ اور نونہال دونو
بچے ابھی اگرچہ ہیں خورد سال دونو — بڑھکر کرینگے اکدن کسبِ کمال دونو
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

تو بڑھ کے بدر ہوگا جس طرح آسمان پر — ڈالیگا اپنی کرنیں اس تیرہ خاکدان پر
میرا شباب یونہیں آئیگا عنفوان پر — شفقت کا نور میں بھی برساؤنگا جہان پر
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

جس طرح تیرے دل کو افسردہ داغ دیگا — سوزِ جگر کا یونہیں مجکو چراغ دیگا
تیری طرح مجھے بھی روشن دماغ دیگا — مجکو مئے محبت تجھکو ایاغ دیگا
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

وہ دن بھی ہونگے ہم تم آفاق گرد ہونگے — ہاں ہم نورد ہونگے گردوں نورد ہونگے
اوجِ کمال ہستی میں وہ تو فرد ہونگے — پھر ولولے جوانی کے آہ سرد ہونگے
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

تو بن کے ماہ کامل پھر سے ہلال ہوگا — گردوں پہ رفتہ رفتہ تیرا زوال ہوگا
میرے تنِ ضعیف کا یونہیں حال ہوگا — پیری میں ہمسری کا کب خیال ہوگا
آ مل کے ساتھ کھیلیں ہم تم ہلال دونو

چھوٹی سی کیا ہی دلکش ہے یہ کمان تیری
مجکو پسند دل سے ہے آن بان تیری

پر یہ نہیں رہیگی بچپن کی شان تیری
دو چار دن کی طفلی ہے مہمان تیری

آ مل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دونو

کشتی اُتار لا ہان چھوٹی سی آسمان سے
ایسا کہان کا دنیا ہے تو مرے مکان سے

ہون تیر چھوڑنے کو مضطر تیری کمان سے
تیرے لئے تڑپتا ہون میں غم نہان سے

آ مل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دونو

تھنے سے او کھلاڑی او آسمان کے ساکن
آ کھیل لین کہ دونون بچے ابھی ہین کمسن

دو چار دن کے مہمان ہین کھیل کود کے دن
پیری میں دونو ہین طفلی کے غیر ممکن

آ مل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دونو

یارب نہ چشم بد سے پہونچے گزند تجھکو
ہو شام کی سیاہی دود سپند تجھکو

گردون کرے بڑا کر بالا بلند تجھکو
ہان کون سے کھلونے ہین دلپسند تجھکو

آ مل کے ساتھ کھیلین ہم تم ہلال دونو

کتابون پر سلسلۂ خیالات

میری کتابین

آہ اے میری کتابو میرے بچپن کی رفیق
عالم طفلی سے [illegible] تھا میری [illegible] شفیق

راحت دل ہو تمہین آسائش جان ہو تمہین
میری دنیا [illegible] میری [illegible] ہو تمہین

شب تنہائی میں گھنٹون لطف صحبت تم سے ہے
دل کو میرے [illegible]

قلب مضطر کے لئے سرمایۂ تسکین ہو تم
میز پر [illegible] ہو تم

تمسے ہیں مانوس ہون مجھسے محبت تمکو ہے　　تمسے الفت مجکو ہے۔ اور مجھسے الفت تم کو ہے
ہے عجب دلکش تمہارا آہ! انداز سکوت　　کنج خاموشی میں ہو تم میری ہمراز سکوت
دلمین یہ چبھتے ہوئے فقرے۔ یہ تقریر خموش　　تم پہ دیوانہ ہون میں۔ تم ہو وہ تصویر خموش
نطق کے پھولون میں یہ انداز رعنائی کہان　　یہ سکوت روح پرور۔ یہ مسیحائی کہان

آہ! اے میری کتابو! مایۂ عقل و تمیز　　کیون نہ رکھون میں تمھین نقد جانسے عزیز
تم غذائے روح ہو۔ تم صیقل اخلاق ہو　　صفحۂ دانش پہ گویا جدول اخلاق ہو
ہو دبستان خموشی میں ادب آموز تم　　اور غم و آلام میں ہو مونس دلسوز تم
تم جو تنہائی میں رہتی ہو نظر کے سامنے　　روز اک دنیا نئی ہے میرے گھر کے سامنے
ہیں میرے روندے ہوئے دشت و جبل کیا شہر کیا　　تیری وسعت ہے محیط تنگنائی دہر کیا
اونچے اونچے نیلگون ہیں جو یہ طبقات بلند　　انپہ پھینکی ہے نگاہ شوق نے برسون کمند
اے فضائے آسمان! اے خیمۂ عرش برین　　اے فروغ حسن خور! اے جلوۂ ماہ مبین
اے ضیائے انجم پر نور و خط کہکشان　　بزم قدرت مین ہون میں گویا تمہارا رازدان
آسمان ایک قطعۂ باریک میرے دلمین ہے　　وسعت ہر دو عالم آہ! اس منزل میں ہے
ہون میں وہ موج محیط وسعت انداز شوق　　منطقہ سے منطقہ تک ہون سبک پرواز شوق
اڑکے کرتا ہون کبھی طے جادۂ عرش برین　　اور نئی دنیا کبھی ہے سامنے زیر زمین
ایک نیا عالم نظر آتا ہے دن بھر سامنے　　بزم قدرت کا ہے اک دلچسپ منظر سامنے
گھر میں نظارہ کبھی ہے سبزۂ کہسار کا　　سامنے نقشہ کبھی ہے وادی پر خار کا
موج گلبانگ عنادل ہون گلستان میں کبھی　　ہون شمیم ناز پھولون کے شبستان میں کبھی

میں وہ قطرہ ہون کہ ہون طوفان میں قلزم آشنا
موج ساحل ہون مگر ہون میں تلاطم آشنا
ہر مرقع میں ہون میں دنیا کے تصویر سکوت
ہون میں نقش عالم نیرنگ تسخیر سکوت

نیا سال اور نئی اُمیدین

صبح بہار لیکر پھولون کے ہار آئی
دوش صبا پہ نکہت ہو کر سوار آئی
پہلو میں پھر مسرت بنکر نگار آئی
مردہ دلون کے قالب میں جان اُتار آئی
پھر سال نو نوید عیش دوام لایا
نوروز پھر خوشی کا ہم کو پیام لایا

دور افق پہ سورج نوروز کا پھر آیا
پھیلا کے اپنی کرنین ذرونکو جگمگایا
پھر صبح آرزو نے جلوہ ہمین دکھایا
خوابیدگان شب کو پھر نیند سے جگایا
پھر جوش حب قومی اُٹھا امنگ بھرکر
آئی وطن کی الفت دل میں ترنگ ہو کر

کونپل نئی نکالی ہر نخل بوستان نے
بدلا بہار کا پھر جوڑا نیا خزان نے
دور کہن کو پلٹا پھر گردش جہان نے
چھیڑا نیا ترانہ یاران نکتہ دان نے
پھر سال نو کے مقدم کا غل ہے انجمن میں
نوروز کا ہے طوطی پھر بولتا چمن میں

کروٹ بدل رہا ہے سبزہ کنار جو پھر
پھولون میں بھینی بھینی عطر کی سی بو پھر
نوروز کے ہے لب پہ بلبل کی گفتگو پھر
شاخون پہ ہیں چہکتے مرغان خوش گلو پھر
آئی بہار تازہ پھر باغ آرزو میں

نزہت بھری ہوئی ہے پھولوں کے رنگ و بو میں

دورِ نشاط گردوں پھر دورِ جامِ جم ہے — پھر خانۂ زمستی گلدستۂ ارم ہے
خاموش انجمن میں بانگِ خروشِ غم ہے — اٹھو اے سونیوالو فرصت کا وقت کم ہے

دل کو نئی امنگیں پھر گدگدا رہی ہیں
پھر سال نو کی خوشیاں ہمت بڑھا رہی ہیں

خوابِ گراں سے چونکو ہندوستان والو — پستی میں کیوں پڑے ہو اونچے نشان والو
کب تک یہ آہ ذلت او عز و شان والو — کب تک یہ خواب غفلت سونے کی کان والو

خلد بریں کے جھونکے تم کو جگا رہے ہیں
رحمت کے آسماں سے پیغام آ رہے ہیں

اٹھ کر ذرا تو دیکھو دنیا کا رنگ کیا ہے — رفتار کیا یہاں کی قوموں کا ڈھنگ کیا ہے
یہ حفظ و ضبط کیا شے ناموس و ننگ کیا ہے — ایثارِ نفس کیا ہے قومی امنگ کیا ہے

قوموں کی ہے ترقی کا کچھ تو راز آخر
حب وطن میں کر دو دل کو گداز آخر

گلِ فردوس

خوشا بہار بہشت خوشا گلِ فردوس — پسند ہے مجھے تیری ادا گلِ فردوس
شمیم ناز سے تیرے خدا وہ دن تو کرے — مشامِ جاں ہو معطر مرا گلِ فردوس
زمیں پہ لالہ خونیں کفن فلک پہ شفق — ترے شہید کا ہیں خوں بہا گلِ فردوس
ترے سوا جو کسی اور پھول پر جھکیں — نہیں ہیں بلبلِ ہرزہ سرا گلِ فردوس

ریاض دہر کے پھولوں سے دل لگاؤں کیا — نہ ان میں رنگ۔ نہ بوئے وفائے گل فردوس
ترے فراق میں خونابہ جگر ہے مجھے — بہار لالۂ گلگون قبائے گل فردوس
فریب خوردۂ ہستی ہوں میں جو تو دیکھے — دکھاؤں داغ دل مبتلائے گل فردوس
وہ سحر سحر تری بتیاں۔ وہ حسن قبول — نظر فریب وہ تیری فضائے گل فردوس
وہ لطف صحبت مرغان قدس وا ویلا! — وہ جوش نغمۂ رنگین نوائے گل فردوس
ہوئی نہ اب کے برس بھی بہار خلد نصیب — قفس میں پہنچے نہ آئی صبائے گل فردوس
خوشا! وہ دن کہ نشیمن بہشت میں خاطر — کنار جو تھا ترنم سرائے گل فردوس
خوشا! وہ دن کہ پلاتی تھی باد خلد مجھے — تری شراب محبت فزائے گل فردوس

خوشا! وہ دن کہ تھا سرمست جام شوق تیرا
نسیم دیتی تھی مجھکو پیام شوق تیرا

خوشا! وہ دن غم دنیا گلے کا بار نہ تھا — خلش فزا کوئی پہلو میں آہ! خار نہ تھا
خوشا! وہ دور کہ مست الست تھا ساقی — شراب دہر کا آنکھوں میں جب خمار نہ تھا
خوشا! وہ عہد کہ بستان سرائے ہستی میں — خیال لالہ و سرو و گل و چنار نہ تھا
فراق گل میں قفس میں نہ جیتا تھا نسیم! — رہین نالۂ شبہائے انتظار نہ تھا
خوشا! وہ دن کہ گریبان شوق دست جنون — بہ رنگ سبزۂ بیگانہ تار تار نہ تھا
خوشا! وہ دن کہ نہ تھا حسن و عشق سے آگاہ — حریف دیدہ و دل شوق تازہ کار نہ تھا
خوشا! وہ دن تیری نکہت کو جب گل فردوس — مشام شوق مرا آہ بیقرار نہ تھا
خوشا! وہ عہد کہ محو بہار خلد تھا میں — شہید جلوۂ نیرنگ انتظار نہ تھا
میں اپنے کنج میں خوش تھا خوشا! وہ عہد نشاط — تعلق خزان کا غم حسرت بہار نہ تھا

سمجھ کے سوزِ دروں تونے آہ کیا پھونکا — دل شگفتہ تھا گلفشندہ شرار نہ تھا
عجیب خواب تحیر فزا تھی سیرِ بہشت — کھلی جو آنکھ مرا گنج خوشگوار نہ تھا
اُڑا کے خلد سے لائی ہوا نئے دہر کہاں — میں کیا کہوں مرے قابل یہ خارزار نہ تھا

قفس میں آہ تڑپتا ہوں آشیاں کے لیے
زباں ملی ہے مجھے نالہ و فغاں کے لیے

پھولوں کا کنج یا

(گلزارِ وطن)

پھولوں کا کنج دلکش بھارت میں اک بنائیں — حُبِّ وطن کے پودے اس میں نئے لگائیں
خونِ جگر سے سینچیں ہر نخلِ آرزو کو — اشکوں سے بیل بوٹوں کی آبرو بڑھائیں
ایک ایک گل میں پھونکیں روحِ شمیمِ وحدت — اک اک کلی کو دل کے دامن سے دیں ہوائیں
وسعت کدے میں دل کے داغوں کا اک چمن ہو — چھوٹی سی چشمِ تر کی اک آبجو بنائیں
فردوس کا نمونہ ہو اپنا گنجِ دلکش — سارے جہاں کی جس میں ہوں جلوہ گر فضائیں
چھایا ہو ابرِ رحمت کاشانۂ چمن میں — رم جھم برس رہی ہوں چاروں طرف گھٹائیں
اپنے چمن کے گل ہوں اپنے چمن کی مٹی — غیروں سے پودھا کر کیوں مستعار لائیں
مرغانِ باغ بنکر اُڑتے پھریں ہوا میں — نغمے ہوں روح افزا اور دلربا صدائیں
حُبِّ وطن کے لب پہ ہوں جانفزا ترانے — شاخوں پہ گیت گائیں پھولوں پہ چہچہائیں
روئیں چمن میں ہم تو اگلی بہار کا یوں — گنگ و جمن کی نہریں آنکھوں سے ہم بہائیں
پھولوں میں جب سما جائے ہی بوئے جانثاری — حُبِّ وطن کی قلمیں ہم اس چمن سے لائیں

چھائی ہوئی گھٹا ہو، موسم طرب فزا ہو — جھونکے چلیں ہوا کے اشجار لہلہائیں

پھولوں کا دلربا ہو منظر ہر اک روش پر
گلچیں نہ ہو چمن میں کانٹے نہ ہوں جلیس پر

اس کنج دلنشیں میں قبضہ نہ ہو خزاں کا — جو ہو گلوں کا تختہ ہو اک جنان کا
بلبل کو ہو چمن میں صیاد کا نہ کھٹکا — خوش خوش ہو شاخ گل پر غم ہو نہ آشیاں کا
ہر سو ہو آتش گل بھڑکی ہوئی چمن میں — شعلہ نہ مشتعل ہو سوز غم نہاں کا
حب وطن کا مل کر سب اک راگ گائیں — لہجہ جدا ہو گرچہ مرغان نغمہ خواں کا
نغموں کی دھن سریلی اور ہو صدا رسیلی — طرز بیاں ہو دلکش ہر مرغ خوش بیاں کا
ایک ایک لفظ میں ہو تاثیر اور الفت — انداز دلنشیں ہو ایک ایک داستاں کا
مرغان باغ دہر اس شاخ پر نشیمن — پہنچے نہ ہاتھ جس تک صیاد آسماں کا
ایک ایک غنچہ میں دلبستگی کا عالم — ایک ایک گل مرقع ہو عیش جاودان کا
موسم ہو جوش گل کا اور دن بہار کے ہوں — عالم عجیب دلکش ہو اپنے گلستاں کا
ہم محو دید گل ہوں اس کنج دلنشیں میں — کیسے جہاں کے جھگڑے دنیا کا کام کہاں کا

مل مل کے ہم ترانے حب وطن کے گائیں
بلبل ہیں جس چمن کے گیت اس چمن کے گائیں

سال نو اور ہندوستان

ہو بزم سال نو میں ہم داستاں ہمارا — آ! مل کے گائیں مطرب! ہندوستاں ہمارا
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا — ذات اپنی ہے یہ جاں اور روح رواں ہمارا

وقف خزاں نہ یارب ہو بوستان ہمارا
پھولے پھلے ہمیشہ۔ ہندوستان ہمارا

بام فلک کا زینہ ہو نردبان ہمارا
لہرائے آسمان پر صدیوں نشان ہمارا

صبح امید ہم کو نوروز کی سحر ہو
سورج افق پہ ہو پھر جلوہ فشان ہمارا

حب وطن کی مے کا ہو کیف چشم و دل میں
ہو دور جام ساقی! دور جہان ہمارا

اکسیر کا اثر ہو پھر خاک در یا میں یارب!
پھر مرجع خلائق ہو آستان ہمارا

صبح بہار لیکر پھولوں کے ہار آئے
پھر ہو مشام خاطر عنبر فشان ہمارا

شبنم جگائے ہم کو دے دیکے منہ پہ چھینٹے
اڑجائے جنکے نکہت خواب گران ہمارا

بازار دہر میں ہیں ہم آہ! نقد کاسد
ہوتا ہے دیکھئے کب سکہ روان ہمارا

یارب ہمیں مبارک مقدم ہو سال نو کا
عشرت کدہ بنے پھر یہ خاکدان ہمارا

اے خضر راہ ہستی! ہے وقت رہنمائی
گم دشت مدعا میں ہے کاروان ہمارا

وہ دن بھی ہونگے۔ اونچا پھر آئیگا ہوا میں
چوٹی پہ جب ہمالہ! تیرے نشان ہمارا

اہل وطن رہیں خوش سرور کی ہے دعا
گزرے نہ ایک دن بھی ناشادمان ہمارا

شاہا تجھے مبارک ہو سال نو کا مقدم
صدیوں رہے جہان میں تو حکمران ہمارا

جلوۂ امید

شب کو دفعتاً تسکین دل بیتاب تھا
عالم رویا میں سرمست ذوق خواب تھا

بسکے پھولوں میں عجب انداز سے باد نسیم
چل رہی تھی بھینی بھینی ناز سے باد نسیم

نیلا نیلا سامنے تھا اک سہانا کوہسار
جسکے دامن میں رواں تھا ایک دلکش آبشار

پڑ رہی چوٹی پہ تھیں سورج کی کرنیں زرد زرد
ٹھنڈی ٹھنڈی روح پرور تھی عجب کچھ باد سرد

آسماں پر اک نوا تھا زمزمہ زیر نشاط
اور شفق آلودہ تھا، دامان صبح انبساط

جلوہ آرا تھی لب ساحل پہ اک تصویر حسن
پاکدامانی کا پتلا، شعلہ تنویر حسن

بزم قدرت کے مناظر تھے اگرچہ دلنشین
نقش حسرت تھی مگر وہ لعبت ناز آفرین

گل سے رخساروں سے تھی آہستہ آہستہ فغان
ماجرائے درد دل کرتی تھی یوں رو کر بیان

او میرے آنکھوں کے تارو او میرے نور نظر
او میرے دلبند او آسائش قلب و جگر

تم کو میرے شیوۂ مہر و محبت کی قسم
تم کو ماں کی مامتا، اور ماں کی شفقت کی قسم

تم کلیجے کی ہو ٹھنڈک تم میرے دل کا سرور
پتلیوں کی روشنی ہو اور میرے آنکھوں کا نور

قابل عبرت ہے اب افسوس! ہر روداد وطن
تم رہو گے آہ! کب تک خانہ برباد وطن

اپنے یاران وطن کو تم نہ پہچانو گے کیا
ہم صفیران چمن کو تم نہ پہچانو گے کیا

کیا کشاکش میں رہیں گے یونہیں ارکان وطن
جمع ہونگے کیا نہ اجزائے پریشان وطن

حیف! تم کو ہے میرے ہندوستان کی بھی خبر
مر رہی ہے دکھیا ہے کچھ تمہیں پیاری ماں کی بھی خبر

بیٹے کس کس ناز و نعمت سے تمہیں پالا ہے آہ!
میں نے جھیلیں ہیں جو کڑیاں میری شفقت ہے گواہ

تم پہ ہے محنت سے ہر دم میری خدمت فرض ہے
پالا پوسا ہے تمہیں ماں کی اطاعت فرض ہے

بڑھ گئی ہے حد سے اب ناچاری اہل وطن
تم پہ لازم آہ! ہے غمخواری اہل وطن

قلب ناطرکش میں دہر کشمکش مجمع اندوہ تھا
اور شریک نالہ پیہم سکوت کوہ تھا

رنگ دی تھیں اُدھر عکس شفق سے چوٹیاں
بن گیا تھا پھر عجب دلکش فضائے آسمان

تھی سہانی وادیاں - اور پر فضا تھا کوہسار
چل رہی تھی جھوم کر باد صبا مستانہ وار

وہ صدا تھی یا مسرت کا ترانہ تھا کوئی
خواب و راحت کا مگر دلکش فسانہ تھا کوئی

رخصت اے عہد گزشتہ! رخصت اے ایام غم
صبح عشرت ہنسنے والی ہے اب شام غم

سہتے سہتے قوم کو غم آہ صدیاں ہو گئیں
آرزوئیں کتنی شکار خانہ ویران ہو گئیں

دور ہونیوالی ہے اب گردش لیل و نہار
آرہا ہے امن و آسائش کا دور روزگار

قوم و ملت کے بکھیڑے ختم ہونیوالے ہیں
موج طوفان کے تھپیڑے ختم ہونیوالے ہیں

پھیلتی جاتی ہے پھر حب وطن کی روشنی
ہو چلی ہے تیز شمع انجمن کی روشنی

آرہا ہے ہند میں پھر کاروان اتحاد
یعنی قائم ہونیوالی پھر ہے شان اتحاد

قید قوم و رنگ و ملت دور ہونیوالی ہے
ظلمت شبہائے غم کا فور ہونیوالی ہے

لیکے آئی جب صدا یہ جنبش باد سحر
چھا گیا تسکین کا اک عالم دل بیتاب پر

جن لبوں پر تھی ابھی آہستہ آہستہ فغان
مسکراہٹ کی تھی اب دلکش جھلک اُن پر عیان

یاس و حرمان کا مرقع جو دل صد پارہ تھا
اب جو دیکھا آرزوں کا وہ اک گہوارہ تھا

خوشنما چوٹی ہمالہ کی تھی اک پیش نظر
تھا سکوت شب میں اس پر اک ستارہ جلوہ گر

ہلکی ہلکی کچھ عجب تسکین فزا تھی روشنی
پیاری پیاری تھیں شعاعیں دلربا تھی روشنی

روئے روشن کی ضیا تھی جابجا افروز نشاط
تھا فروغ حسن دلکش شمع بزم انبساط

نجم نورانی نہ تھا اک کوکب امید تھا
پر تو حسن ازل تھا جلوۂ جاوید تھا

یہ عجب دلکش ادا سے تھا فلک پر جلوہ گر — تھا نگاہ ناز کا جادو مسلط خلق پر

یہ وہ جادو تھا دلوں پر جسنے افسوں کر دیا — موتیوں سے دامن امید جس نے بھر دیا

تھے پریشاں آہ! اک مدت سے جو اجزائے قوم — متحد ہو کر وہ آخر بن گئے شیدائے قوم

بھائی بھائی آہ! جو برسوں سے تھے بچھڑے ہوئے — تھے جو زنجیر نفاق قوم میں جکڑے ہوئے

ان میں یکرنگی کا عالم پھر نظر آنے لگا — اور ہم آہنگی کا عالم پھر نظر آنے لگا

سونیوالو! خواب سے چونکو سحر ہونیکو ہے — آفتاب حب قومی جلوہ گر ہونیکو ہے

امید اور طفلی

یاد بچپن کے ہیں وہ دن امید! — جبکہ تھی تو صغیر سن امید!

میں بھی کم سن تھا تو بھی کم سن تھی — اور تری آرزو بھی کم سن تھی

تو کھلونا تھی میرے بچپن کا — مجھ سے تھا ساتھ چولی دامن کا

ہائے! وہ پھول سے ترے رخسار — اف! وہ بچپن کے تیرے ساتوں سنگار

لال لال انگلیاں حنا آلود — مسی مالیدہ لب کبود کبود

وضع البیلی چال متوالی — میرے بچپن کی گیسوؤں والی

تو نے کیوں میرا ساتھ چھوڑ دیا — ہاتھ میں لیکے ہاتھ چھوڑ دیا

تجھ میں کیا وہ وفا کی خو نہ رہی — نہ رہا میں ہی یا وہ تو نہ رہی

نہ وہ چاہت نہ ہے وہ ناز و نیاز — کہ وہ تیرے بدل گئے انداز

وہ مروت رہی نہ اگلی سی — وہ محبت رہی نہ اگلی سی

پھر گئی تو نگاہ کی صورت
نہ رہی وہ نباہ کی صورت

طور سب بے طور ہو گئے تیرے
ڈھنگ کچھ اور ہو گئے تیرے

کس سے تو آہ! دل لگا بیٹھی
کس کے پہلو میں چھپ کے جا بیٹھی

مجھکو تو کتنی جلد بھول گئی
غیر کی آرزو پہ پھول گئی

او! مری لاڈلی، مری پیاری!
تھی یہی آہ! شرط غمخواری

میرے بچپن کی غمگسار تھی تو
میری طفلی کی یادگار تھی تو

مجھ سے بیگانہ خو نہ تھی پہلے
مجھ سے بیزار تو نہ تھی پہلے

رات کو لوریاں سناتی تھی
دن کو جھولا مجھے جھلاتی تھی

اُف! وہ معصوم شغلے تیرے
وہ ادائیں! وہ چوچلے تیرے

وہ گلے سے مجھے لگا لینا
نیچی نظروں سے دل لُبھا لینا

بول میٹھے وہ بولنا ہنس کر
لب سے وہ قند گھولنا ہنس کر

کبھی چاہت جتا کے کرنا پیار
کبھی کہنا "میں تیرے رُخ کے نثار"

او! میرے باغ کی کلی، امید!
میری طفلی کی لاڈلی امید!

تجھ میں غمازیاں نہ تھیں پہلے
فتنہ پردازیاں نہ تھیں پہلے

کھیلنے کودنے کی گھاتیں تھیں
اور تری پیاری پیاری باتیں تھیں

گو کھلونے تھے مجھ کو سب سے عزیز
تھی مگر آہ! تو کچھ اور ہی چیز

لے کے ظالم، دل و جگر تو نے
پھیر لی مجھ سے کیا نظر تو نے

وہ لڑکپن کے مشغلے نہ رہے
وہ اُمنگیں، وہ ولولے نہ رہے

نہ وہ اگلی سی خاک بازی ہے
نہ وہ نغمے، نہ نے نوازی ہے

ایک حسینہ اور جگنو

جگمگاتا نہ شب تار میں جگنو ہو کر — کاش رہتا مرے خاتم میں نگینہ ہو کر
میرے ماتھے کا چمکتا ہوا جھومر ہوتا — تو مرے حسن دل افروز کا زیور ہوتا
کیا چمکتا ہے شب تار میں تنہا جگنو — آ ! مری چاندنی جگنی پہ چمک جا جگنو
دے گا ہونٹوں سے نہ دھوکا مجھے تو گم ہو کر — کہ مرے لب پہ چمک برق تبسم ہو کر
آتش حسن کا تو کاش شرارہ ہوتا — چھوٹے کیڑے بھری افشاں کا ستارہ ہوتا
میرے ماتھے پہ چڑھے چاند کا ٹکڑا ہو کر — تو چمکتا مرے جوبن کا نصیبا ہو کر
کاش تو سوز غم عشق کے قابل ہوتا — چھین لیتی کسی عاشق کا اگر دل ہوتا

شب کو جھم جھم مری مٹھی میں چمکتا ہوتا
اور رکھتا تجھکو نہ دیدہ کوئی حکمت ہوتا

میرے امکان میں جو ہوتا تو نہ جگنو ہوتا — او حسینہ تری پازیب کا گھنگرو ہوتا
یا ترے حسن گلو سوز کا گہنا ہو کر — شب کو گردن میں چمکتا تری کنٹھا ہو کر
او حسینہ ترے زیور کے جو قابل ہوتا — تیری گردن میں ہیں چھوٹی سی حمائل ہوتا
یا قبا کا میں تری تکمہ زرکش ہوتا — یا ترے حسن کا میں شعلہ سرکش ہوتا
یا ہتھیلی پہ تری پارۂ اخگر ہو کر — کسی عاشق کا چمکتا دل مضطر ہو کر
گرمی سوز محبت سے جو تو اُف کر کے — پھینک دیتی مری حالت پہ تاسف کر کے
شعلۂ رخ کا ترے محو نظارہ ہو کر — میں چمکتا کسی کونے میں شرارہ ہو کر

آتش شوق میں جل بجھ کے فنا ہو جاتا

تجھ پہ میں صورت پروانہ فدا ہوتا

(جگنو کا سوز)

میں غریب آہ! اگر جلنے کے قابل ہوتا
کسی محفل میں چراغ سر محفل ہوتا

شب کو اُڑتا نہ چمکتا ہوا کیڑا ہو کر
ٹوٹ پڑتا کسی شعلے پہ پتنگا ہو کر

کسی مہجور کا داغ دل سوزاں ہوتا
کسی مہجور کی آہ شرر افشاں ہوتا

سوزشِ داغ محبت کا شرارہ ہو کر
آگ کا شب کو چمکتا میں شرارہ ہو کر

کسی محفل میں سلگتی ہوئی مجمر ہوتا
کسی فانوس میں میں شعلۂ مضطر ہوتا

کسی عاشق کا چراغ سر مدفن ہو کر
جھلملاتا کسی ویرانے میں روشن ہو کر

کسی تفتیدہ کا ارمان بھرا دل ہوتا
کسی ننھی سی ہتھیلی پہ جلا دل ہوتا

درد بن کر کسی پہلو میں چمکتا شب کو
شرر نالۂ دلجو میں چمکتا شب کو

سوز پروانے کے پردے میں نمایاں ہوتا
شب کو محفل میں حسینوں کی چراغاں ہوتا

نہ چمکتا میں کسی پھول پہ جگنو ہو کر
کہ ڈھلکتا کسی رخسار پہ آنسو ہو کر

گرمیِ سوز تپ غم سے پگھلتا ہوتا
کسی زانو کسی دامن پہ مچلتا ہوتا

لیلیِ حسن ازل کا جو اشارہ ہوتا
نجد میں قیس کی آہوں کا شرارہ ہوتا

آسماں مجھ کو اگر سوز محبت دیتا
ایک کیڑے کو جو پروانے کی قسمت دیتا

سر ترے حسن کے شعلے سے ٹپکتا ہوتا
شجر وادیِ ایمن پہ چمکتا ہوتا

آہ! میں تشنہ لب ذوق شہادت ہی رہا
تجھ سے محروم میں اے سوز محبت ہی رہا

سوزش عشق کے قابل جو نہ پایا ہوتا

ایک کیڑے کو نہ اضطرابا ہوتا

عنفوان شباب

کی گذشتہ خود پرستیوں کی حسرت آلود یاد

حسرت! اے عنفوان برنائی — رخصت! اے کاروان رعنائی
اب وہ سودائے خط وخال کہاں — نہ وہ ہم ہیں نہ وہ خود آرائی
گل رخساریوں ہیں پژمردہ — ہیں کلیاں چمن میں مرجھائی
نہ وہ لہجہ رہا نہ طرز مقال — نہ تکلم نہ ہے وہ گویائی
نہ رہی وہ لبوں میں اگلی سی — شکر افشانی و شکر خائی
نہ رہا ان کا سلسلہ ہے ہے! — ہم سے چھٹے ہیں گیسوؤں کے سودائی
ہو رہے ہیں سپید موئے سیاہ — صبح پیری ہے شام برنائی
مٹ گئی اُف! وہ چاند سی صورت — جس پہ تھا ہم کو ناز یکتائی
سلک دندان کا جب خیال آیا — لب پر درد ہوئی ہنسی آئی
لطمۂ سیل عمر رفتہ میں — بہہ گیا تختۂ شکیبائی
رحم! اے موج رعشۂ پیری — اپنی کشتی بھنور میں چکرائی
مدد! اے آنسوؤں کی طغیانی — آتش سوز دروں نے بھڑکائی
دل کے داغوں کو مرہم کافور — صبح پیری نہ دے سکے تو آئی
تجھکو اے آسمان کج رفتار — نہ ملا [illegible]
ہم بہت سر اٹھا کے چلتے تھے — تو نے آخر زمیں دکھلائی

نہ رہا آہ! وہ حدیقۂ عیش — جسمیں تھے محو نغمہ آرائی
کھل کے مرجھا گئے وہ پھول افسوس! — روح افزا تھی جن کی رعنائی
اب ہے اجڑی پڑی وہ بزم نشاط — جس سے تھا لطف صحبت آرائی
اب وہ جلسے کہاں ہیں یارون کے — ہم ہیں اور آہ! کنج تنہائی
وہ شب ماہ وہ بزم رقص و سرود — مطرب و ارغنون و شہنائی
سبزہ و باغ و ساقی و معشوق — شیشہ و جام و بادہ پیمائی
گرمیون کی وہ چاندنی راتین — نیلا نیلا وہ چرخ مینائی
دن اُمنگون کے سن جوانی کا — کچھ تڑپ دل میں کچھ شکیبائی
شب کو باغون میں غنچۂ احباب — سرو و شمشاد کی صف آرائی
آہ! وہ ننھی ننھی کلیون میں — کسی کم سن حسین کی رعنائی
پتے پتے میں حُسن کا عالم — بوٹے بوٹے میں شان برنائی
پانی کی ہلکی ہلکی موجون میں — دل کا انداز ناشکیبائی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکون میں — لب جان بخش کی مسیحائی
نہ رہے وہ شباب کے جلسے — حسرتا! اے ذوق محفل آرائی
روئیں کس کس کو کس کو یاد کریں — اُف! وہ ہنگامۂ خود آرائی
تلوے گھائل ہیں پنڈلیان کمزور — نہ رہی تاب گام فرسائی
ضعف پیری نے ہے بنا رکھا — گھر میں پابند قید تنہائی
ہائے! وہ دن بھی تھے قیامت کے — چال میں جب تھی محشر آرائی
ہم کو اے تازہ واردان شباب — کیا دکھاتے ہو شان برنائی

اس مرقع میں صورت تصویر — ہم بھی تھے نقش نازیکتائی
لب میں اعجاز۔ آنکھ میں جادو — قد میں شوخی تھی، خد میں زیبائی
چوڑا سینہ، بھرے بھرے بازو — اے دریغا! وہ شان برنائی
کبھی ہم بھی جوان رعنا تھے — یوں نہ چہرے پہ تھی خزاں چھائی
دن میں کپڑے بدلتے تھے سو بار — گرم تھی شغل خود آرائی
ہم نئے تھے، نئی ہماری وضع — نئی سج دھج نئی تھی رعنائی
دن کو یاروں کے رہتے تھے جلسے — شب کو پریوں سے صحبت آرائی
بن کے یوسف جو جاتے تھے بازار — سبھی ہو جاتے تھے تماشائی
سر پہ کج تھی کلاہ عجب و غرور — زیب بر تھی قبائے رعنائی
کبھی مہندی لگائی ہاتھوں میں — کی کبھی رخ پہ غازہ آرائی
زعفرانی کبھی قبا بدلی — کبھی دستار سرخ رنگوائی
دیکھتے تھے کبھی جو آئینہ — پہروں رہتے تھے ہم تماشائی
لیکن اگلی سی اب کہاں باتیں — نہ وہ صورت رہی نہ رعنائی
روٹھ کر ہم سے چل دیا جو شباب — اُف یہ کس کی ادا تجھے بھائی
تجھ سے صبر و قرار تھا دل کو — تجھ سے تھی روح کو شکیبائی

حیف تیری نہ قدر کی ہم نے
کھو کے آئی سمجھ تو کیا آئی

آنیوالی گھڑی

ہے نشاط انگیز جب تو آنیوالی او گھڑی
تو نہیں لیکن بھری آہ خالی او گھڑی!

کتنی امیدیں ترے دامن کی ہیں پالی ہوئی
گو تری آہ ارمانوں سے اب خالی ہوئی

بیکسی میں ہے غریبوں کا سہارا آہ تو
یاس میں ہے غم نصیبوں کا سہارا آہ تو

رہبر گمگشتہ تمنا ہے اگر تیرا عصا
ہر شکستہ پا کے ہے تو ہاتھ کا گویا عصا

تو وہ نقش دلنشین ہے آنیوالی او گھڑی
وہ طلسم دلربا ہے آنیوالی او گھڑی

جس میں ارمانوں کی ہیں جلوہ گر مہ جبین
تیرے البم میں عجب دلکش نظر آتی ہیں صورتیں

درد فرقت کا ستایا عاشق حیران نصیب
کروٹیں شب بھر ہے بستر پہ بدلتا جو غریب

ڈالتا ہے آہ جب تیرے مرقعے پر نظر
اپنی معشوقہ کو آ سیں دیکھتا ہے جلوہ گر

اور بیٹے کی تمنا ہے جسے وہ باپ آہ!
دیکھتا ہے اپنا جیتا جاگتا نور نگاہ

اور وہ ماتم نشین! اوس بیوہ غم نصیب
ہے غم شوہر میں ناکام تمنا جو غریب

یاس کے عالم میں بھی ہیں اپنے ہیں شاد مان
ہیں ترے صورت کدے میں کچھ عجب لیجیان

روٹیوں کو آہ! وہ محتاج فاقہ کش یتیم
شب بسر کرتا ہے جاڑوں میں جو بے دلق و گلیم

آئینہ خانے میں تیرے بیکسوں کی غمگسار
دیکھتا ہے وہ امید کے نقش و نگار

گوشہ گیر کنج ذلت آہ وہ خانہ نشین
جسنے باہر گھر کی چوکھٹ سے قدم رکھا نہیں

دیکھتا ہے تجھ میں گھر بیٹھے ہوئے دنیا نئی
ہے تری بزم تماشا بھی عجیب زرانی

وہ اسیر وادی غربت وہ ناکام وطن
گلشن غربت جس کے ہیں مشتاق پیغام وطن

جنکو ہیں گھیرے ہوئے یہ غم و محن کی صورتیں　　دیکھتا ہے تجھ میں یاران وطن کی صورتیں
تو تمناؤن کی محفل ہے وہ قصۂ مختصر　　جسمیں امیدون کا جلوہ سب کو آتا ہو نظر

آنے والی او گھڑی! اے مایۂ صبر و شکیب　　محفل ہستی میں ہے تو اک طلسم دلفریب
تیرے دامن کی ہے اک اک آرزو بزم نشاط　　آنے والی آرزوؤن کی ہے تو بزم نشاط
آہ! اک دلکش تمناؤن کی دنیا تجھ میں ہے　　تو وہ محفل ہے کہ اک طرفہ تماشا تجھ میں ہے
سیکڑون ارمان وابستہ ترے دامن سے ہیں　　پھول امیدون کے چنتے ہم ترے گلشن سے ہیں
دل پہ جب ہوتی ہے طاری کثرت افکار غم　　ناامیدی بن کے چھا جاتے ہیں جب آثار غم
تو اٹھا دیتی ہے چہرے سے مسرت کے نقاب　　دیکھتے ہیں شام غم میں آہ! ہم خوشیوں کے خواب

باندھتے رہتے ہیں اپنے دل میں منصوبے جو ہم　　محو ہو جاتے ہیں سب آتے ہی تیرے یک قلم
اپنے دل سے ہم اگرچہ عہد و پیمان کرتے ہیں　　یہ کرینگے یہ، ابھی سے فکر سامان کرتے ہیں
تیری صورت دیکھتے ہی ہم مگر اے غمگسار　　محو کر دیتے ہیں دل سے آہ! سب قول و قرار
جیسے کر دیتے ہیں ہم "موجودہ" گھڑیان رائیگان　　یونہیں کھو دیتے ہیں غفلت میں تجھے اے جان جان

سچ بتا کیا تو ہے وہ ناظورۂ نازآفرین　　روح فرسا جس کے ہیں نقش و نگار دلنشین
وہ پری کیا تو ہے جسکا وصل ہوتے ہی نصیب　　گھٹ کے مر جاتے ہیں دم میں آہ! سب بیمار غریب
سحر افسانہ کیسا چشم پرفن کا ترے جادو نہیں　　وصل میں بھی آہ! تو آسائش پیام و نہیں
تو نے دی تسکین خاطر کب کسی ناکام کو　　ساتھ لیکر کب نہ آئی مجمع آلام کو

تیری صورت سے اگرچہ دلفریبی ہے عیاں
تجھ میں جلوہ آرائی کی کامیابی کا کہاں

کھینچتی تیری ادا ہے گرچہ دامان نظر
حسن میں تیرے خیالی ہیں کرشمے جلوہ گر

سامنے ہے یہ جو "آیندہ" کی دلکش سرزمین
اسپہ کیسی کیسی تعمیریں تھیں قائم ہم نے کیں

کیسے کیسے اس پہ لگوائے تھے باغ خوشنما
دید کے قابل تھی جنکے لالہ و گل کی فضا

تیرے دامن تک پہونچتے ہی مگر دست مرا
ہوگئی شہر خموشان اپنی یہ ہمہ خوش سواد

ایسا نقصان عظیم، ایسا ضرر ایسا زیاں
قلب نازک کے لئے کیونکر نہ ہو سوہان جاں

اک فسون تازہ ہے تو آنے والی او گھڑی
عیش کا خمیازہ ہے تو آنیوالی او گھڑی

جتنی آیندہ کی حالت میں ہے تو غمخوار غم
اتنی ہی موجودگی میں دل میں ہے دیوار غم

کاش تو آتی نہ ظالم اے غم نصیبوں کے قریب
تکتے رہتے راہ تیری عمر بھر قسمت نصیب

آہ اے عمر رواں کے ابلق تیز رو رہوار
کاش ہوتا اک جگہ پر تیری گاڑی کو قرار

اور کرکے حال موجودہ سے ہم قطع نظر
جسمیں لاکھوں تمنائیں ہیں اور ہزار حسرتیں

دیکھتے رہتے ہمیشہ یونہیں امیدوں کے خواب
آرزوؤں کے نہ غم ہیں، دل کو ہوتا پیچ و تاب

مبارکباد عید

(عزیز از جان محمد عبدالواحد سلمہ الرحمن)

قطعہ

عید قربان تمہیں ہزار برس
واجد خوشتر منتظر مبارک ہو

لے کے آئی صبا پیام نشاط — یہ مبارک سحر مبارک ہو
شب کو عیش و نشاط دن کو سرور — تم کو نور نظر مبارک ہو
ہو تمھیں عمر نوح و خضر نصیب — سر پہ ظل پدر مبارک ہو
تم کو اے مایۂ نشاط پدر — گنج لعل و گہر مبارک ہو
سر پہ لہرائے پرچم اقبال — در پہ کوس ظفر مبارک ہو
فرق نیکو پہ اے خجستہ پے — تاج علم و ہنر مبارک ہو
پیار بہنوں کا التفات پدر — تمکو جان پدر مبارک ہو
سر پہ دست پدر رہے زرپاش — بارش سیم و زر مبارک ہو

میری چشم امید کو آقا
سرمۂ خاک در مبارک ہو

رباعیات

(سال نو)

تصویر جمال عالم آرا بنکر — زیبائش نظم یکتا بنکر
نوروز آیا ہے لے کے پیغام نشاط — چوتھی کی دلہن عروس رعنا بنکر

او بیخبر! او مست مے جام نشاط — اٹھ سو کے کہیں مغتنم ایام نشاط
ہے مژدۂ نوروز سے کیا رنگ چمن — ہر پھول ہے شاہد گل اندام نشاط

کافور ہے دل جلوں کو تنویر سحر — ٹھنڈک ہے کلیجوں کی طباشیر سحر
جی اُٹھیں دلوں میں آرزوئیں مرکر — کیا روح فزا ہے، واہ! تاثیر سحر

پھر عیش دوام لے کے آیا نوروز — پھر بزم میں جام لے کے آیا نوروز
"لایا ہوں میں سال نو کی خوشیاں ہمراہ — یاروں کو پیام لے کے آیا نوروز

اے محو نشاط ہونے والو! اُٹھو — سرمایۂ عمر کھونے والو! اُٹھو
آتی ہے وہ قافلے سے آواز جرس — نکلا خورشید۔ سونے والو! اُٹھو

پھر لالہ و گل ہیں زیب دامان چمن — پھر جھوم رہے ہیں سرو و ریحان چمن
ہیں صحن چمن میں تہنیت سنج بہار — یعنی ہیں ترانہ ریز مرغان چمن

(ادیب، لہ آباد کا خیر مقدم)

نکلا ہے ادیب بنکے نیرنگ نظر — آنکھوں سے کہو کہ دیکھ لیں رنگ نظر
سُن تو، یہ کدھر سے آج، اے گوش خیال — آتی ہے صدائے نغمہ چنگ نظر

ہیں اوج کمال کے نمونے اسمیں — نیرنگ خیال کے نمونے اسمیں
وہ پیکر حسن ہے کہ آتے ہیں نظر — دلکش خط و خال کے نمونے اسمیں

وہ گل ہے یہ بوئے آرزو اسین
ہر گل کی بہار رنگ و بو ہے اسین
وہ شیشۂ ادب نما ہے یہ سرور
تصویر کمال ہو بہو ہے اسین

دنیا میں رہے ادب کا زیور ہو کر
چمکے تاج سخن میں گوہر ہو کر
اقلیم سخنوری میں شہرت اسکی
اُڑتی رہے نکہت گل تر ہو کر

گلدستۂ گلہائے معانی ہے ادیب
گنجینۂ اسرار نہانی ہے ادیب
نیرنگ فسون تازہ ہے ہر مضمون
مجموعۂ اعجاز بیانی ہے ادیب

شیشون میں جھلکتی ہے مئے ناب نظر
ہون آکے شریک بزم احباب نظر
ہے نور نگاہِ دیدۂ شوق ادیب
آنکھون سے لگائیں کیون نہ ارباب نظر

ارباب سخن بزم سخن میں آئیں
مہمان غزل سرا چمن میں آئیں
یعنی ہے صلائے عام یاران کیلئے
ارباب تغزل انجمن میں آئیں

اتری ہے فصاحت کی پری شیشون میں
یا نطق کی ہے جلوہ گری شیشون میں
اوراق ادیب ہیں اشعار سرور
یا ہے مئے لالہ گون بھری شیشون میں

غم فرقت

یاد طفلی

کدھر گیا آہ! میرا بچپن، نجات تھی جب غم جہاں سے
نہ دل تھا حسرت کش تمنا، نہ تھی زباں آشنا فغاں سے

کہاں گئی وہ بہار طفلی، کدھر گئے وہ نشاط کے دن
گلابیا آہ! میرا چہرہ نہ زرد تھا جب غم خزاں سے

کبھی تھا کوئل کا ہم نوا میں، کبھی تھا میں سرو کی قمری
چمن میں پھرا کرتا تھا چھیڑ پپیہوں میں ہوا کے مرغان نغمہ خواں سے

میں دل میں خوش تھا کہ گا رہی ہے میرے محبت کے یہ ترانہ
بھلا نہ تھا راز عشق گل کا جو مجھکو بلبل کی داستاں سے

بہت دنوں ہم صفیر تیرا رہا ہوں بچپن کی صحبتوں میں
ہزار نغمے سنا کیا ہوں میں اے پپیہے تیری زباں سے

بہائیں کاغذ کی میں نے ناویں بہت لب جو بنا بنا کے
برس گئی کوئی ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑی جو ساون کی آسماں سے

کبھی شگوفوں کو چومتا تھا کبھی تھا کلیوں کو پیار کرتا
نثار میں بھی تھا آج بلبل ادائے گل پہ ہزار جاں سے

چمن کے سبزہ پہ تیرے پیچھے میں تھیں بدوڑا کیا میں پرندہ
کہ جیسے چھوٹے خدنگ ناوک نشانہ کوئی کڑی کمان سے

کبھی تمنا کہ چاند کو میں گھر اپنے لاؤں بنا کے مہمان
کبھی یہ حسرت کہ توڑ لاؤں میں جا کے تاروں کو آسمان سے

وہ شوق افزا عجب تھیں راتیں میں جب چمکتا تھا توڑنے کو
اگرچہ اونچے بہت ستارے تھے دستِ بازوئے ناتواں سے

کبھی جو آئینے میں یکایک نظر پڑی مجھکو اپنی صورت
رہا ہوں گھنٹوں میں محوِ حیرت کہ پیاری شکل آ گئی یہ کہاں سے

لبوں پہ بچپن کی کیا نہ آئے گی اب وہ معصوم مسکراہٹ ؟
ادھورے الفاظ اے جوانی! وہ کیا نہ نکلیں گے اب زباں سے

نسیم دینے کو مجھکو لوری نہ شام فرقت میں آئیگی کیا!
جگر کے ٹکڑے اڑینگے کب تک ہوا میں آہِ شرر فشاں سے

بتوں کے تیرِ نظر کا بسمل نہ تھا۔ خوشا روزگارِ طفلی!
نہ لاگ شہرگ کو نیشتر سے نہ چھیڑ پہلو کو تھی سناں سے

نہ دل کو فکرِ معاش کا غم۔ نہ مرگِ احباب کا تھا ماتم
لہو کے آنسو نہ آہ! راتوں کو تھے رواں چشمِ خونفشاں سے

نہ تھی گرانباریٔ مشاغل۔ نہ تھی یہ پابندیٔ علائق!
اسیرِ زنجیرِ غم نہ تھا میں۔ نجات تھی شورشِ جہاں سے

جگر پہ میری نہ طعنہ ہائے کرخت پڑتے تھے تیغ بن کر

شہید تیغ اقربا تھا نہ تیرتن دشنۂ زبان سے
سیراب شدہ لا تھا بحر رحمت اعظم۔ بیرے کھلتے تھے چاند سورج
اوتار لاتا تھا جاکے تلے سے زمین پہ راتون کو آسمان سے
میرا گھروندا تھا گھر کا آنگن ہرا سی مین مہمان تھا میرا بچپن
تجھے بلایا تھا کس نے ظالم! شباب تو آگیا کہان سے
رہے جو تو اے شباب مہمان! این غم و رنج ویاس وحرمان
مجھے توقع نہیں ہے یہ بھی طلسم تیرے نکلنے جہان سے
ابھی ہے تیرا فشار باقی۔ ابھی تو ڈھلا پا ہے آنے والا
فلک کو لینے ابھی ہیں بدلے بہت سے اک جوہر ناتوان سے
ہزار جھگڑے ہیں زندگی کے ہزار دستانے ہیں بکھیڑے
سر ورسمہ سے اٹھین تو کیونکر اٹھین یہ اک مشت استخوان سے

حسرتِ وطن

بس فنا میری چھوٹی سی یادگار بنے
غریب ہون میں وطن میں میرا مزار بنے

جہان تھا آہ! لڑکپن کا میرے گہوارہ
لحد بھی میری مرے گرد گار بنے

صدا یہ مرقد سقراط سے ہی آتی آہ!
یہے جو زہر وطن کا وہ جان نثار بنے

مے نفاق وطن آہ! یہ کہان امید
غلط! کہ رشتۂ نازک یہ استوار بنے

میرے ہی ساتھ میری آرزوئے حب وطن
میرے مزار کے پہلو میں اک مزار بنے

قفس میں میری تسلی کے واسطے صیاد
وطن کے پھولون کا اک کمچی تو شکوار بنے

وہ مرغ آہ! جو تیرا ہو دست پروردہ — قفس میں دردِ اسیری سے بیقرار بنے
وفا پرست ہو جو دل وہ آہ! بسمل ہو — وہ آنکھ جسمیں مروت ہو اشکبار بنے
زمین پہ آہ! میں وہ نقش نامرادی ہون — ہزار بار بگڑ کر نہ ایک بار بنے
وہ پہول آہ! جو ہو نازشِ بہارِ چمن — نظر میں بلبل و گلچین کے چبھ کے خار بنے
رہی جو کاہشِ پیہم یونہیں تو اے صیاد! — قفس کی آہ! نہ تیلی تنِ نزار بنے
کمین میں برقِ ستم گھات میں ہے بادِ خزان — چمن میں خاک شجر کوئی باردار بنے
رُلا رہی ہے مجھے سوزِ اشتیاقِ وطن — عجب نہیں ہے کہ آنسو ہر اک شرار بنے
دلا نہ یادِ وطن مجھ غریب کو ہر دم — کہ میری جان پہ نہ آئے درد انتظار بنے
نسیم لیکے جو غربت میں آئی بوئے وطن — مشامِ شوق میرا ناقۂ تتار بنے
خلش فروش ہیں کانٹے یونہیں تو دشتِ جنون — کسی غریب کے خون سے نہ لالہ زار بنے
ترس گیا تیرے جلوہ کو آہ! صبحِ وطن — میری طرح نہ کوئی تیرہ روزگار بنے
چمن سے لاکے صبا! پہول دو چڑھا دینا — پس فنا جو میرا دشت میں مزار بنے
دیارِ غیر میں کرنا نہ اے صبا! برباد — وطن میں آنکھون کا سرمہ میرا غبار بنے
وطن کی راہ نسیمِ سحر! بتا دینا — کہ میری خاک نہ یارون سے شرمسار بنے
دمِ اخیر ہے یارون سے جاکے کہدے اجل — کہ بیکسی نہ میرے غم میں سوگوار بنے
وطن میں جاکے بنے روحِ نکہت برباد — ہوا میں اُڑکے بگولہ میرا غبار بنے
اسیرِ دام ہون۔ اٹکھیلیان نکر مجھسے — صبا سے کہدو نہ میرے گلے کا ہار بنے
وہ غم نصیب ہون۔ اے چارہ ساز مجھسے نہ پوچھ — اجل ہنسے جو کوئی میرا غمگسار بنے
تڑپ کے دم جو دیارِ غریب میں توڑون — میرے وطن میں میرا گنبدِ مزار بنے

بہار گو خزاں سے بیاباں پہ تیرے ہو شیرین
کہ ایسے کوئی وطن کا نہ جاں نثار بنے

سالِ گذشتہ

زمیں پہ برف زمستاں کی تا بہ زانو آہ
لب نسیم پہ ہیں نالہاے شب دیجور آہ
لکھو! کہ چرخ کا گنبد ذرا سنبھل کے بجے
صدا ہو ویسی ہی کہ جیسے سلسل کے بجے
تمام سال گذشتہ ہوا دریغ دریغ
رفیق مجھ سے ہوا اک جدا دریغ دریغ

مرے رفیق مرے غمگسار وا ویلا
کدھر گئے ترے لیل و نہار وا ویلا
تو قاطع عمر کو تو آہ! لیکے آیا تھا
نئی امنگوں کو ہمراہ لے کے آیا تھا
ہر اک حال میں میرا شریک حال رہا
کہ غمگسار میرا تو تمام سال رہا
نکال دو پھیر کے او یار با وفا مجھے
یہ کیا ستم ہے! کہ ہوتا ہے تو جدا مجھ سے

پڑا ہے بے حرکت آہ! جسم زار تیرا
جگر پہ داغ محبت ہے یادگار تیرا
نظر نہ آئیگا اب جلوۂ سحر تجھکو
نہ ہوگی آہ! نئے سال کی خبر تجھکو
جہان سے نکلی ہستی بے ثبات تیری
ملیگی تجھکو نہ گذری ہوئی حیات تری
وہ آہ! تیری رفاقت۔ وہ شرط غمخواری
وہ اختلاط! وہ اُف رے! تیری وفاداری
جہان سے آہ! میرے باوفا گذر نہ ابھی
سرائے ہستی فانی سے کوچ کر نہ ابھی
سمند عمر سے کہدے۔ ذرا ٹھہر جائے
چڑھا ہے نشۂ خواب اجل اُتر جائے
جدا نہ مجھ سے ہو میرے رفیق تنہائی
بہت دنوں ہی رہا گرم صحبت آرائی

پئے ہیں جام مئے انبساط کے تو نے — بسر کئے ہیں بہت دن نشاط کے تو نے
خبر نہ تھی کہ شائیگا سال نو تجھکو — نہ ہوگی آہ! مبارک یہ فال نو تجھکو

جہان کی بزم میں جب تک قیام تھا تیرا — مئے نشاط سے معمور جام تھا تیرا
ملیگا تجھ سا نہ اب دل شادمان مجھکو — دکھائیگا نہ تیرا دور آسمان مجھکو
چھلک گیا تیرا جام سرور واویلا — رہا نہ وہ تیرے آنکھوں میں نور واویلا
اگرچہ کہتے ہیں دشمن تیرے برا تجھکو — دعائیں دیتا ہوں میں یار باوفا تجھکو
جہان سے قصد عدم کا نہ کر دریغ دریغ — اٹھا ابھی سے نہ رخت سفر دریغ دریغ
کہوں میں جی کے میرے غمگسار کیا تھا — کہ لطف ہستی ناپائیدار کیا تھا
وہ لطف صحبت وہ ہنگامہ نشاط دریغ — وہ قہقہے وہ صدائیں، وہ اختلاط دریغ

ہنسی خوشی کے تیرے دن گذر گئے ہے ہے — وہ خوشگوار شمائل گذر گئے ہے ہے!
وہ تیرا نور نظر اُف ری تیری حسرت شوق — اڑائے آتا ہی گلگشت سمند سرعت شوق
قضا سے پہلے نہ پہونچیگا جانشین تیرا — نصیب ہوگا نہ دیدار واپسین تیرا
یہ رات تاروں بھری سرد سرد واویلا — اڑی ہوئی تیری رنگت یہ زرد زرد واویلا
فلک ہے آ کمین میں تجھے ستانے کو — نئی امنگ لئے سال نو ہے آنے کو

ہزار حیف! کہ تو بے کسی کی ہے تصویر — ابھی سے مرنے کے لیے ہیں نالۂ شبگیر
چراغ شام میں اگلی سی وہ ضیا نہ رہی — نظر فریب ستاروں کی وہ ادا نہ رہی

رہے نہ لیلیٰ شب کے وہ دوش پر گیسو — کہ بڑھ کے آ گئے اب آہ! تا کمر گیسو
ترا پیام اجل غمگسار! آ پہونچا — مفارقت کا سامان سوگوار آ پہونچا
ٹھہر! ٹھہر! کہ تجھے ہم کنار کر لوں میں — دم اخیر ہے۔ جی بھر کے پیار کر لوں میں
ملے تو موت کے بدلے تجھے شفا لاؤں — جو آخری ترا ارشاد ہو بجا لاؤں

وہ تازگی۔ وہ صباحت رہی نہ چہرے پر — کہ وہ گلاب سی رنگت رہی نہ چہرے پر
رہا نہ آہ! مرا غمگسار واویلا — کہ چل بسا وہ غریب الدیار واویلا
کھلی ہے۔ بند کرو چشم خوش ادا کوئی — زمیں کو سونپ بھی دو میرے باوفا کو کوئی
در مزار پہ ہے منتظر کھڑا کوئی — زمیں پر ہے نیا آہ! نقش پا کوئی
خروش نالۂ بے اختیار رہنے دو — اجل نصیب کو زیر مزار رہنے دو
نہاں ہے خاک میں اُف! اُف! وہ چاند سا مکھڑا — کہ آ رہا ہے نظر مجھکو اک نیا چہرہ

شکوۂ صیاد

میں بستہ پر ہوں۔ مجھکو نہ ظالم ہلاک کر — صیاد! تیر مار نہ یوں دل پہ تاک کر
میرے جگر کو دشنۂ غم سے نہ چاک کر — مجھکو ستا کے آہ! نہ پیوند خاک کر
نالوں سے بدگمان مرے بیداد خو نہو
بیکس سمجھ کے درپے آزار تو نہو۔
مجھ پر جفائے تازہ عبث بدگمان نکر — برباد میرے خار و خس آشیاں نکر
مجھکو اسیر حلقۂ طوق گراں نہ کر — مجھ ناتواں پہ یہ ستم ناگہاں نہ کر

مرجاؤنگا نصیب جو کنج قفس ہوا
مجھ پہ ستم کا وار جو آئی برس ہوا

وہ دل نہیں رہا۔ وہ طبیعت نہیں رہی — تیرے ستم اٹھانیکی طاقت نہیں رہی
دل سرد ہو گیا۔ وہ حرارت نہیں رہی — وہ نالہائے گرم کی عادت نہیں رہی

مجھکو نہ کر اسیر کہ میں صید خستہ ہون
سن چمن میں طائر باز و شکستہ ہون

یہ جوش لالہ و گل رنگین ادا دریغ — یہ بھینی بھینی جنبش باد صبا دریغ
یہ اودی اودی آہ؛ لب جو گھٹا دریغ — یہ کنج دلنشین۔ یہ چمن کی فضا دریغ

پر میرے کس کے باندھ نہ صیاد؛ باغ میں
اڑنے بھی دے مجھے۔ میرے کنج فراغ میں

پھر کے نہ تیغ کیے دل اندوہگین کو دے — ظالم؛ نہ اب وہ شستہ جبین جبین کو دے
پروانگی جو شورشش آہ حزین کو دے — اذن فغان جو تو نفس آتشین کو دے

افسانہ چھیڑ کر الم جان گداز کا
شکوہ کروں ترے ستم جان گداز کا

بھولا نہیں ستم ہون وہ اگلی بہار کے — نیرنگ یاد ہیں فلک دون شعار کے
نالے قفس میں اف؛ وہ دل بیقرار کے — سودائے گل وہ آہ؛ وہ دن انتظار کے

وہ ذوق آشیان۔ وہ فراق چمن دریغ
وہ تیلیان قفس کی وہ قید محن دریغ

دن بھر فراق گل میں تڑپنا وہ صبح کر — پنجرے کی تیلیوں سے ٹپکنا وہ آہ؛ بس

حسرت سے دیکھتا وہ میرا آہ! ہوئے در   یادِ چمن میں نالۂ پیہم زبان پر

وہ جوشِ اشک، وہ نالۂ خونبار ہائے ہائے

ڈوبی ہوئی لہو میں وہ منقار ہائے ہائے

وہ موسمِ بہار۔ وہ کنجِ قفس دریغ   فریادِ متصل وہ برنگِ جرس دریغ

وہ خون طرازیِ رگِ تارِ نفس دریغ   وہ قیدِ غم۔ وہ سلسلۂ پیش و پس دریغ

لب پر وہ آہ! شکوۂ زنجیر الامان

وہ ہاؤ ہوئے نالۂ شبگیر الامان

گردن اٹھا چکا ہوں میں مجھ پر ستم نہ کر   مجکو اسیرِ حلقۂ زنجیرِ غم نہ کر

میں صید بادِ فنا ہوں مجھے متہم نہ کر   تدبیرِ قضا کے قید میں سامان بہم نہ کر

اتنا نہ آہ! میری اسیری کو طول دے

آزادیِ چمن سے مجھے آہ! بھول دے

پروانہ مجھ سے پوچھ نہ کس انجمن کا ہوں   غربت زدہ۔ مسافرِ بیکس وطن کا ہوں

کیونکر کہوں کہ بلبلِ گویا چمن کا ہوں   پتلا قفس میں ہیں میں غم و رنج و محن کا ہوں

پابندِ حلقہ ہائے سلاسل نہ کر مجھے

میں صید زخم خوردہ ہوں بسمل نہ کر مجھے

حسن

کاش اے حسن تو دنیا میں نہ آیا ہوتا   دامِ تسخیر نہ عالم میں بچھایا ہوتا

بن نہ سکتی تھی پری آنکے جو تری دنیا میں   بن کے ہنگامۂ محشر تو نہ آیا ہوتا

اور اگر آیا تھا ہنگامۂ محشر تیکر
تو نہ ان خاک کے پتلون میں آیا ہوتا

تجھ کو ہونا تھا حسینوں سے جو ناخوش کوئی
شیوۂ جور و ستم تو نہ سکھایا ہوتا

اور سکھائی بھی جو تھیں ان کو جفا کی رسمیں
دلستانی کا طریقہ نہ بتایا ہوتا

نرم و نازک اگر اعضا تھے بنائے تو نے
دل حسینوں کا نہ پتھر کا بنایا ہوتا

کاش! کچھ درد محبت بھی انہیں تو دیتا
دل کے بدلے اثر نالۂ دلجو دیتا

فریاد آدم

ہے ہے! کدھر گئی وہ نسیم بہار خلد
وہ جوش گل ہے آہ! نہ وہ سبزہ زار خلد

دلکش ادائیں تھیں وہ کلیاں کدھر گئیں
وہ پھول کیا ہوئے۔ تھے جو آئینہ دار خلد

خون ہو کے دل کہیں مرے آنکھوں سے بہ نہ جائے
مجھکو رلا نہ غم انتظار خلد

ابھرا ہوا ہے کانٹوں میں دامان شوق اب
دامن میں یا کبھی تھے گل نوبہار خلد

پہلو بدل رہا ہے اب آغوش دہر میں
وہ دل جو آہ تھا کبھی زیب کنار خلد

حد انتظار شوق کی کمبخت ہو چکی
پہلو میں اب تڑپ نہ دل بیقرار خلد

اے مہر و ماہ! اے سحر و شام آرزو
دو دن کو پھیر دو مجھے لیل و نہار خلد

وہ دن خدا کرے۔ لب کوثر پہ اکبار
بھر کر پیوں میں جام مئے خوشگوار خلد

مجھکو مئے طہور سے ساقیٔ ازل
آنکھوں میں میرے ہے ابھی باقی خمار خلد

پائے طلب شکستہ ہوں میں کوئے شوق میں
ہوں منزل جہاں میں غریب الدیار خلد

مجھ پر کرم! کہ بندۂ عاصی ہوں اے کریم!
یارب ہو مجھ پہ رحم کہ ہوں بیقرار خلد

مرغ اسیر ہوں۔ مجھے میرا چمن ملے

بچھڑا ہوا وطن سے ہون مجھکو وطن ملے

میں خوش بہشت میں میرے پروردگار تھا — دنیا کی فکر تھی نہ غم روزگار تھا
پابند تھا نہ قید علائق کا میں غریب — بیڑی نہ کوئی پاؤن میں تھی رستگار تھا
محفوظ تھا قضا سے میں کیا غم فنا — نا آشنائے ہستی ناپائیدار تھا
ناکام آرزو تھا نہ اس غم کدہ میں میں — تسکین تھی جان زار کو دل کو قرار تھا
واقف نہ تھا جہان کے سپید و سیاہ سے — لب پر نہ میرے شکوۂ لیل و نہار تھا
بیٹھے بٹھائے بکھر گیا وہ میرا کنج دلنشین — میں آہ جس میں زمزمہ سنج بہار تھا
تھا بیج بوئے گل سے معطر میرا مشام — ایک ایک پھول نافۂ مشک تتار تھا
ہر سو ترانہ سنج تھے مرغان خوشنوا — اک طائرون کا شور سر شاخسار تھا
دلکو لگی ہوا بھی نہ تھی باغ دہر کی — کانٹا نہ کوئی میرے کلیجے کے پار تھا
آنکھوں میں بس گئی تھی کچھ ایسی بہار خلد — دم بھر فراق اسکا مجھے ناگوار تھا
دنیا میں آکے مجھپہ حقیقت یہ کھل گئی — غم آہ میرے عیش کا پایان کار تھا

اب میں ہون آہ اور غم ایام آرزو
پتلا ہون بیکسی کا میں ناکام آرزو

کلیجے کا داغ

زینہ نہ بام عرش کا اتنا بلند تھا — میری دعا کو باب اجابت ہی بند تھا
تیر اجل کو آہ وہ ... مان پسند تھا — اچھا ہوا کسی سے نہ وہ دردمند تھا

دشمن کی کمی نہ دل کی ... نہ درد جگر گیا

بالین سے نا اُمید تری چارہ گر گیا

آہ! تری چاندسی صورت کدھر گئی | آنکھوں کا نور۔ رخ کی صباحت کدھر گئی
ہونٹوں کی لال لال وہ رنگت کدھر گئی | بچپن کے مسکرانے کی عادت کدھر گئی

ہونٹوں پہ اب ہنسی ہے جنبش زبانکو
کیا جانے کیا ہوا میری ننھی سی جان کو

چہرے سے آہ یوں ہے صباحت اڑی ہوئی | جیسے خزاں میں پھول سے نکہت اڑی ہوئی
دل سرد جسم سے ہے حرارت اڑی ہوئی | رخ سے گلاب کی سی ہے رنگت اُڑی ہوئی

آنکھیں کنول سی ہیں۔ نہ وہ چہرہ ہے پھول سا
لوگو! ہے آج کچھ میرا ننھا ملول سا

پنہاں اجل کا دست ستم آستین میں ہے | مجھ کو خبر نہ تھی کہ یہ ظالم کمین میں ہے
آنکھوں میں نور ہے نہ صباحت جبین میں ہے | قالب یہاں ہے۔ روح بہشت برین میں ہے

زانو پہ سو گیا میرے سر رکھ کے آہ تو
کھولیگا آنکھ کب میرے نور نگاہ تو

گو مجھ سے اب نگاہ نہیں آشنا تیری | مجھ کو مگر ہے آہ وہی بانکپن تری
اگلی سی وہ اگرچہ نہیں ہے ادا تیری | اس غم میں بھی شبیہ ہے تسکین فزا تری

تو کوئی دم میں خاک کا پیوند ہی سہی
پوسے تو لے رہی ہوں میں لب بند ہی سہی

صبر و سکوں کا کرنہ سفینہ تباہ تو | ماں کا سمجھ کے توڑ دل دادخواہ تو
بے نور آنکھ ہے۔ میرے نور نگاہ تو | یعنی ہے مجھ غریب کا روز سیاہ تو

میں نے سمجھ کے خاک کا پتلا زمین کو
حافظ خدا ترا۔ تجھے سونپا زمین کو

ایذا اسے جان نزار جو کا ہش طلب رہی — دن بھر پسر کی یاد میں میں مضطرب رہی
جب نصف شب گذر گئی اور نصف شب رہی — دل میں نہ آہ بطاقت رنج و تعب رہی

نیند آگئی تو طرفہ تماشا نظر پڑا
اک کنج پر فضا لب دریا نظر پڑا

پچھلے پہر کا وقت تھا۔ جان بخش تھی ہوا — اور میرے ساتھ تھا۔ میرا ننھا ٹہل رہا
صورت تھی پیاری پیاری وہ معصوم دلربا — اک پھول تھا گلاب کا گویا کھلا ہوا

پھولوں کی بو سے بادِ صبا عطر بیز تھی
ہر سو شعاعِ نور کی اک جلوہ ریز تھی

چہرے پہ نور کی جو کرن تھی چمک رہی — تھی گورے گورے گالوں پہ سرخی جھلک رہی
وقت خرام ناز کمر تھی لچک رہی — شبنم ادھر گلاب تھی رخ پر چھڑک رہی

رخ پر جو چاندنی نے اجالا تھا کر دیا
مکھڑے کا اور حسن دوبالا تھا کر دیا

کہتا تھا مسکرا کے مجھے یوں دکھا کے پھول — کس رنگ کے یہ گل ہیں یہ ہیں کس ادا کے پھول
کلیاں گلاب کی ہیں نہ یہ موتیا کے پھول — دلکش عجب ہیں اس چمن دلکشا کے پھول

دنیا کا ہے ہوا نہیں چھو بھی نہیں گئی
گذر ہے ان کی خلد سے بو بھی نہیں گئی

اس کنج دلنشین کی ہے آب و ہوا پسند — دنیا کی سب بہت ہے مجھے اس ادا پسند

ہو جس کو خلد کا چمن دلکشا پسند کانٹوں کو دہر کے وہ کرے آہ کیا پسند

دنیا سے آہ اب مجھے وابستگی نہیں
میں شاد ہون کہ مجھکو غم خستگی نہیں

میں جانتا ہون ضبط کی عادت ہو کم تمہیں برسوں رلائیگا مرے مرنے کا غم تمہیں
ڈھارس بندھاؤ دل کو بس اب ہو الم تمہیں رونا نہ ایسا مجھ مرے مرنے کی قسم تمہیں

اشکوں سے میرے غم میں نہ آنکھوں کو تر کرو
دنیا میں کچھ دنوں خوشی خوشی سے بسر کرو

یاران عدم

یارب مجھے دنیا کی ہوا راس نہیں ہے وہ گل ہے یہ بو جسمیں نہیں باس نہیں ہے
لب تشنۂ الفت ہو ہمیں اور سائل ہستی پانی ہے مجھے تیر کی یہ وہ پیاس نہیں ہے
جو ٹین نہ ہی جائیگی یہ درد جدائی دل ہے کوئی پتھر نہیں ۔ الماس نہیں ہے
بیمہر ہے ۔ دنیا کی محبت پہ نہ جانا عیار ہے ۔ یاروں کا اسے پاس نہیں ہے
حسرتکدۂ دہر میں کیا شے نہیں نادان بس اسمیں نہیں ہے کہ غم و یاس نہیں ہے
دے جان حزین ۔ شمع پہ گر کر نہ پتنگے شعلہ ہے ۔ محبت کا اسے پاس نہیں ہے
مرتا ہون میں ۔ آسان میری مشکل ہو الہی بالین پہ دم نزع کوئی پاس نہیں ہے
دم توڑتا ہون ان دو فرزند کے غم میں آگے کوئی یارب کوئی اب آس نہیں ہے

بندہ ہون گنہگار تیرا مجھپہ کرم کر
حال دل محزون پہ توجہ کوئی دم کر

ہون آہ بہت دن سے میں ناکام جوانی
گردش زدہ کلفت ایام جوانی

سونے دے مجھے اے تو کہ پیری کی سحر آئی
جاگا ہوا ہون رات کا او شام جوانی

وہ دن کی ہے یہان یہ عیش پرستو
چھوڑو بھی خیال ہوس خام جوانی

میں بھی کبھی ایک رند خرابات نشین تھا
تھا میں بھی کبھی جرعہ کش جام جوانی

ہان بادہ کشو ہاتھ نہ ساغر کو لگانا
ہے خون جگر بادۂ گلفام جوانی

جمگھٹ میں شب و روز پری رویون کے خوش خصل
ہوتے تھے بسر عیش سے ایام جوانی

کوچے میں حسینون کے رہا آہ میں برسون
دیوانہ و شوریدہ و بدنام جوانی

سایہ جو ڈھلا شام جوانی کا یکایک
جاتی رہی وہ صحبت اصنام جوانی

اس دل کو حسینون کی ادا راس نہ آئی
کافر کو محبت کی ادا راس نہ آئی

گردون نے دیے داغ بہت آہ جگر پر
یاران سفر مجھسے چھٹے راہ میں اکثر

فریاد سنی قافلہ والون نے نہ میری
چلا یا کیا سر پہ بہت خاک اڑا کر

وہ منزل ہستی میں مجھے دے گئے دھوکا
تھی میری جدائی نہ گوارا جنہیں دم بھر

یاران عدم ہو گئے کچھ مجھسے ایسا
بھیجا کبھی دو حرف کا پرزہ بھی نہ لکھکر

دل سے خلش صدمۂ احباب نہ پوچھو
رہ رہ کے ہے پہلو میں چبھوتا کوئی نشتر

برسین ہوئین بچھڑے ہوئے یاران عدم سے
لیکن ہے وہی چوٹ جدائی کی جگر پر

میں مرقد احباب پہ او باد سحر دم
پھولون کی چڑھا آتا ہون اب بھی کبھی چادر

جی ہی نہ رہا وعدۂ محشر پہ جئے کون
اے اجل اے کاش اک وعدہ ہو برابر

تنہا کوئی دنیا میں جیا بھی تو جیا کیا

طے جادۂ ہستی کو کیا بھی تو کیا کیا

دل ہی نہیں دلبستگی دہر کہاں کی
تنہا کوئی کیا خاک کرے سیر جہاں کی

کر ناصح مشفق بس تسلی کی یہ باتیں
سوجھی ہے تجھے رام کہانی یہ کہاں کی

ٹھیرے رہو ٹھیرے! او قافلے والو
ہاں! تمکو قسم اس دل بیتاب تواں کی

جب منزل ہستی سے گئے ایسے مسافر
آئی کبھی آواز جرس سے نہ فغاں کی

چٹکی غم احباب نے لی ایسی الٰہی!
دھڑکن نہ گئی آہ! میرے قلب تپاں کی

جی بھر گیا دنیا سے ہوس اب نہیں باقی
میں کر بھی چکا سیر جہان گذراں کی

لے جان کہ او موت کے بیدرد فرشتے
آخر کوئی حد بھی ہے میرے درد نہاں کی

میں پہلوئے احباب میں ہوں دفن پس مرگ
حسرت ہے الٰہی یہ دل سوختہ جاں کی

ملنے کی مجھے آہ! تمنا ہے کسی سے
کچھ مجھکو گلہ ہے نہ مجھے شکوہ ہے کسی سے

رُونُمائی

اے زمیں کیلوہ ہائے روکش عرش بریں
خاک میں پنہاں ہے تیرے کون یہ ماہ مبیں

ابر رحمت کا ہے سایہ کسکی چھتری پر فلک
اُف! یہ کسکی خوابگاہ ناز ہے زیر زمیں

عطر افشاں کسکی چوٹی کے ہیں پھولوں سے مشام
بھینی بھینی ہے ہوا میں بوئے زلف عنبریں

کس سخی کی یہ زیارتگاہ ہے او آسماں!
اٹھ رہے ہیں جس سے اب تک شعلۂ آتشیں

مرحبا! اے شمع عصمت خانۂ ناموس حسن
آفریں! اے نغمہ سوز وفا صد آفریں

پاکدامنی کی ہے تو وہ مقدس یادگار
تیری روح پاک کو صلِّ علیٰ اے نازنیں

تیرے دامن تک نہ پہونچا دستِ امید گستری — تیرے چہرے سے اٹھا پردہ نہ اے پردہ نشین
اپنے منہ سے کیا نکالا نا اُف بے خودداری — مر گئی لیکن اے اُما! آخر تیری چینِ جبین

تو وہ ستونتی تھی اے پروردہ دامانِ حسن
جسکا ٹوٹا شیشۂ ہستی تیرے پیمانِ حسن

ننگ ناموس وفا کی اے مبارک یادگار — ایک جانِ پاک دیوی! تیری عصمت پر نثار
اے قتیلِ عشق! اے جانبازِ سوز و فا — تیری خاکستر میں اب تک آہ باقی ہیں شرار
ہیں تیرے تقدیس کے اب تک زباں پر زمزمے — حوریں اب تک آکے کرتی ہیں ترا طوفِ مزار
آہ اے ہستی ہستی! اے زندہ جاویدِ عشق — تیری شہرت کے نشان ہیں اب تک یادگار
آتی ہے اب تک زیارت کو تیرے خلقِ خدا — جمع ہوتے ہیں پرستش کو تیرے اہلِ دیار
لالہ و گل ہیں شگفتہ اب بھی چھترے پر تیرے — تیرے پھولوں میں ہے اب بھی آہ! اک جوشِ بہار
اب بھی تیری خاک پر اے نعمت رنگین ادا — بھیگی بھیگی پڑ رہی ہے ابرِ رحمت کی پھوار
تو لئے جاتی ہے پھر بھی اے اُما نازک مزاج — بار خاطر ہوں نہ اے بادِ صبا پھولوں کے ہار

منہ چھپا کر نازنیں پھولوں کی چادر میں ابھی
سو گئی ہے روٹھ کر آغوشِ شوہر میں ابھی

بلبل اور میں

او چیخ کر قفس میں فریاد کرنے والے — او ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں تڑپ کر بھرنے والے
او حسرتِ چمن میں جی سے گزرنے والے — او عندلیبِ شیدا پھولوں پہ مرنے والے

حسرت نصیب ہے تو میں بھی درد آشنا ہوں

پنجرے میں قید تو۔ میں زندان میں مبتلا ہون

نالے فراقِ گل میں تری زبان پر ہیں   صدمے مفارقت کے ننھی سی جان پر ہیں
تو ہے اسیر طفلی اور دہان پان پر ہیں   زندان کی جفائیں مجھ ناتوان پر ہیں

پابند قید غم ہیں اک سلسلے میں دونون
فریادی جرس کی اک قافلے ہیں دونون

مبتلا میں غم کا ہون تو تصویر ہے محن کی   ارمان مجھے وطن کا حسرت تجھے چمن کی
حسرت بھری صدا ہے مجھ زار و خستہ تن کی   ہے غم فزا ہے تری فریاد جان شکن کی

قید جفا میں تو ہے زندان میں مبتلا ہون
تو نالہ گوش ہے میں منت کش فغان ہون

پنجرے میں آہ تو ہے سرگرم نوحہ خوانی   بھرتے شرر ہیں منہ سے اُف اے تپش نہانی
زندان میں تلخ میری ہے آہ زندگانی   زنجیر کی صدا ہے اور غم کی ہے کہانی

مجبور آہ! تو ہے مرغان نغمہ خوان سے
اور میں بچھڑ گیا ہون یاران خوش بیان سے

محو خیال تو ہے میں محو دوستان ہون   فرصت نصیب تو ہے یار و خانمان سے ہون
تو مرغ خستہ جان ہے میں زار و ناتوان ہون   تو آہ! مشت پر ہے میں مشت استخوان ہون

بے چین کر رہی ہے خواہش تجھے چمن کی
اور خون رلا رہی ہے حسرت مجھے وطن کی

کب تک زبان پہ شکوے صیاد و آسمان کے   کب تک جگر پہ چرکے تیغ غم نہان کے
پتلے دل و جگر ہیں پہلو میں سوز جان کے   شعلے بھڑک رہے ہیں آہ شرر فشان کے

دونوں کو پھونکدے اوا موج شرارہستی
قیدِ جفا میں آخر کب تک فشار ہستی

زنداں میں آ بنی ہے دونوں کی آہ بجا پہ   خستہ ہیں پاؤں میرے۔ اور تیرے ناتواں پر
فریاد شامِ غم میں دونوں کی ہو زباں پر   پھینکیں کمند نالہ آ با مل کے آسمان پر

زندانیوں پہ شاید کچھ لطف کی نظر ہو
جلاد کو خبر ہو۔ صیاد پر اثر ہو

حُبِ وطن کے نغمے گاؤں میں پھر وطن میں   چھیڑوں نئے ترانے یاروں کی انجمن میں
اک عمر آہ گزری قیدِ غم و محن میں   آزاد ہیں وطن میں تو شاد ہو چمن میں

محوِ شارِ گل ہو تو شاخ آشیاں پر
ہوں الفتِ وطن کے نغمے مری زباں پر

ایک جلاوطن محبِ قوم کا گیت

نہ ہم نفس ہے نہ ہے کوئی غمگسارِ وطن   وطن کی یاد ہے غربت میں یادگارِ وطن
وطن سے آہ میں نکلا جلا وطن ہو کر   ہزار حیف کہ مجھ سے چھٹا دیارِ وطن
رلا رہی ہے تمنا کو خونِ یادِ وطن   غریب کب سے ہے غربت میں سوگوارِ وطن
مزارِ حسرتِ مردہ سے آ رہی ہے صدا   کہ زیرِ خاک ہوں اب بھی ہیں جاں نثارِ وطن
وطن سے لیکے صبا کچھ پیام آتی ہے   کہا رہی ہے اُڑائے ہوئے غبارِ وطن
خبر تو وحشتِ دل بڑھ گئی اک قدر لاتا   کہ میرے بعد ہوا آہ کیا شعارِ وطن
زمیں پہ گر نہ پڑوں میں غریب غش کھا کر   سنبھال اُٹھ کے مجھے دردِ انتظارِ وطن

وہ جان نثار وطن ہیں غریب ہوں افسوس
کہ میرے غم میں نکلتی ہے جان زاد وطن

وہ اُودی اُودی گھٹائیں وہ جوش لالۂ گل
ہزار حیف وہ رعنائی بہار وطن

کہاں وہ صحبت مرغان خوشنوا ہے ہے!
کہاں وہ کنج کہاں اب وہ سبزہ زار وطن

جگر کے داغ جو دھوتے تھے وادیوں میں کبھی
وہ دلفریب کہاں آہ آبشار وطن

قفس میں بھول نہ صیاد رکھ تسلی کو
عزیز ان سے ہیں آنکھوں کو میری خار وطن

اسیر دام ہوا میں فلک زدہ کس وقت
شروع موسم گل جوشش بہار وطن

ہوں جانثار تیرا ہو نہ بدگمان صیاد
کرم کرم کہ ہوں غربت میں بیقرار وطن

حسرت اے صحبت مرغان چمن زاد وطن
رخصت اے جوش بہار گل و شمشاد وطن

درد غربت کی بھی آخر کوئی حد ہے کہ نہیں
ہو نہ سرگرم تپش اور دل ناشاد وطن

لے ہی جائیگا کبھی جذبۂ یاران وطن
پھر دکھائے گا زمانہ ہمیں بنیاد وطن

شوق دیدار میں روزن سے لگی ہیں آنکھیں
کان زندان میں ہیں حسرت کش فریاد وطن

دل یہ کہتا ہے گلا گھونٹ کے مرجاؤنگا
یوں نہیں غربت میں جو جانکاہ رہی یاد وطن

ہم ستائے ہوئے ہیں گردش ایام کے آہ
ہمکو یاروں سے نہیں شکوۂ بیداد وطن

ساتھ تو نے بھی نہ ہم دشت نوردوں کا دیا
ہائے اے قافلۂ نکہت برباد وطن

سرگذشت دل آوارہ کہیں کیا تجھسے
ہم غریبوں سے صبا پوچھ نہ اُفتاد وطن

لکھکے یاروں نے نہ دو حرف کا پرزہ بھیجا
اے صبا تو ہی سُنا کچھ ہمیں روداد وطن

ساحل ہند کی جانب جو گذر ہو تیرا
اُن سے کہنا یہ پیام دل ناشاد وطن

گیت گاتے تھے کبھی صبح وطن ہم بھی
وہ بھی دن تھے کہ چمن میں تھے ہم آزاد وطن

ہم اسیری کے سزاوار نہ تھے اے صیاد
تیرے دشمن تھے نہ ہم آرۂ شمشاد وطن

رحم کر رحم کہ صیاد قفس میں افسوس — چیختا کب سے ہے اک مرغ چمن زادِ وطن

دل رکھے ہم ترا نے حب وطن کے گائیں

دل میں جس چمن کے گیت اُوس چمن کے گائیں

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

لکشمی جی

سبھ مہورت وہ عجب تھی وہ عجب سبھ تھی لگن — کہ جب آکاس سے اُترا تھا ترا سنگھاسن

نظر آئی تری صورت میں عجب حسن کی جوت — تو نے دیوی ہمیں اپنے جو دکھائی درشن

اک چھلا چھند وہ کہ عالم دم نظارہ تھا — گورا گورا تن نازک تھا سراپا کندن

شعلۂ حسن دل افروز بھڑک اٹھتا تھا — رخ روشن پہ جو پڑ جاتی تھی سورج کی کرن

تھی چمک آہ وہ تیرے چاند سے رخسار کی — کسی مندر میں تھے یا تھی گویا دو روشن

ترچھی بانکی وہ کمانیں تھیں کڑی دونوں بھویں — لئے پھرتے تھے کبھی بن میں جنھیں رام لچھمن

دل کو چھینے لئے جاتی دم نظارہ تھی — پیاری پیاری تھی عجب چاند سی مکھڑے کی پھبن

تیرے ماتھے پہ تھا چندن کا لگایا ٹیکہ — اپسراؤں نے کیا تھا ترے رخ پہ اُبٹن

اور کنول کے تجھے پھولوں کا پہنا کر زیور — اُف ری! مشاطہ گری تجھ کو بنایا تھا دلہن

ناز تھا شاہد رعنائے ازل کو جن پر — تیرے حصے میں وہ نیلوں تھے آپے ابرن

رخ گلفام پہ برستا تھا ترے نور ازل — بنکے ساون کی جھڑی اور کبھی بھادوں کی گھن

بھولی بھولی سی وہ صورت وہ ادائیں پیاری — نیچی نیچی وہ نگاہیں اور وہ انوکھی چتون

کوکلا سی وہ تیری ہائے سریلی آواز — میٹھے میٹھے تیری ڈوبے ہوئے طرز میں بین

گوری گوری تھی جبین پریم کی سندر کوئی نار — زلف تھی یا کوئی متھرا کی سکھی شام برن

خوشنما کانون میں کنڈل تھے تو ہاتھوں میں کنول — اوڑھنی ہلکی سی ریشم کی تھی اک زیب بدن
تو اس انداز و ادا سے جو زمین پر اُتری — دیکھنے والون نے جھک جھک کے لئے تیرے چرن
مچ گئی دہوم تیرے جلوہ گری کی پہر تو — پھوٹ نکلی تیری شہرت کی زمانہ میں کرن
اہل نظارہ سے تصویر تیرے بول اُٹھی — لکشمی ہون. تمہیں دینے کو ہون آئی درشن

آہ اے رونق خلوت کدۂ عیش و نشاط — آہ اے شاہد رعنائے اٹل کی دلہن
آہ اے عفت و عصمت کی مجسم دیوی — میرا مونہہ کیا ہے کرون جو تیری - مہا برن
سب سے پہلے ترا بھارت میں ہوا آہ ظہور — سب سے پہلے یہین اُٹھی تیرے درس کی چلن
تو وہ مورت تھی کہ اے لعبت زیبا تمثال — سب سے پہلے ترا بھارت میں ہوا استھاپن
سب سے پہلے تھی جو رشیوں کی زمین پر چمکی — وہ تیرے حسن کی ضو تھی تیرے جلوہ کی کرن
جس میں امید کا چہرہ نظر آیا ہم کو — تیرے ہی حسن دلفروز کا تھا وہ درپن
کھڑکیان تیرے شوالے کی تھین آنکھین اپنی — ان جھروکون سے کیا کرتے تھے تیرے درشن
جاتری آتے تھے دیوی تیرے جانے کیلئے — دہوم متھرا سے جو تھی حسن کی تا بندرابن
جوت اس روپ سے تیری نظر آئی ہمکو — ہم یہ سمجھے ہوئے ہر دوار میں ہر کے درشن
گھی کے پر یا آگ میں جلتے تھے اوہر وہ چراغ — کاشی والے تھے اوہر تری عبادت میں مگن
جے سناتے تھے غرض سب تری بھارت باسی — کہیں پوجا تھی تری اور کہیں ترا پوجن
اودری اکشت تھا چڑھاتا کوئی دیوی تجھکو — اور لگاتا کوئی ماتھے پہ تھا گھس کر چندن
پیاری پیاری کہین دلکش تھی عجب سنکھ کی دہن — کہین گھڑیال کے گھنٹے کی صدا تھی ٹن ٹن
دہوپ اور روپ کی خوشبو تھی کسی مندر میں — اور کسی مٹھ میں تھین کافور کی شمعین روشن

الغرض ایک چراغان کا تھا عالم ہر سو
روز و شب نور برستا تھا زمین پر چھن چھن

آہ! سونے کی تھی لنکا کبھی بھارت کی زمین
بھاگوان ایسے عجب کچھ ترے دیوی تھے چرن

سونے چاندی کے شگفتہ تھے ہر اک نخل میں پھول
آب زر سے تیری رحمت نے تھا سینچا یہ چمن

وہی مٹی ہے یہ پارس کا اثر تھا جس میں
وہی ذرے ہیں چمکتے تھے جو بنکر کندن

شان اگلی سی مگر آہ! کہاں اب ان میں
نہ وہ ضو ہے نہ تجلی نہ وہ تابش کہن

تیل بھی اب نہیں بھارت کے چراغوں کو نصیب
ہائے وہ دن! کہ دیا گھی کے تھے گھر گھر روشن

تیرے مندر میں نہ بتی نہ دیا ہے افسوس
آہ! دیوی! ترا سونا ہے پڑا سنگھاسن

نظر آتی نہیں اب ہم کو تجلی تیری
لگ گیا چاند سے رخ کو تیرے کیا آہ! گہن

نہیں ملتے کہیں ہمکو تیری قدموں کے نشان
جستجو میں تیری برسوں سے ہیں پھرتے بن بن

کنج گلیوں میں بھی متھرا کی نہ پایا تجھکو
نظر آئے کہیں گوکل میں نہ تیرے درشن

جذبہ شوق ترا ہم کو لئے پھرتا ہے
کبھی کاشی کبھی پریاگ۔ کبھی بندرابن

نہیں ہلتی تیرے اب دل سے نگاہیں افسوس
دیکھتے دیکھتے ہی پھر گئی تیری چتون

ہم وہ مشتاق زیارت ہیں کہ جوگی بنکر
رہگزر میں ہیں جمائے ہوئے بیٹھے آسن

ایک بار اور دکھا جا ہمیں درشن اپنے
آ رہیں آہ! ہے دیوی! تیری سب تن من دھن

گرچہ برسوں سے نہیں جلوہ فزائی تیری
اب بھی دھندلا سا دیا ہے تیری مٹھ میں روشن

اب بھی دیوالی کو جلتے ہیں تیرے آہ! چراغ
اب بھی بھارت میں ہے دیوی تیری پوجا کا چلن

اب بھی مندر میں تری گھستے ہیں ماتھا اپنا
تیری تقدیس کی ہم جپتے ہیں اب بھی سمرن

ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہر سو تجھے بھارت باسی
کبھی پورب کبھی پچھم۔ کبھی اتر دکھن

تیری مندر کے پجاری ہیں دیا کر ان پر
کہ یہ بیراگ لئے پھرتے ہیں تیری کارن

تیری چرنوں پہ ہیں یہ سیس نوانے والے — تک رہی راہیں تیری ۔ انہیں ماتا درشن
خوش نصیب آہ! ہے وہ قوم! جہاں ضو ہے تیری — بھاگ اُس دیس کے جس دیس میں ہیں تیرے چرن

شمع انجمن

اے شمع اے حدیث سوز غم نہانی — بھاتی ہے دل کو تیری حسرت بھری کہانی
تیری طرح ہوں میں بھی سرگرم نوحہ خوانی — میرے نصیب میں بھی ہے سوز جاودانی
پروانگی تجھے دی قدرت نے سوز جاں کی
سینہ میں آگ رکھ دی میرے غم نہاں کی

راتوں کو جسطرح تو جلتی ہے انجمن میں — جلتا ہوں میں بھی یوں ہی سوز غم وطن میں
لپٹے ہوئے ہیں شعلے دونوں کے پیرہن میں — آتش بجاں ہیں دو تو اس محفل کہن میں
یعنی گداز الفت دونوں کے ہیں دلوں میں
دونوں کی روشنی ہے دنیا کی محفلوں میں

آہوں کا جیسے اُٹھتا دل سے تیرے دھواں ہے — یوں ہی جلی بھنی ایک لَے میری نغاں ہے
محفل میں چپکے چپکے تو جیسے خوں فشاں ہے — آنکھوں سے میری یوں ہیں اک جوئے خوں رواں ہے
تھمتے نہیں ہیں میرے سیل وار آنسو
روتی ہے چار آنسو تو ۔ میں ہزار آنسو

تو ہے رہی سنبھالا رو رو کے ہر سحر کو — اس غمکدہ سے میں بھی سرگرم ہوں سفر کو
گلگیر سے ہے کاوش محفل میں تیرے سر کو — شہ رگ سے لاگ میری ہے نوک نیشتر کو
تو سوز آشنا ہے ۔ ایذا پسند ہوں میں

تو آگ کی ہے۔ منتقل۔ دو پسند ہو نہیں
تو جل کے جیسے اپنی ہستی مٹا رہی ہے ۔ سوز فنا کی دلپر بجلی گرا رہی ہے
میرے جگر کو حسرت یونہیں کھا رہی ہے ۔ گرم تپش ہون میں اور تو تھرا رہی ہے
شعلے نکل رہے ہیں میرے دل و جگر سے
اور اُٹھ رہا دھوان ہے آہون کا تیرے سر سے
سینے میں آہ! تیرے سوز غم و محن ہے ۔ داغون کا اک شگفتہ ولیکن میرے چمن ہے
پر دانون کا تجھے غم اے شمع انجمن ہے ۔ قسمت میں آہ! میرے دلسوزیٔ وطن ہے
جلتا ہون سوز غم سے۔ میں وہ فنا طلب ہون
ہون آگ پر پھڑکتا۔ وہ کباب مضطرب ہون
جب بے نشان مکین تھے کاشانہ وطن میں ۔ پروانے انجمن میں۔ بلبل نہ تھے چمن میں
شمس و قمر نہ تھے جب دنیا کی انجمن میں ۔ شعلے تھے دو فروزان اس محفل کہن میں
حصے میں تیرے اک۔ اک قسمت میں میری آیا
اک تری بزم میں۔ اِک خلوت میں میری آیا
اِک کھیل امتحان تھا سوز غم فنا کا ۔ دونون کو رفتہ رفتہ برق ازل نے تاکا
درمان نہ پا کے آخر اس درد لا دوا کا ۔ دی تجھکو آگ غم کی۔ شعلہ مجھے وفا کا
تصویرین کھنچ دین دو سوز غم و محن کی
اک سوز انجمن کی۔ اک سوزش وطن کی

رخصت شباب

حسرت ہائے عنفوان برنائی   رخصت اے کاروان رعنائی
اے وہ سودائے خط و خال کہاں   نہ وہ ہم ہیں نہ وہ خود آرائی
گل رخسار یوں ہیں پژمردہ   جیسے کلیاں چمن میں مرجھائی
نہ وہ لہجہ رہا نہ طرز مقال   نہ تکلم نہ ہے وہ گویائے
نہ رہی وہ لبوں میں اگلی سی   شکر افشانی و شکر خائی
نہ رہا ان کا سلسلہ بے ہے   ہم تھے جن گیسوؤں کے سودائی
ہو رہے ہیں سپید موئے سیاہ   صبح پیری ہے شام برنائی
ہٹ گئی اف! وہ چاندنی صورت   جس پہ تھا ہم کو ناز یکتائی
سلک دندان کا جب خیال آیا   لب پہ روتی ہوئی ہنسی آئی
لطمۂ سیل عمر رفتہ میں   بہ گیا تختۂ شکیبائی
رحم آئے موج رعشۂ پیری   اپنی کشتی بھنور میں چکرائی
مدد آئے آنسوؤں کی طغیانی   آگ سوز دروں نے بھڑکائی
دل کے داغوں کو مرہم کافور   صبح پیری! نہ لیکے تو آئی
تجھکو او آسمان کج رفتار   نہ ہماری روش پسند آئی
ہم بہت سر اٹھا کے چلتے تھے   تونے آخر زمین دکھلائی
نہ رہا آہ! وہ حدیقۂ عیش   جس میں تھے محو نغمہ آرائی
کھل کے مرجھا گئی وہ پھول افسوس   روح افزا تھی جن کی رعنائی

اب ہے اُجڑی پڑی وہ بزمِ نشاط　　جس سے تھی لطفِ صحبت آرائی
اب وہ جلسے کہاں ہیں یار وکہے　　ہم ہیں اور یا کنجِ تنہائی
وہ شبِ ماہ و بزمِ رقص و سرود　　مطرب و ارغنون و شہنائی
سبزہ و باغ و ساقی و معشوق　　شیشہ و جام و بادہ پیمائی
گرمیوں کی وہ چاندنی راتیں　　نیلا نیلا وہ چرخِ مینائی
وہ امنگوں کے سن جوانی کا　　کچھ تڑپ دل میں کچھ شکیبائی
شب کو باغوں میں غنچۂ احباب　　سرو شمشاد کی صف آرائی
آہ! وہ ننھی ننھی کلیوں میں　　کیسی کم سن حسین کی رعنائی
پتے پتے میں حسن کا عالم　　بوٹے بوٹے میں شان برنائی
پانی کی ہلکی ہلکی موجوں میں　　دل کا انداز ناشکیبائی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں میں　　لب جان بخش کی مسیحائی
نہ رہے وہ شباب کے جلسے　　حسرت اے ذوقِ محفل آرائی
وہ میں کس کس کو کیسکو یاد کریں　　اُف وہ ہنگامۂ خود آرائی
ٹکورے گھائل ہیں پنڈلیاں کمزور　　نہ رہی تابِ گام فرسائی
ضعفِ پیری نے ہے بنا رکھا　　گھر میں پابندِ قیدِ تنہائی
ہائے وہ دن بھی تھے قیامت کے　　چال میں جب تھی محشر آرائی
ہم کو اے تازہ واردانِ شباب　　کیا دکھاتے ہو شانِ برنائی
اس مرقع میں صورتِ تصویر　　ہم بھی تھے نقشِ نازکیتائی
لب میں اعجاز آنکھ میں جادو　　قد میں شوخی تھی۔ خد میں رعنائی

چوڑا سینہ بھرے بھرے بازو — اے دریغا وہ شان برنائی
کبھی ہم بھی جوان رعنا تھے — یون نہ چہرے پہ تھی خزان چھائی
دن میں کپڑے بدلتے تھے سو بار — گرم تھی محفل خود آرائی
ہم سنئے تھے، نئی ہماری وضع — نئی سج دھج - نئی تھی رعنائی
دن کو یارون کے رہتے تھے جلسے — شب کو پریون سے صحبت آرائی
بن کے یوسف جو جاتے تھے بازار — جمع ہو جاتے تھے تماشائی
سر پہ کج تھی کلاہ عجب وغرور — زیب بر تھی قبائے رعنائی
کبھی مہندی لگائی ہاتھون میں — کی کبھی رخ پہ غازہ آرائی
زعفرانی کبھی قبا بدلی — کبھی دستار سرخ رنگوائی
جوہی کے بھینے بھینے ہارون سے — تھا معطر مشام رعنائی
دیکھتے تھے کبھی جو آئینہ — پہرون رہتے تھے ہم تماشائی
لیکن اگلی سی اب کہان باتین — نہ وہ صورت رہی نہ رعنائی
روٹھ کر ہم سے چل دیا جو شباب — اُف! یہ کس کی ادا تجھے بھائی
تجھ سے صبر و قرار تھا دل کو — تجھ سے تھی روح کو شکیبائی

حیف! تیری نہ قدر کی ہم نے
کھو کے آئی سمجھ تو کیا آئی

داغ

اے نظم! تیرا عشوۂ دلجو کدھر گیا — سر چڑھ کے بولتا تھا وہ جادو کدھر گیا
شانہ وہ کیا ہوا، خمِ گیسو کدھر گیا — چوٹی کا پھول، داغ سمن بو کدھر گیا

کلیاں کدھر گئیں تیری دامانِ ناز کی
بو بھینی بھینی کیا ہوئی زلفِ دراز کی

اے حسن تیرا نغمۂ اعجاز کیا ہوا — اے عشق! تیرا سوز فزا ساز کیا ہوا
وہ طوطیِ جناں کا ہم آواز کیا ہوا — وہ عندلیب زمزمہ پرداز کیا ہوا

وہ صحبتیں۔ وہ انجمن آرائیاں کہاں
وہ آہ! داغ کی چمن آرائیاں کہاں

چبھتے ہوئے جگر میں وہ خنجر کدھر گئے — تھے جو خلش فروش وہ نشتر کدھر گئے
برجِ سخن کے وہ مہ و اختر کدھر گئے — وہ ہونٹ تھے جو برگ گلِ تر کدھر گئے

محوِ سکوت ہیں لب رنگین نوائے داغ
پھولوں میں اب ہے داغ کے بوئے وفائے داغ

سانچے میں وہ ڈھلی ہوئی تقریر کیا ہوئی — جذباتِ حسن و عشق کی تصویر کیا ہوئی
وحشت فزا جنون کی وہ تاثیر کیا ہوئی — طوقِ گلو کدھر گیا، زنجیر کیا ہوئی

زلفِ سخن کا آہ! وہ دیوانہ کیا ہوا
پیمانہ کدھر گئیں وہ پریخانہ کیا ہوا

سونپا زمیں میں کس نے اپنی کمال کو — چھوڑا اسے تو کس نے یہ کس غزال کو

ٹھکرا کے کس نے شیشۂ بزم خیال کو — توڑا طلسم عشوہ و غنج و دلال کو

پریوں کا ایشیا کی وہ جھرمٹ کدھر گیا
بند نقاب کیا ہوئے گھونگٹ کدھر گیا

یہ کس کے ساتھ رونق باغ سخن گئی — سنبل کے پیچ تازگی یاسمن گئی
کلیوں کی شان پھولوں کی دلکش پھبن گئی — رعنائی عروس بہار چمن گئی

وہ ایشیا کا آہ! چمن زار کیا ہوا
پھولوں کا پھول داغ وفادار کیا ہوا

کملا گئے حدیقۂ بزم سخن کے پھول — کچھ رہ گئے جھڑے ہوئے باقی دکن کے پھول
مرقد پہ آہ! داغ غریب الوطن کے پھول — لیچل صبا چڑھا کے گل و یاسمن کے پھول

گلگوں کفن ہے جلوۂ صبح بہار داغ
چلکر کریں دکن میں طواف مزار داغ

ہاں او فروغ داغ جبین نیاز عشق — تیرے بغیر کون اٹھائیگا ناز عشق
کس برج میں ہے تو مہ جلوہ طراز عشق — لالہ میں کیا ہے داغ غم جانگداز عشق

کس حور عین کی بزم میں ہے گل فروش داغ
تو خلد میں ہے اور ترے پھولوں میں جوش داغ

مضمون حسن و عشق کے او ترجمان چہک — بزم سخن میں داغ فصیح البیان چہک
اے ہم صفیر طوطی خلد آشیان چہک — مطلع یہ اپنا بلبل ہندوستان چہک

کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا
وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا

زلف عروس بندش مضمون کدھر گئی — نیچر کی شوخی قدر موزون کدھر گئی
وہ موج جنبش لب گلگون کدھر گئی — سیل سرشک دیدہ پرخون کدھر گئی

ڈوبے ہوئے لہو میں وہ پیکان کدھر گئے
وہ زخم کیا ہوئے وہ نمکدان کدھر گئے

اے عمر رفتہ تو ہی بتا کچھ نشان داغ — کس راہ سے عدم کو گیا کاروان داغ
نرگس میں بوئے داغ نہ لالہ میں نشان داغ — ہے ہے کدھر گیا چمن بے خزان داغ

وہ پھول کیا ہوئے وہ چمن زار کیا ہوا
کلیان کدھر گئین۔ وہ سمن زار کیا ہوا

وہ سرو ناز رونق بستان کدھر گیا — وہ تختہ بند سنبل و ریحان کدھر گیا
ویران چمن ہے مرغ غزل خوان کدھر گیا — خاموش بزم ہے وہ سخندان کدھر گیا

وہ شوخی ادائے تکلم کہان گئی
جو نطق کی پری تہی۔ کدھر وہ زبان گئی

وہ ایشیا کا مرغ چمن زاد کیا ہوا — وہ عندلیب گلشن ایجاد کیا ہوا
وہ درس گاہ عشق کا استاد کیا ہوا — کہتے تھے جسکو داغ وہ ناشاد کیا ہوا

پہلو میں اب وہ درد ہے جو پہلے داغ تہا
اب ہے جگر کا داغ جو گھر کا چراغ تہا

او یادگار ذوق معانی طراز نظم — کرسی نشین کہان ہے تو او نقش ناز نظم
اٹھتے ہی تیرے ہوگیا خاموش ساز نظم — اک تیرے کرم سے داغ تھا سوز و گداز نظم

محفل میں اک چراغ کہن تھا سو بجھ گیا

پہلو میں ایک داغ کہن تھا سو بجھ گیا

اُردو کے باغ میں گل رنگیں ادا تھا ایک — سارے چمن میں بلبل رنگین نوا تھا ایک
داغوں میں داغ عشق کا لذت فزا تھا ایک — تاج سخنوری میں در بے بہا تھا ایک

بن کر وہ چشم دہر سے آنسو ٹپک گیا
اے دل ٹپک کہ داغ وفا خو ٹپک گیا

کس کی لحد پہ آہ چراغ سحر ہے تو — پھولوں میں کس غریب کے داغ جگر ہے تو
وہ چرخ کس زمین پہ ہی جس کا قمر ہے تو — برج سخن کے ماہ کامل کدھر ہے تو

خالی کا چاند ہے ترے غم میں ہلال عید
ماتم نشین ہے لیلی شام وصال عید

او نقش بند پیکر حسن مقام نظم — او غازہ ریز شاہد رنگین جمال نظم
او بلبل حدیقہ سحر حلال نظم — او ماہتاب اوج سپہر کمال نظم

کس برج میں ہی تو تیری منزل کدھر ہے آہ!
جس دل میں داغ عشق ہے وہ دل کدھر ہے آہ!

لالہ میں ہے کہ ہے مہ کامل میں داغ تو — ہی کس کی بزم ناز کا آخر چراغ تو
چھلکائے سخن کے نہ بھر کر ایاغ تو — او آسمان بہت نہ دکھا سبز باغ تو

اے صرصر زمانہ نہ داغوں پہ داغ دے
جو بجھ گئے وہ بزم سخن کے چراغ دے

داغ و امیر کے لب اظہار بھیجدے — نطق فصیح و شوخی گفتار بھیجدے
تاج سخن کے گوہر شہوار بھیجدے — منگواتی ہے نظام کی سرکار بھیجدے

ان موتیون کو خاک دکن کیا کرے گی تو
کس پر نثار یہ در یکتا کرے گی تو

سوتے ہیں ایک برج میں زیر مزار حیف
دو مہر و ماہ اوج و سخن کے ہزار حیف
وہ خاک میں نہان ہیں در آبدار حیف
گلگون کفن میں دو گل رنگین بہار حیف
دہلی کا ایک پھول ہے اک لکھنو کا پھول
لالہ کا ایک پھول ہے اک نازبو کا پھول

بچپن

تیرے ایاغ کا ہون میں جرعہ خوار بچپن
باقی ہے تیری مے کا اب تک خمار بچپن
تیرے فراق میں ہون میں بے قرار بچپن
کرون گلے لگا کر آ تجھکو پیار بچپن
کیون مجھسے روٹھ بیٹھا تیرے نثار بچپن

پھر خاک کا گھروندا آنگن میں میں بناؤن
چھوٹی سی اپنی کشتی پانی میں پھر بہاؤن
طفلی کے پیارے پیارے معصوم گیت گاؤن
پھر بانسری بجاؤن پھر جھنجھنا بجاؤن
دو دن کو آئے جوانی دے دے ادھار بچپن

وہ عہد بیخودی بھی پروردگار کیا تھا
حسرت کی جب نظر سے ہر شئے کو دیکھتا تھا
بچپن کا جو نظارا تھا آرزو فزا تھا
قوس و قزح کے پیچھے میں دن کو دوڑتا تھا
پُر غم تھا شب کو میں اشکبار بچپن

کو آئے ہائے طفلی! جا کر کہان یہ ممکن
اور میرے ساتھ کھیلین میرے رفیق کمسن
تیرا خیال پھر بھی تسکین فزا ہے لیکن
گلیوں میں دوڑتا تھا کس لطف کے تھے دن

گھوڑے پہ اپنے ہو کر جب میں سوار بچپن

تو نے کئے جوانی! طفلی کے کیا کھلونے
وہ میرے ننھے ننھے تسکین فزا کھلونے
میں جن سے کھیلتا تھا وہ دلربا کھلونے
لادے کہیں سے مجھکو وہ خوشنما کھلونے
ان پیاری مورتوں کو ہوں بیقرار بچپن

پیارا تھا باپ کا میں اور ماں کا لاڈلا تھا
گھر بھر میں پھول گویا میں اک گلاب کا تھا
صورت بھی دلربا تھی چہرہ بھی خوشنما تھا
وہ ننھے ننھے تلوے وہ ابھرا ابھرا ماتھا
بھولے نہیں وہ تیرے نقش و نگار بچپن

منت کی وہ گلے میں چھوٹی سی آہ ہیکل
کانوں میں ہلکے ہلکے وہ موتیوں کے کنڈل
وہ لمبے لمبے گیسو لٹکے ہوئے مسلسل
وہ سرخ سرخ غازہ بہتا ہوا وہ کاجل
وہ ہائے تیرا جوبن اور سنگھار بچپن

پھولوں کا وہ مہکنا۔ کلیوں کا وہ چٹکنا
سبزہ کا وہ لہکنا شاخوں کا وہ لچکنا
چڑیوں کا وہ پھدکنا۔ قمری کا وہ چہکنا
وہ رعد کا کڑکنا بجلی کا وہ چمکنا
وہ ٹھنڈی ٹھنڈی جھڑیاں اور وہ پھوار بچپن

کیچڑ میں وہ پھسل کر گلیوں میں لوٹ جانا
اور میرے ہمسنوں کا وہ قہقہے لگانا
شانہ پکڑ کے میرا آہستہ پھر اٹھانا
لت پت وہ گھر کو آنا وہ ماں کا مسکرانا
کرتہ نیا بدل کر۔ کرنا وہ پیار بچپن

آ عمر رفتہ آکر مجھکو گلے لگالے
آ! اے شباب! میری طفلی کے ناز اٹھانے والے
عمر رواں نے تجھکو کس کے کیا حوالے
پایا نشاں نہ تیرا او چھپ کے جانیوالے
کھویا گیا کہاں تو تیرے نثار بچپن

کوئیل کی آہ! کو کو وقت سحر وہی ہے — نالون میں بلبلون کے اب بھی اثر وہی ہے
تیرا بھی او پپیہا! سوزِ جگر وہی ہے — سورج وہی ہے دن کو شب کو قمر وہی ہے
تری مگر کہان وہ بیل و بہار بچپن

تونے چرا لیا ہے بچپن مرا جوانی — تیری طرف سے ظالم ہی مجھکو بدگمانی
اک تیرے دم سے طفلی تھا لطف زندگانی — میں غمزدہ سناؤن غم کی کسے کہانی
تو ہی نہیں رہا جب او غمگسار بچپن

داغون سے میں سجاتا چھوٹی سی تیری خلوت — نالون کو ساتھ لیکر کرتا طوافِ تربت
مجھہ غمزدہ کی لیکن ایسی کہان تھی قسمت — چلتا جو میرا قابو۔ تو آہ! وقت رحلت
پہلو میں میں بناتا تیرا مزار بچپن

تجھکو خبر نہیں ہے تیرا غم نہان کی — آ! چاشنی چکھاؤن نطق شکر فشان کی
تکرار یہ بھی کوئی ہے نالہ و فغان کی — بھاتی نہیں ہے پیارے مجھکو پی کہانی کی
میں کھ کے روؤن طفلی اور تو پکار بچپن

دایہ کے دوش۔ مان کی آغوش سی جدا ہون — سڑکون پہ خاک اڑاتا۔ گلیون میں لوٹتا ہون
طفلی کی آرزو وا! تم سے بچھڑ گیا ہون — ان پیاری لوریون کو کب سے ترس رہا ہون
لے لے شباب دے دے پروردگار بچپن

سیتاجی کی گریہ وزاری

(رامچندر جی کے بن باس کے وقت)

ہمراہ اپنے بن کو مجھے ناتھ لے چلو — دیکھا تمہارے چرنون کی ہون ناتھ چلو

نازک ہے میرا شیشۂ دل ٹوٹ جائیگا — چھوٹا تمہارا ساتھ تو جی چھوٹ جائیگا
راتیں نہ کٹ سکیں گی اکیلے فراق میں — گھڑیاں وہ جس نے جھیلی ہوں جھیلے فراق میں
قسمت نے جب سے باپ کے گھر سے کیا جدا — سوامی مجھے نہ تم نے نظر سے کیا جدا
پتلی کی طرح آنکھوں میں شام و سحر رہے — پہلو میں بن کے صبر و شکیب جگر رہے
دکھ آج تک سہا نہ غم انتظار کا — مجھ پر کرم رہا ستم روزگار کا
صدمے تمہارے ہجر کے کیونکر اٹھاؤنگی — میں مر مٹاؤنگی دکھ جو یہ دم بھر اٹھاؤنگی
ہمراہ بن کو ناتھ میری روح جائیگی — سایہ کی طرح ساتھ میری روح جائیگی
مجھسے شب فراق میں تڑپا نہ جائے گا — روز سیاہ ہجر کا دیکھا نہ جائے گا
گھر میں جو چھوڑ جاؤ گے سیتا غریب کو — پاؤگے بن سے آکے نہ جیتا غریب کو
مانا کہ دشت میں غم و آلام ہیں بہت — بن باسیوں کو دکھ سحر و شام ہیں بہت
ایذا اگرچہ آبلہ پائے کی ہے کڑی — دوزخ سے بڑھ کے آگ جدائی کی ہے کڑی
یہ آگ وہ ہے جو دل مضطر کو پھونک کر — بجھتی ہے آرزو کے بھرے گھر کو پھونک کے
وابستہ آہ تمسے ہیں سارے جہان کے عیش — رنج فراق دو جو تمھیں تو کہاں کے عیش
تاریک تم بغیر ہے عالم مرے لئے — فردوس بھی ہے آہ جہنم میرے لئے
میکے میں باپ ماں سے ہی تسکین روح کو — اور اہل خاندان سے ہے تسکین روح کو
سسرال میں ہے ساس سسر سے مدار عیش — شوہر بغیر آہ خزاں ہے بہار عیش
کیا مال سیم و زر۔ کہ ملک ہے یہ گھر بھی ہیچ — دنیا کی سیر۔ خلد کا منظر بھی ہیچ ہے
زینت بھی آہ ہیچ ہے۔ زیور بھی ہیچ ہے — دنیا کی سیر خلد کا منظر بھی ہیچ ہے
صدمے شب فراق میں اُف کس بلا کے ہیں — سارے جہان کے لوگ فرشتے قضا کے ہیں

شوہر بغیر قالب بیجان ہے آہ زن ۔۔۔ شمع خموش خانہ ویران ہے آہ زن
صحرا مجھے چمن ہے رفاقت میں آپکی ۔۔۔ دنیا کے سارے عیش ہیں خدمت میں آپکی
یون ہی تمہارے ساتھ پھرونگی میں بن میں خوش ۔۔۔ بھونرا کلی کلی پہ ہو جیسے چمن میں خوش
ویرانہ ہوگا خانۂ دلبو میرے لئے ۔۔۔ پروانہ ہونگے بن کے پکھیرو میرے لئے
بیتا مبر سمجھ کے درختون کی چھال کو ۔۔۔ آراستہ کرونگی قد نونہال کو
سوامی! جو تم ہو ساتھ تو کیسا الم کدہ ۔۔۔ خس پوش جھونپڑا ہے مجھے ہوگا صنم کدہ
سبزہ بنا کے لائیگا بستر مرے لئے ۔۔۔ جھولا جھولانے آئیگی صرصر مرے لئے
صورت تمہاری دیکھ کے غم بھول جاؤنگی ۔۔۔ صحرا کے سارے رنج و الم بھول جاؤنگی
ہوگی نہ بن میں کوئی اذیت میرے لئے ۔۔۔ تم ہو تو کندمول ہیں امرت میرے لئے
پلکون سے راہ دشت کو جھاڑا کرونگی میں ۔۔۔ داسی ہون لیجلو مجھے سیوا کرونگی میں
پنکھا جھلونگی راتون کو ہے ناتھ! آپکا ۔۔۔ سرمایۂ میرے زیست کا ہے ساتھ آپکا

کرپا ندھان! مجھکو نہ دو دکھ بیوگ کا
پرانون کے پران! مجھکو نہ دو دکھ بیوگ کا

مہاراجہ دسرتھ کی بیقراری

رام اپنی قوت بازو لچھمن اور اپنی پران پتی پت ورتا سیتا سمیت بن میں پہنچے ہیں۔ سومنتر رتھ بان شہزادون کو پہنچا کر شاہی محل میں داخل ہوتا ہے اسوقت جو روح فرسا خیالات مہاراجہ دسرتھ کے دل پر یورش کر رہے ہیں۔ ناظرین ان اشعار سے انکا اندازہ کر سکتے ہیں۔

پھرتی ہے آہ! دیدہ و دل میں ادائی رام
آیا چمن میں پی کے بوئے قبائے رام

بن سے اجودھیا کو پھرا خالی ہاتھ تو
لایا نہ لچھمن نہ سیتا کو ساتھ تو

چھوڑ آیا میرے پھولونکو کس بن میں آہ! تو
بیکل ہ مجھے بھی دشت کے دامن میں آہ! تو

تیر و کمان دوش پہ ڈالے ہوئے جہاں
پھرتے ہیں میرے نازون کے پالے ہوئے جوان

آنکھیں کنول سی ہیں و کف پا یاسمن کے پھول
کملا نہ جائیں دشت میں میرے چمن کے پھول

بچون کو اپنے ایک نظر اور دیکھ لون
صحرا میں وہ بناک بسر اور دیکھ لون

آتا ہے مجھ کو رام پہ بے اختیار پیار
کر لوں لگا کے سینے سے پھر ایکبار پیار

آنکھوں کا میرے نور تھے ٹھنڈک جگر کی تھے
دل کا میرے سرور۔ بصارت نظر کی تھے

پر نور آہ! میری شبستان تھی رام سے
پیری کی صبح غنچہ خندان تھی رام سے

سیتا کی مجھ کو حسرت دیدار آہ نہ جائے
یہ پھانس ٹوٹ کر دل بیمار رہ نہ جائے

بن میں جو رام ہیں تو اجودھیا اداس ہے
کوسلیا غریب بھی کیا کیا اداس ہے

بدلے کہاں کے مجھ سے لیے تونے کیکئی
داغوں پہ آہ! داغ دیئے تونے کیکئی

رام و لچھمن کی آہ! کہاں ماتا تجھے
میرے غم دروں کی خبر آہ! کیا تجھے

بالک تھے رام دشت نوردی کے دن نہ تھے
بچے ابھی تھے۔ بادیہ گردی کے دن نہ تھے

بوٹا سا قد تھا۔ دن ابھی نشو و نما کے تھے
قابل نہ آہ! اس ستم ناروا کے تھے

کانٹے قدم قدم پہ نکالے گا آہ! کون
صحرا میں بن کی جھاڑیوں پالکوں سے راہ کون

روئینگے یہ تو کون گلے سے لگائے گا
سوئینگے یہ تو کون تھپک کر سلائے گا

لائینگے آہ! دشت نوردی کی تاب کیا
پھولوں کو میری آئینگا کانٹوں پہ خواب بھیا

نازو نعم کے پالے ہوئے۔ بیکس و ملول
کیونکر جئینگے دشت میں کھا کھا کے غم کے پھول

صحرا میں بیشمار درندے کمین میں ہیں — گرگ و پلنگ گھات میں اژدر زمین میں
چیتے نہ بن میں آکے ڈرائیں قریب سے — ہوئے ہیں رام اور لچھمن غریب سے
محلون کی رہنے والی ہے۔ افسوس! جانکی — نادان بہولی بہالی ہے افسوس! جانکی
دیکھا کہان ہے۔ گوشۂ دامان دشت کو — ڈرجائیں دیکھ کر نہ غزالان دشت کو
مہر و وفا کی آہ! ہیں وہ صورتیں کدہر — اے شام غم ہیں چاند سی وہ صورتیں کدہر
رام و لکھن کے ساتھ گیا میرا ہائے عیش — قصر شہی ہے اب مجھے ماتم سرا سے بیش
واقف تیرے ستم سے ہیں او آسمان نہ تھا — جائینگے بن کو رام مجھے یہ گمان نہ تھا
جس بن میں میرے نور نظر ہیں غبار شوق — آنکھیں ہون میری فرش رہ انتظار شوق
آویں تڑپ تڑپ کے جو دم اشتیاق میں — آنکھون سے جان زار جو نکلے فراق میں
چھوڑے میرے گیسوؤں والوں کا بن میں ساتھ — بن بن کے بو قبا کی رہے پیرہن میں ساتھ

شکوے ہیں کیکئی کے گلے آسمان کے ہیں
آہ اے اجل! کہ مجھ پہ ستم دو جہان کے ہیں

بھونرے کی بیقراری

نہ وہ کیتکی کی پھبن رہی — نہ وہ موتیا کی ادا رہی
نہ وہ نسترن نہ سمن رہی — نہ وہ گل رہے نہ فضا رہی
نہ گلون کے اب ہیں وہ قہقہے — نہ وہ بلبلون کے ہیں چہچہے
نہ غزل سرا وہ کوئی رہے — نہ وہ قمریون کی صدا رہی
نہ وہ سرو ہے نہ وہ آب جو — نہ وہ ہمصفیر ہیں خوش گلو

نہ بنفشہ ہے نہ وہ ناز بو — نہ وہ جعفری نہ حنا رہی
نہ وہ صبح کی ہیں تجلیاں — نہ شفق کی آہ! وہ جھلکیان
نہ وہ اودی اودی ہیں بدلیاں — نہ وہ بھینی بھینی ہوا رہی
نہ اُمنگیں ہیں وہ شباب کی — نہ وہ پتیاں ہیں گلاب کی
نہ ہوا میں بُو ہے شراب کی — مجھے مست تھی جو بنا رہی
وہ کنول غضب کے تھے دلربا — جہاں اُڑتے تھے میرے ہم نوا
مگر اب نہ انکی ہے وہ ادا — نہ وہ بو رہی نہ صفا رہی
لب آب جو تھی فضا غضب — وہ بہار کی تھی ہوا عجب
میرے کنج میں مجھے روز و شب — مئے بیخودی تھی پلا رہی
وہ غضب کی کوکو وہ زمزمہ — وہ سریلی درد بھری صدا
سر شام سرو پہ فاختہ — مجھے لوریاں تھی سنا رہی
ہیں کنول کی خشک جو پتیاں — میری خوابگاہ تھی کبھی یہاں
یہیں شب کو دے دے کے تھپکیاں — تھی نسیم مجھ کو سلا رہی
یہاں ننھی جوہی کی ایک کلی — جو بہار کے نازوں کی تھی پلی
مجھے لگتی تھی جس کی ادا بھلی — مجھے کنج میں تھی بلا رہی
یہاں گل شگفتہ تھے جا بجا — یہاں ننھا ڈیزی تھا ہنس رہا
یہاں مسکراتی تھی موتیا — یہاں چمپہ ادا تھی دکھا رہی
نہ گلوں میں بوئے وفا رہی — نہ وہ دلفزائی ادا رہی
نہ چمن رہا نہ فضا رہی — نہ وہ دن رہے نہ ہوا رہی

نہ وہ شب ہے اب وہ پہر کی — نہ گلوں میں بو ہے وہ بہر کی
جو ہوا ہے گلشن دہر کی — مجھے سبز باغ دکھا رہی

فراقِ نل میں دمن کی بیقراری :—

ہائے! یہ جوشِ جوانی۔ اور یہ دردِ انتظار — یہ سوادِ شامِ غم۔ یہ ظلمتِ شبہائے تار
یہ کفِ پائے حنائی۔ یہ بیابان گردیان — اُف ری نیرنگی تری اے گردشِ لیل و نہار
میں کہاں۔ یہ خار، خارِ دشت پیمائی کہاں — تیری چالیں ہیں مگر او آسمان دون شعار
رحم کر۔ اے پنجۂ بیدادِ وحشت۔ رحم کر — چاک ہی ہاتھوں سے تیرے دامنِ صبر و قرار
المدد! اے سیلِ اشکِ دیدۂ خونابہ ریز — مجکو رو لینے دے جی بھر کہ خالی ہی کنار
بیکسی میں موت بھی آتی نہیں کمبخت پاس — اے اجل مرنے پہ بھی اب تو نہیں ہے اختیار
پھٹ پڑا بیکس سمجھکر ہائے! مجھ پر آسمان — دشتِ غربت میں چھٹا کیا ہاتھ سے دامانِ یار
پوچھ اس سے بادِ صبا! ہم دشت گردوں کا نہ حال — پنڈلیاں گھائل ہیں خستہ ایڑیاں تلوے فگار
تم سے کانٹو! دلکو تھا لطفِ خلش شوہر کے ساتھ — تم ہی اک دلکش ادا تھی تم میں اک دلکش بہار
کس قیامت کے تھے وہ صحرا نوردی کے مزے — آبلے جب پائے نازک کے تھے تم سے ہمکنار
ہر قدم پر ہائے! وہ جوشِ بہارِ نقشِ پا — خون میں ڈوبی ہوئی اک اک زبانِ نوکِ خار
خون آلودہ ہو ہر گل سا گریبان چاک چاک — دوشِ نازک پر ابھر سبزہ سا آنچل تار تار
دل میں عالم آہ! اجزائے پریشاں کا ادھر — موجِ صرصر سے ادھر گیسوئے پریشاں روزگار
عیشِ رفتہ کلا وہ ہاتھ۔ یادِ ایامِ نشاط — چپکے چپکے وہ زبان پر شکوۂ لیل و نہار
آسمان سے ہائے! وہ اپنی تباہی کا گلہ — وہ سکوتِ شب میں لب پر نالۂ بے اختیار

وہ زمین جھلسی ہوئی وہ جنبش باد سموم — وہ بگولے آہ! چنین عالم رقص شرار
وہ پیادہ پائیان وہ آبلہ فرسائیان — وہ غم صحرا نوردی اور وہ ایذائی خار
تشنگی سے ہائے! لب پر وہ صدائے العطش — دوپہر کی دہوپ میں وہ جستجوئے آبشار
بہوک کی شدت. کڑاکے کے وہ فاقے الامان — کچے میوے ہائے! وہ صحرا میں کرنا زہر مار
تھی گران مجھکو اگرچہ شب کی شبنم دن کی دہوپ — تیری خاطر کی مگر ہامون نوردی اختیار
چلدیا تو مجھکو تنہا چھوڑکر صحرا میں آہ! — مجھسے او! او عدہ شکن تجھے کیا تھا قول و قرار
تجھکو بہیان محبت کی قسم! او بے وفا! — یک بیک کیون دلمین آیا میری جانب سے غبار
دشت پیمائی کی ایذا تھی اگرچہ جان گسل — میں رہی سو جان سے قدمون پر تیرے ہو کر نثار
پائے نازک میں نہ چبھ جائے ترے کانٹا کوئی — مینے جھاڑا مدتون صحرا کا پلکون سے غبار
جب بڑھا درد جگر جب وہ لگی بیتابی بڑھی — کرلیا سینہ پہ رکھکر ہاتھ تجھکو ہمکنار
سر ترا صحرا میں وقف بالش زانو رہا — اور رہے شب بھر نگہبان دیدہ اختر شمار
مجھکو کب تھا تیری خدمت تیری عشرت میں دریغ — مجھسے توڑا کیون تعلق ہائے! او غفلت شعار
حیف! اتنا تو دم رخصت کیا ہوتا خیال — کون اس صحرا میں اس بیکس کا ہوگا غمگسار
شیر و اژدر ہیں کمین میں اور بیابان ہولناک — کیسے کاٹیگی اکیلی ہائے! یہ شبہائے تار
شاق ہے بیدرد! دل پر صدمۂ درد فراق — آ! لگالے مجھکو سینے سے کہ ہون میں بیقرار
تیرے صدقے! مجھکو انداز تغافل کی قسم — پیچھے پھر کر دیکھ لے او جانیوالے ایکبار
تونے بھی دامن نہ پکڑا اٹھکے آئے درد فراق! — اٹھ گیا پہلو سے میرے اک رفیق غمگسار
کرنیکی ہیں تیرا اے جذب محبت امتحان — دیکھ لی تیری کشش اے جذبۂ بے اختیار
ہوگیا نظرون سے پنہان آہ! غربت میں کوئی — ابتو آنکھون سے اترا خواب نوشین کے خمار

آرہی ہے کیا چمن سے آہ ہنستی کھیلتی
میرے گل کی بھی خبر لائی ہے کچھ باد بہار

وحشت افزا ترا منظر ہے نگاہ یاس میں
ہے مرا آہوئے رم خوردہ کدھر اے سبزہ زار

اے پپیہے ترے لب پر "پی کہاں" کی ہے صدا
تو بھی کیا میری طرح ہے "پی" کے غم میں بیقرار

میں غم شوہر میں رؤوں تو فراق گل میں رو
اپنا اپنا رو دیں دکھڑا ۔ عندلیب کوہسار

میرا پردیسی اڑاتا خاک ہے جس بن میں آہ
تو برس جا کر وہیں ۔ او میری اشکوں کی پھوار

مرتے مرتے بھی نہ کیا نکلیگا ارمان نظر
تو کھلی رہ جائیگی کیا یونہی چشم انتظار

تنگنائے دہر سے ہوں آہ گھبرائی ہوئی
مجھکو بھی تھوڑی جگہ ۔ اے خلوت کنج مزار

ہے دماغ سیر گل اے لالہ صحرا کسے
ہوں میں خون گشتہ تمناؤں کے غم میں سوگوار

گرمی سوز دروں کی سرد مہری سے ہوں تنگ
کوئی چنگاری ادہر بھی آتش شاخ چنار

اے درند دشت کے ہے تم سے میری التجا
جب فراق یار میں قالب سے نکلے جان زار

کھائیو پر چن چن کے میری شوق سے سب استخوان
گرچہ کھانیکے نہیں قابل ہے یہ جسم نزار

چھوڑ دینا میری آنکھوں کو مگر بعد فنا
انتظار یار ہے اور حسرت دیدار یار

ایک اجل رسیدہ کی تمنا

گل بھی وہی ہیں موسم گل کی ہوا وہی
ہے شاہد بہار کی دلکش ادا وہی

اٹکھیلیاں وہی ہیں نسیم بہار کی
چلتی ہے جھوم جھوم کے باد صبا وہی

ہے جوش گل وہی ۔ وہی رندان جلوہ کش
رم جھم برس رہی ہے چمن میں گھٹا وہی

بلبل ہے اب بھی شاخ چمن پر ترانہ سنج
قمری کنار جو ہے ترنم سرا وہی

اب بھی وہی پپیہے کے نالوں میں ہے اثر
آواز پی کہاں کی ہے شورش فزا وہی

اٹھتی جگر میں ہوک ہے کوئل کے کوک سے — نالے وہی ہیں درد بھری ہے صدا وہی
بگلوں کی ہے سفید وہی ابر میں قطار — اور کالی کالی بجلیوں والی گھٹا وہی
پہلے جو تھی وہی دل عاشق پہ چوٹ ہے — اب بھی رنگ نالہ خونین نوا وہی
اب بھی چکور کو ہے وہی حسرت وصال — اور ہے قمر کا عشوۂ نا آشنا وہی
اب بھی وہی حسینوں کے جھولے ہیں باغ میں — ہیں سرخ چندریاں وہی۔ رنگ حنا وہی
غمازیاں وہی ہیں نظر بازیاں وہی — نرگس کی اب بھی ہے نگہ سرمہ سا وہی
قلمین، وہی چمن میں ہیں اب بھی گلاب کی — مہندی کی ٹہنیاں ہیں وہی۔ موتیا وہی
چمپا کی چمپئی ہے وہی آہ! اور ہیں — کلیوں کی سرخ سرخ رنگینئ ادا وہی
اب بھی ہے اپنے رنگ میں دلکش ادائے گل — اب بھی ہے جوش خندۂ دندان نما وہی
عاشق کی آنکھ اب بھی ہے خوننابہ ریز غم — اور کشت زعفران ہے شبنم فزا وہی
دنیا وہی ہے اور وہی دنیا کے عیش ہیں — اب بھی وہی چمن ہے۔ چمن کی فضا وہی
محفل وہی ہے۔ غنچۂ احباب ہے وہی — مطرب وہی ہے۔ نغمۂ نے وصدا وہی

دنیا کے ہیں جو عیش وہ کمبخت کم نہیں
حسرت یہ ہے لحد میں۔ کہ دنیا میں ہم نہیں

فنا فی الملک لالہ لاجپت رائے

اے شہید ہمت مردانہ ایثار نفس — اے فنا فی القوم! اے پروانۂ ایثار نفس
آہ! اے جرعہ کش پیمانۂ ایثار نفس — تو کہاں ہے! اے چراغ خانۂ ایثار نفس

تیرے غم میں آہ! اے جاں دادۂ سوز نہاں

ہیں برنگ برق مضطر تیرے پروانے تپان

کیا خبر تھی انقلاب آسمان ہونے کو ہے تیرا جلوہ آہ! آنکھوں سے نہان ہونیکو ہے
یک بیک تجھ پر بغاوت کا گمان ہونیکو ہے تو شکار اتہام دشمنان ہونے کو ہے

جسکے پیچھے تو ہوا پاداش الفت میں اسیر
تیرے ترکش میں وہ آخر کونسا ایسا تھا تیر

اے محب قوم! اے سرمایۂ جان وطن مرحبا! اے نازش اجزائے ارکان وطن
حبذا! اے جلوہ افروز شبستان وطن آفریں! صد آفریں! اے جوہر کان وطن

ہو کے طوفان میں اسیر حلقۂ گرداب تو
بنکے چمکا تاج شہرت کا در نایاب تو

ہمنے یہ مانا کہ اب تصویر حیرانی ہے تو نقش حسرت ہے! سراپا درد پنہانی ہے تو
جرم الفت میں اسیر قید سلطانی ہے تو جان نثار تاج ہے اب بھی وہ زندانی ہے تو

اے محب ملک! تو اب بھی وفادار وہی ہے
دولت برطانیہ کے اب بھی غمخوار وہی ہے

تجھسے یاران وطن کو سرگرانی ہو تو ہو تجھپہ نازل آہ! جور آسمانی ہو تو ہو
تیری جانبازی کا افسانہ کہانی ہو تو ہو تجھسے مسٹر مارلے کو بد گمانی ہو تو ہو

داستان غم ہے یوں تو آہ! طولانی تیری
بیگناہی کی ہے شاہد پاکدامانی تیری

باغیانہ ہم کہیں کیونکر تیری تقریر کو ہمنے دیکھا ہے تیرے جذبات کی تصویر کو
اک تعلق تھا وطن سے خاطر دلگیر کو تجھسے نسبت آہ! کیا تھی نیزہ و شمشیر کو

باغبانہ آہ! تیرا کونسا انداز تھا
تو کماں کش تھا نہ آخر کوئی تیر انداز تھا

راست گو تھا تو خوشامد تیری عادت میں نہ تھی — صلح کل تھا فتنہ پردازی طبیعت میں نہ تھی
شورش انگیزی ازل سے تیری خلقت میں نہ تھی — آہ! وا رہا فغر بخشی تیری قسمت میں نہ تھی

تو وہ بلبل تھا کہ تھا صیاد تیری تاک میں
تو وہ آہو تھا کہ تھی تیری جگہ فتراک میں

آہ! اے فخر وطن! اے جانفروش جاں نثار — اے شہید ننگ! اے بر طانیہ کے غمگسار
آسمان قوم کے مطلع پہ تا روز شمار — تیری شہرت کا رہیں گی آہ! کرنیں یادگار

تو نہ ہوگا۔ اور تیری عظمت کی ہوگی داستان
گیت گائینگے تیری تقدیس کے پیر و جوان

نوحہ بر نواب محسن الملک مرحوم

جس کو ہیں تیری وہ ماندگان کارواں — اے عدم کو جانیوالے تیری منزل ہے کہاں
تیرے زخم ہے کہ ہے چشم تماشا بیقرار — تو کہاں ہے پردہ دار خلوت راز نہاں
آہ! اے پیارے کہ ہیں ہے اب اے گل دستار قوم — لالہ خونیں کفن تیری بہار بے خزاں
ہے در نایاب تو اے قطرہ باران فیض — ابر رحمت ہے تیری خاک پر گوہر فشاں
ظلمت غم چھا گئی اوج سپہر قوم پر — تیرا جلوہ ہو گیا آہ! آنکھوں سے نہاں
سر کو سودا ہے تیرے طواف مزار پاک کا — دل کو حسرت ہے کہ ہوتے آہ! چلکر پاسباں
موج تحریک فغاں سینہ سے ہے رخصت طلب — تیرے پھولوں پر رہے بنکر نسیم بوستاں

لوح محفوظ محبت سے تیرے لوح مزار — تیرا تعویذ لحد ہے مرنیوالے! حرز جان

قوم ہے حرمان نصیب اپنے ترحم کی نگاہ — آہ! او محو سکوت لذت خواب گران

اُٹھ گیا تو ہائے کیا او قافلہ سالار قوم — آرہی ہے دلسے آواز درائے کاروان

چارہ ساز درد دل۔ بخیہ گر زخم جگر — کس پہ ٹوٹا ہائے تو اے دست مرگ ناگہان

قوم کی حالت پہ ہو اب بھی تاسف کی نظر — سونیوالے! خواب راحت تیری آنکھوں میں کہان

اب بھی جب قوم میں ہی نالہ کش زیر مزار — اُٹھ رہا ہے روزن مرقد سے آہوں کا دھوان

اب بھی ہے تصویر غم تو اے گل خونین جگر — تیرے پہلو میں شگفتہ اب بھی ہیں داغ نہان

تیرے نالون میں وہی اب بھی غم افزا اثر — خون رُلاتا ہی تمنا کو ترا رنگ فغان

قوم کے درد محبت کی خلش اے فخر قوم — تیرے پہلو میں چبھوتی اب بھی ہی نوک سنان

مرنیوالے! داد رس اب بھی یتیموں کا ہے تو — لے رہے ہیں اُنکی آہین تیرے دلمیں چٹکیان

ان کے نالے ہیں کلیجے میں گزرتے بنکے تیر — اب بھی آنکھین لال تیرے ہیں اونکے غم میں خونفشان

آرزو ہے کاش! کرلون اور خدمت قوم کی — عمر رفتہ بھیجدے اے دست مرگ ناگہان

آرہی ہے تیری تربت سے صدائے دردناک — مُجھپہ ڈھایا یہ ستم کیا اے زمین و آسمان

"خدمت کالج سے مجھکو کر دیا محروم آہ! — مجھپہ کیا ایسی عداوت تھی نصیب دشمنان

خاک اڑا کر سر پہ کہ اب اے قوم کے دار العلوم — گنج مرقد میں نہان ہے ترا گنج شائیگان

حشر تک تیرے کلیجے سے نہ جائیگا یہ داغ — تجھپہ لہرائیگا صدیون آہ! ماتم کا نشان

نالہ کر! فریاد کر۔ اے قوم! حرمان نصیب! — ایسا محسن۔ اب ملے تجھکو یہ قسمت ہی کہان

دست شفقت کون رکھیگا جگر پر اب تیرے
اُٹھتے جاتے ہیں جہان سے آہ محسن سب تیرے

نوحہ سوامی رام تیرتھ جی

کونسا موتی ہے گنگا! تیرے دامن میں نہاں   قطع ہے قامت پہ کس کے چادرِ آبِ رواں
حلقۂ گرداب ہے کیوں آہ! چشمِ خونفشاں   کسکے ماتم میں لبِ ساحل ہیں سرگرمِ فغاں
تیری (تیرے) موجوں نے یہ کسکو لے لیا آغوش میں
جوششِ گریہ کا عالم ہے تیرے سر جوش میں

کسکے غم میں تیرے ساحل کا ہے دامن تار تار   تیرے موجیں آج کیوں ہیں رام گنگا بیقرار
شاہدِ خوابِ اجل سے آہ! ہو کر ہمکنار   سو گیا یہ کون جانبازِ وطن زیرِ مزار
لینے آئی آسمان سے رحمتِ باری کسے
تھی گراں اے موج! ساحل کی سبکساری کسے

منزلِ خورمیں ہے ذرۂ خلوت آرا کونسا   دوش بر دوش صدف ہے دُرِّ یکتا کونسا
آشنائے بحرِ حقیقت کا ہے ایسا کونسا   ہو گیا دریا میں دریا مل کے قطرہ کونسا
صف اُلٹ کر کون یہ بزمِ جہان سے اُٹھ گیا
شمع و پروانہ کا پردہ درمیان سے اُٹھ گیا

قیدِ ہستی سے ہی کسکو سرگرانی ہائے ہائے   کر دیا شوقِ بقا نے کسکو فانی ہائے ہائے
کس پہ ٹوٹا دستِ جورِ آسمانی ہائے ہائے   نذرِ طوفاں ہو گئی کسکو جوانی ہائے ہائے
ساحلِ گنگا یہ روتی ہے قضا کس کے لئے
خاک اُڑاتی پھرتی ہے سر پر صبا کسکے لئے

آسمان گردش میں ہے کسکو ستانے کے لئے   پھر رہا ہے اک نہ اک فتنہ اُٹھا لینے کے لئے

چادر آب رواں میں منہ چھپانے کے لیے ‌ جا رہا ہے کون یہ گنگا نہانے کے لیے

پھیلا ہے موج فنا بنکر یہ کس کو جوشش شوق

حلقہ گرداب ہے کھولے ہوئے آغوش شوق

کس کا بیڑا غرق امواج فنا ہونیکو ہے ‌ کسکا سایہ تجھسے او ساحل جدا ہونیکو ہے

دل میں ماتم آرزوؤں کا بپا ہونیکو ہے ‌ آہ اے درد تمنا آج کیا ہونیکو ہے

دل یہ کہتا ہے کہ آنکھوں سے ٹپک جاؤنگا میں

صبر کہتا ہے کہ پہلو سے کھسک جاؤنگا میں

کہتے ہیں آنکھوں کے فوارے اچھل جائینگے ہم ‌ اشک کہتے ہیں کہ دامن پر مچل جائینگے ہم

دل کے داغوں کا تقاضا ہے کہ جل جائینگے ہم ‌ نالے کہتے ہیں کہ گھبرا کر نکل جائینگے ہم

دست ماتم کا اشارہ ہے کہ داماں چاک ہو

پنجۂ وحشت یہ کہتا ہے گریباں چاک ہو

بیکسی کہتی ہے صحرا میں اڑا کر سر پہ خاک ‌ جا رہی ہے خلد کو یہ آہ کسکی روح پاک

ہے لہو کی بوند پہلو میں دل اندوہ ناک ‌ جامہ صبر و سکوں ہے کسکے غم میں چاک چاک

آشرم سونا پڑا کس کے لب ساحل ہے آج

کسکی چھوٹی سی کٹی اجڑی ہوئی منزل ہے آج

خلد سے ہے کسکو لینے کو قضا آئی ہوئی ‌ ساحل گنگا پہ ہے غم کی گھٹا چھائی ہوئی

ڈوبتی ہے کسکی کشتی آج چکرائی ہوئی ‌ موج قسمت سطح پر اک اک ہے بل کھائی ہوئی

آشنا دریا سے قطرہ کو فنا ہونے کو ہے

اشتیاق مہر میں شبنم فنا ہونے کو ہے

آہ! اک تشنہ لب ذوقِ تمنا ہائے ہائے
ہے غریقِ رحمتِ حق رام گنگا ہائے ہائے

کہا کے طوفانِ حوادث کا تھپیڑا ہائے ہائے
تیرے موجوں میں ہو گم اک دُرِ یکتا ہائے ہائے

ہائے اب کیا کہکے سمجھائیں دلِ ناکام کو
رم رہا ہے رام میں لائیں کہاں سے رام کو

خاک میں کسکو ملایا آہ تونے آسمان
کس پہ ٹوٹا ہائے تو اے دستِ مرگِ ناگہان

شرق میں جسکی چمک تھی زیبِ تاجِ عز و شان
خاک میں ہے آہ! اب وہ گوہرِ یکتا نہان

موتیوں سے یوں ترا اے قوم خالی تاج ہو
حیف تیرے آرزوؤں کا چمن تاراج ہو

ہمنفس جز نالہ و آہ و بکا کوئی نہ ہو
دستگیر اے دستِ بیداد قضا کوئی نہ ہو

جوشِ طوفان ہو بپا اور آشنا کوئی نہ ہو
موجِ دریا ہو کمین میں ناخدا کوئی نہ ہو

ہو فنا طوفان میں اک زندۂ جاوید قوم
آہ! یوں گنگا میں ڈوبے کشتیٔ امیدِ قوم

اپنا بیڑا ہو گیا جب غرقِ طوفانِ فنا
ہمکو کیا! بالفرض گر سے بادِ مراد اپنی ہوا

قوم کی کشتی کا کشتی بان ہی جب اُٹھ گیا
سر کو موجیں آکے اب ساحل سے ٹکرائیں تو کیا

ہمکو کیا لاکھوں برس شور و فغان اُٹھا کرے
ساحلِ گنگا سے آہوں کا دھواں اُٹھا کرے

ایسا نقشِ دلنشین! اور تو مٹائے آسمان
ایسا مرقع! اور مٹی میں ملائے آسمان

ایسا رخشندہ چراغ اور تو بجھائے آسمان
ایسا تابندہ ستارہ! ڈوب جائے آسمان

جس نے قومی آسمان کو ہوں لگائے چار چاند

خاک میں چھپ جائے وہ اے چرخ ناہنجار چاند

بے نشان ہو آہ! ایسا تاج شہرت کا نگین — ایسا دُرِ بے بہا ہو آہ! پیوند زمین
ایسا عارف گوشۂ مرقد میں خلوت گزین — ایسا نقش مدعا پامال ہو چرخ برین

خاک کا پیوند ایسا گوہر نایاب ہو
ایسا بیڑا آہ گنگا میں غریق آب ہو

جان نثار قوم ایسا غرق طوفان آہ ہو — ایسا جانباز وطن آنکھوں سے پنہاں آہ ہو
ایسا مجموعہ تصوف کا پریشان آہ ہو — بےچراغ اے قوم! یوں تیرا شبستان آہ ہو

داغ ہو تیرے جگر کا تیری منزل کا چراغ
بجھ کے ہو پانی ہی میں ٹھنڈا تیرے محفل کا چراغ

بے صدا زیر زمین اے قوم! تیرا ساز ہو — اور شوق شمع میں گوش بر آواز ہو
حلقۂ گرداب ہے ہے! دیدۂ غماز ہو — غرق دریا ہو وہ موتی جسپہ تجھکو ناز ہو

ڈوب جائے یک بیک جی تیرے جانباز کا
دل نہ پگھلے آسمان تفرقہ پرداز کا

نذر طوفان اجل اک گوہر نایاب ہو — تیرے موجوں کا نہ زہرہ رام گنگا آب ہو
جوش تیم ہو شور طوفان ہو کف سیلاب ہو — آسمان کی آہ! گردش گردش دولاب ہو

غرق ہو اک نوجوان افسوس ساحل کے قریب
بیٹھ جائے اک مسافر تھک کے منزل کے قریب

قوم کی چوٹی کا ہو اک پھول پیوند زمین — اُف! تیرے نیرنگیاں اے گردش چرخ برین
جسکی منزل آہ! ہو جلوہ گہ نور یقین — ہو گہن میں وہ سپہر قوم کا ماہ مبین

جسکے دل میں گرمی حب وطن کا جوش ہو
وہ چراغ قوم اے باد اجل خاموش ہو

جسکی کرنین چار سو مغرب میں ہون تابندہ نشان	ایسا سورج ڈوب جائے شرق میں یون ناگہان
ہو محب قوم ایسا خاک میں ہی ہے پنہان	ایسا پروانہ جو دے سوز فنا آتش بجان

آہ ایسا بلبل رنگین نوا خاموش ہو
ایسی دلکش ایسی جان پرور صدا خاموش ہو

نذر طوفان آہ یون اک جان نثار قوم ہو	شاخ ماتم بار دہ کر صبح بہار قوم ہو
اے زمین یون تیرے ہاتھوں سے نثار قوم ہو	اے فلک یون غم سے تیرا روزگار قوم ہو

ہو سپہر قوم پر غم کی گھٹا چھائی ہوئی
سر پہ ہو یون جوش ماتم کی گھٹا چھائی ہوئی

آہ ایسے پہول پر بیوقت چھا جائے خزان	ایسا نخل آرزو ہو آہ ماتم کا نشان
ایسا در بے بہا پانی میں ہو یون رائگان	خاک میں ہو دفن ایسا آہ گنج شایگان

ہاتھ سے گم آہ ایسی دولت جاوید ہو
شام غم صبح بہار جلوہ امید ہو

ایسا ظل عاطفت اٹھ جائے سر سے آہ قوم	ایسا محسن اور پنہان ہو نظر سے آہ قوم
باز آئے آسمان دون نہ شر سے آہ قوم	ہو کدورت ایسے پاکیزہ گہر سے آہ قوم

ایسا موتی تاج شہرت سے ٹپک کر گر پڑے
جسکے آنسو یون زمین پر ایسا گوہر گر پڑے

منزل ہستی سے ایسا رہنما جاتا رہے	چارہ ساز قوم اے دست قضا جاتا رہے

غرق دریا ہو کے ایسا آشنا جاتا رہے　　قوم کی کشتی کا ہے ہے! ناخدا جاتا رہے

ہو گنہگارون کا بیڑا پار کیونکر دیکھیے
موج ہے اک اک نگل جانیکو اژدر دیکھیے

چھا رہی ہے سر بسر تا سر نحوست کی گھٹا　　اور مسلط قوم پر ہے خواب غفلت کی گھٹا
رنگ لائے دیکھیے کیا جوش نکبت کی گھٹا　　اُٹھ گئی افسوس سر سے ابر رحمت کی گھٹا

قوم کے سوئے ہوئے رہرونکو اب پہنچیگا کون
ایسے وحشت خیز میدانونکو اب سینچیگا کون

دیکھیے ہمسے گنہگارون کا کیا ہوتا ہے حشر　　حشر کے دن ہم سیہ کارونکا کیا ہوتا ہے حشر
دشمن جان ہے فلک یارونکا کیا ہوتا ہے حشر　　قوم کے مایوس بیمارونکا کیا ہوتا ہے حشر

کہہ رہا ہے اُٹھ کے درد جان گداز قوم حیف
اُٹھتے جاتے ہیں جہانسے چارہ ساز قوم حیف

آہ! اے ہند! آہ! اے شوریدہ و سودائے غم　　آہ! اے خانہ خراب! اے بادیہ پیمائے غم
سر بہ ہامون دادہ و آوارہ صحرائے غم　　خار حسرت زیر پا و آبلہ فرسائے غم

تیرے خواب عیش کی افسوس یہ تعبیر ہو
نقش ماتم تو ہو غم کی آہ یہ تصویر ہو

غم کی چھریان یون ترے قلب و جگر کے پار ہون　　تیرے پہلو میں شگفتہ زخم دامن دار ہون
خار حسرت آہ! یون تیرے گلے کے ہار ہون　　خاک کا پیوند تیرے محسن غمخوار ہون

آشنا یون آہ! ڈوبین تیرے ساحل کے قریب
تیرے پروانون کا نا کستر ہو محفل کے قریب

تیرے ہیرو آہ ہوں شہر خموشاں کے مکیں   تیرے حامی گوشۂ مرقد میں عزلت گزیں
اپنے غمخواروں کے غم میں تو ہو یوں ماتم نشیں   کہ تمھیں ہو درد تمنا اب نہ پھر امید حزیں

ہو پریشاں تیرے جانبازوں کی ویرانے میں خاک
یوں اڑائے شام غم تیرے سیہ خانے میں خاک

اٹھنے والے آہ! اٹھ جائیں ترے محفل سے یوں   لوٹتا ہو خاک پر تو اضطراب دل لیے یوں
اٹھ رہا ہو شور آواز جرس منزل سے یوں   قوم کے موتی جدا ہوں دامن ساحل سے یوں

تیری کشتی آہ یوں گنگا میں بھر کر غرق ہو
تیری آئندہ تمناؤں کا دفتر غرق ہو

آہ! یوں کاہش میں ہوں اے ہند! تیرے باکمال   جن کے چمکیں آسماں پر بدر عزو کے ہلال
جسکا سایہ قوم و ملت کیلئے ہو اک نیک فال   جلوہ گاہ قوم سے اٹھ جائیں وہ روشن خیال

انجمن خاموش ہو اور انجمن آرا نہ ہو
تشنہ لب ہوں بادہ کش اور ساغر و مینا نہ ہو

قوم ہے گم کردہ رہ اور رہنما کوئی نہ ہو   جز صدائے نالہ آواز درا کوئی نہ ہو
ہو نہ غیر شمع کا نشاں اور نقش پا کوئی نہ ہو   کاروان غول و بیاباں کے سوا کوئی نہ ہو

قافلہ گم گشتہ رہ ہو۔ وادی پر خار ہو
خضر منزل ہو نہ کوئی کارواں سالار ہو

آہ! اے ہند آہ! اے آماجگاہ تیر غم   آہ! اے صید جراحت خوردۂ نخچیر غم
آہ! اے منت پذیر نالۂ شبگیر غم   آہ! نقش نامرادی آہ! اے تصویر غم

بے کسی کا تو نشانہ غم آلودہ ہے پتلا خاک پر

نقش حسرت ہو ترا نقش تمنا خاک پر

تیری کشت آرزو سے آسمان کو لاگ ہو — برق خرمن سوز کو۔ باد خزان کو لاگ ہو
شہ رگ جان سے تیرے نوک سنان کو لاگ ہو — تیر بیداد و نیش مرگ ناگہان کو لاگ ہو

چارہ ساز قوم ہون یون وقف بیداد اجل
تاک کر یون تیر مارے دل پہ صیاد اجل

آسمان ہو درپے فکر گزند قوم حیف — ہو بسان بید جگر ا بند بند قوم حیف
درد دل سے لوٹتے ہون دردمند قوم حیف — سو رہے ہون بےخبر درمان پسند قوم حیف

بادہ کش خون جگر پیتے ہون اور ساقی نہو
خم میں کچھ دو چار قطرونکے سوا باقی نہ ہو

ایک غریب الوطن محب قوم

اک محب قوم کی ہو آرزوؤن کا فشار — تجھپہ تف تجھپہ تف اے انقلاب روزگار
آہ اک فخر وطن ہو خانہ برباد وطن — وادی غربت میں ہو یاد وطن میں بیقرار
اک حبیب قوم ہو تجھسے جدا اے قوم حیف — تیرے غم میں نوحہ خوان غربت میں ہو اک غمگسار
ایک جان باز وطن کا قصۂ ایثار نفس — آہ یون اہل وطن کی ہو زبان پر یادگار
غم کی زنجیرون میں ہو جکڑا ہوا اک فخر قوم — ایک ناکردہ گنہ کا مجرمون میں ہو شمار
ایک مرغ گرفتار قفس صحرا میں آہ — ہمصفیران چمن کے غم میں ہو سینہ فگار
دل میں ہو یاد وطن۔ آنکھوں میں ہو لخت جگر — اشک گلگون یون دکھائیں آہ درس بہار
ایک وطن کا بھول یون آنکھون میں کھٹکے مثل خار — آہ یون نشتر رگ جان پہ چبھے ذکر بہار

ملک کی خدمت سے ہو محروم اک جانباز فلک | توڑتا زنداں میں دم ہو ملک کا اک جاں نثار
وادیٔ غربت میں ہو سرگرم آہنگ خروش | لب پہ ہو یادِ وطن میں نالۂ بے اختیار
ہو جو دل سے جاں نثار دولت برطانیہ | آہ! ایسے باوفا کا باغیوں میں ہو شمار
بدگمان ہو بے سبب یہ وفاداروں سے تو | آہ! اے برٹش حکومت؟
ہائے اک محرومِ وطن کو ہو جلاوطنی نصیب | تیرے دامن میں ہیں ہر گہ کتنے دھبے یادگار
کسکو روئیں کسکو پیٹیں کسکا ہم ماتم کریں | اے زمیں! آہ آسماں! اے گردشِ لیل و نہار
آہ! اے قوم! آہ اے جمہور! نحیف و دردمند | اٹھتے جاتے ہیں جہاں سے آہ! تیرے جاں نثار
برق خاطف ہے کمیں میں اور فلک اک تیغ کف | تیرے نخلِ آرزو میں خاک آئیں برگ و بار
دل پہ تو نے اور اک چرکا دیا اے آسماں | رام کے غم میں ابھی تھیں اپنی آنکھیں اشکبار

اس سے بہتر ہے کہ مٹ جائے جہاں سے قوم تو
ہم سے اب دیکھا نہیں جاتا یہ تیرا حال زار

مقدمِ برشگال

آہ! اے ساون کے جھالو! اے فضائے برشگال | آہ! اے صحرا کے نالو! اے ہوائے برشگال تم
اودے بادلو! آغوشِ رحمت کی قسم | تھے کہاں اگلے برس تم جوشِ رحمت کی قسم
تیرے شکووں کا کہاں تھا ہر زباں پر سلسلہ | آنسوؤں کا خلق کے تھا تا بداماں سلسلہ
یوں نہ اڑتے تھے ہوا میں ٹکڑے ہائے ابرِ سیاہ | تھی نہ آئینۂ باراں رحمت تیرے چاہ
سبزۂ صحرا میں پریشان دل آویزی نہ تھی | جوشِ باراں کر رہی تھی گہر ریزی نہ تھی
لاجوردی تھیں سبزہ سے زمیں کی کیاریاں | نیلگوں تھیں خیمۂ عرشِ بریں کی دوریاں

جوش پر آئی ہوئی ساون کی اودی کالی گھٹا
تو کہاں تھی؟ لمبے لمبے گیسوؤں والی گھٹا

تجھ کو اے ابرِ سیہ امساکِ باراں کی قسم
نالہائے خلق کے دودِ پریشاں کی قسم

تیری جھڑیاں تھیں کہاں اے ابرِ بارانِ کرم
خلق تھی تشنہ لب سرجوشِ نیسانِ کرم

اے بہارِ عالمِ نیرنگ پیرائے زمیں
تو کہاں اتنے دنوں سے آہ! تھا خلوت نشیں

تیری جھڑیوں کی ضرورت آہ! دہقانوں کو بھی
پیاس تیرے شوق کی سوکھے ہوئے دھانوں کو بھی

دیکھتے تھے راہ تیری سرو و ریحانِ چمن
تیرے مقدم کے تمنائی تھے مرغانِ چمن

لب پہ قمری کے صدائے نغمۂ دل جو نہ تھی
کنگرہ پر نالۂ صبح دم کو کو نہ تھی

بزمِ قدرت میں تھی رعنائی نہ رنگِ نشاط
بے صدا تھا تیرے غم میں سازِ آہنگِ نشاط

کھیلتی کالی گھٹا یوں سبزہ زاروں میں نہ تھی
آہ یہ عالم فریبی آبشاروں میں نہ تھی

ذرہ ذرہ آہ! تشنہ بارشِ خونناب تھا
قطرہ قطرہ آہ! تیرا گوہرِ نایاب تھا

قحط کا بارِ گراں تھا بارِ عصیاں دوش پر
بارے آیا شکر ہے۔ دریائے رحمت جوش پر

پھر سہانی رُت تری اے ابرِ باراں آ گئی
ٹھنڈی ٹھنڈی مینہ کی پھر ہلکی جھڑیاں آ گئیں

ڈالدی پھر تو نے دہقانوں کے ارمانوں میں جان
پڑ گئی قدرت سے پھر زرخیز میدانوں میں جان

زندگی تھی شدتِ امساکِ باراں سے محال
تیرے آنے سے ہوئی ابرِ کرم! خلقت نہال

پھر نکالیں کونپلیں پھر روپ پر آئے شجر
پھر چمن کا رنگ بدلا پھر نکھر آئے شجر

لوٹتا ہے دل ادائے سبزۂ کہسار پر
کر دیا قدرت نے مینا وادیِ پرخار پر

لاکھ جانیں تیرے صدقے اے! ابرِ نیسانِ کرم
ڈال دی مٹی میں تو نے جانِ بارانِ کرم

یاد دوست

بھیجا نہ کوئی پرچہ لکھکر زراہ شفقت
اگلی سی کیا نہیں وہ مجھ پر نگاہ شفقت

کہنا مرے مکرم سے اے نسیم جا کر
دیوار خامشی ہے کیوں سد راہ شفقت

شرمندہ کرم ہے اب تک غلام دیریں
اگلی نوازشیں ہیں اب تک گواہ شفقت

تم وہ تمھاری شفقت خو کردہ تغافل
میں وہ مجھے تغافل پر اشتباہ شفقت

آنکھیں بچھائے بیٹھا ہوں کوئے آرزو میں
چشم کرم ادھر بھی صاحب زراہ شفقت

تم کو قسم ہے میرے حرماں نصیبیوں کی
میں کب سے منتظر ہوں مجھ پر نگاہ شفقت

حسرت بھری صدا

وہ ایذائے خلش ہے آہ! میرے قلب مضطر پر
نظر آتا ہے اک قطرہ لہو کا نوک نشتر پر

شب غم میں گریں کچھ آہ ایسی بجلیاں سر پر
گمان نبض رگ شعلہ کا ہے ہر تار بستر پر

شرار جستہ کا دھوکا ہے مجھکو جسم لاغر پر

تب سوز دروں نے دل میں ڈالے سینکڑوں چھالے
جگر کے پڑ گئے ہیں داغ سوز آہ سے کالے

پریشاں رخ پہ گیسو ہیں کہ لہراتے ہیں دو کالے
شب غم ہیں کہاں آنکھوں میں وہ مژگاں کے دنبالے

برستی ہے اداسی ہجر میں اب دیدہ تر پر

چبھا ہے میرے پہلو میں وہ رہ کر کوئی نشتر
ٹپکتا ہے کلیجہ چشم تر سے اشک خوں ہو کر

بر تنگ لالہ داغوں سے شگفتہ ہے دل مضطر
دوپٹے کا کہاں اب سرخ آنچل دوش نازک پر

کردیتے جا بجا اب اشک گلگوں بیچ ہیں چادر پہ

آہ نقشہ اب کہاں اگلا سا شانِ دلربائی کا — وہ عالم قدِ رعنا میں کہاں رنگین ادائی کا
گلہ کیسے کروں میں بختِ بد کی نارسائی کا — نہ پوچھو مجھ سے کچھ عالم خلش ہائے جدائی کا
شبِ غم میں بدلتی کروٹیں ہوں نوکِ خنجر پہ

در و دیوار سے سر پھوڑتی ہوں کنجِ عزلت میں — تڑپتی لوٹتی ہوں رات بھر آغوشِ حسرت میں
سیہ روزی ہے ازل سے ہی ودیعت میری قسمت میں — اداسی گھر یہ ایسی چھا رہی ہے شامِ فرقت میں
گماں حلقۂ ماتم ہے مجھکو حلقۂ در پر

کبھی کالی بلا ہے سایۂ پریشاں رخ پہ ہیں گیسو — غضب کے تیغِ دو دم شامِ غم میں ہیں مگر ابرو
نہ آنکھوں میں وہ جادو ہے نہ اب وہ عشوۂ دلجو — رواں ہیں چپکے چپکے عارضِ گلگوں پہ یوں آنسو
چمن میں جس طرح شبنم کے قطرے ہوں گلِ تر پہ

نہ نکلے جس کے ارماں وہ دلِ ناآشنا ہوں میں — فغانِ بے اثر ہوں نالۂ حسرت فزا ہوں میں
نہ گلگوں ہو جو ہو سکا نہ ہاتھوں کی حنا ہوں میں — وہ بیکس ہوں شہیدِ برشِ تیغِ جفا ہوں میں
نہ پوچھو کچھ قیامت کے ہیں صدمے قلبِ مضطر پہ

کہوں کیا کس کشاکش میں ہے جانِ ناتواں میری — کلیجہ تھام کر اٹھتی ہے ہر دل سے فغاں میری
وہ جوڑا ہے عروسی کا نہ اب وہ چیندریاں میری — ہے بیکسی ہوں کہ توڑیں آسماں نے چوڑیاں میری
وہ شیشہ ہوں کہ دے پٹکا فلک نے مجھکو پتھر پہ

نہ اب ذوقِ آرائش نہیں وہ شانِ برنائی — سیاہی اب ہے زلفوں کی سوادِ شامِ تنہائی
نہ آئینہ ہے خلوت میں نہ شوقِ جلوہ آرائی — کہاں چھپا کلی میں آہ چھپا نکلی سی رعنائی
خزاں چھائی ہوئی ہے حسن کے پھولوں کے زیور پہ

وہ ڈوری اب کہاں سرمہ کے میری چشم گریاں میں | کہ آنکھوں میں جہاں تاریک ہے شبہائے ہجراں میں
نہیں اب طاقت فریاد میرے قلب نالاں میں | گرایا ناتوانی نے ہے جب سے کوئی بحراں میں
لگاتا ہے زمانہ مجھکو ٹھوکر ہے آہ! ٹھوکر پر

یہ دل ننھا سا پہلو میں اور یہ صدمہ فرقت کا | جوانی کی یہ راتیں اور یہ عالم یاس و حسرت کا
کبھی شکوہ مقدر کا کبھی رونا ہے قسمت کا | رنڈاپے کا بھی صدمہ اف یہ صدمہ کس مصیبت کا
اٹھاؤں کس طرح کمبخت ٹوٹا ہے فلک سر پر

کلیجہ چٹکیوں میں کوئی رہ رہ کر مسلتا ہے | کوئی تھم تھم کے ہاتھوں سے دل مضطر کو ملتا ہے
برنگ شمع مغز استخواں شب بھر پگھلتا ہے | نہ آتی ہے اجل مجھکو نہ میرا دم نکلتا ہے
قضا بھی رحم اب کرتی نہیں مجھ زار و لاغر پر

شیون داغ

پھولوں میں اسکے پھوٹے قبائے داغ | آتی ہے بھینی بھینی کہاں سے ہوائے داغ
منہ اپنا آئینہ میں ذرا دیکھ او قمر | دے مجھکو دوسے نہ فریب ادائے داغ
آ عندلیب ملکے کریں آہ و زاریاں | تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے داغ
دلسوز ایک ہے تو شب غم میں چراغ گور | آتی ہے تیرے پہلو سے خوں ردائے داغ
خاموش ہیں بہار میں مرغان نغمہ سنج | ہے ہر جگہ ہے نالۂ رنگین نوائے داغ
نیرنگیوں پہ ناز نہ کر چرخ یار کش | لینا ہے تجھ سے حشر کے دن خونبہائے داغ
چھپتے ہی آہ عید کا تو چاند ہو گیا | نکلا نہ ایک شب مہ جلوہ فزائے داغ
نکلے شکوہ سے کہ جنازہ ہے داغ کا | گلگوں قبائے داغ ہے رنگین ردائے داغ

اٹھی زمیں سے آہ! نہ اے گنبد مزار! | خاموش ہو کے بیٹھ گئی کیا صدائے داغ
ٹکڑوں سے ملکے پھینکدیا کیوں عروس دہر | چوٹی کا پھول تھا گل رنگیں ادائے داغ
پڑھتے ہیں ماہ و مہر شب و روز فاتحہ | جس سرزمیں پہ آہ ہے خلوت سرائے داغ
مٹتے نہیں حدیقۂ بزم سخن کے پھول | اے وائے! موج خندۂ دنداں نمائے داغ
پھولا ہوا ہے لالۂ صحرا مزار پر! | جوش جنوں! ہے دید کے قابل فضائے داغ
منہ میں زباں کہاں ہے کہ زخم جگر کریں | شرح حدیث نطق ترنم سرائے داغ
اے چرخ! وہ بھی مٹ گیا قصہ ہوا تمام | لوح سخن پہ ایک تھا نقش وفائے داغ
ہم کیا کہیں جو ہم کو دکھاتے ہیں سبز باغ | داغوں پہ دے نہ فلک! ہیں دیئے تونے داغ
تھا بزم آرزو میں ابھی ماتم امیر | اب دل سے آرہی ہے صدا ہائے ہائے داغ

ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ در دہد!
یک داغ نیک نا شدہ داغ دگر نہد!

نوحہ بر وفات بالمکند صاحب گپتا

آنکھوں کو کیوں ہے بارش خون جگر پسند | ہونٹوں کو کیوں ہے نالۂ شورش اثر پسند
غم کیوں ہے مجھکو اے دل شوریدہ سر پسند | دنیا سے آہ اسکو ہے عزم سفر پسند

جاتا ہے آج منزل ہستی سے آہ کون
نظروں میں کر چلا یہ زمانہ سیاہ کون

خاموش کیوں ہے بزم سخن آہ کیا ہوا | ہندوستاں ہے دار محن آہ کیا ہوا
پہنا یہ کس نے آج کفن آہ کیا ہوا | چھوٹا لباس ناز سخن آہ کیا ہوا!

کشتی تباہ کیوں ہے دلِ دردمند کی
دنیا سے کس نے آہ یہ رحلت پسند کی

کیوں بیقرار اے دلِ خونیں جگر ہے تو | کیوں اشکبار اے مژۂ چشم تر ہے تو
اے صبر کیا ہوا تجھے کیوں نوحہ گر ہے تو | اے داغ کس کے غم میں چراغِ سحر ہے تو

یہ آہ کون محفلِ ہستی سے اٹھ گیا
خیمہ یہ کس کی منزلِ ہستی سے اٹھ گیا

اے شامِ درد و غم کی سحر وا مصیبتا | یا بدمعا یہ کس نے رختِ سفر وا مصیبتا
یہ کس کے غم میں اہلِ نظر وا مصیبتا | ویران ہے بزمِ علم و ہنر وا مصیبتا

پنہاں ہے آہ ماہِ سپہرِ ادب یہ کون
اک داغ دے گیا دلِ حسرت طلب یہ کون

اک آگ لگ رہی ہے تپِ سوزِ نہاں کی ہے | گرمی جگر میں اُف یہ الٰہی کہاں کی ہے
دل میں خلش یہ کس المِ جانستاں کی ہے | پہلو میں آہ نوکِ خلش کس شاں کی ہے

نشتر ہے غم کا شہرگِ جاں میں مچل رہا
ہے چپکے چپکے کوئی کلیجہ مسل رہا!!!!

اے بیکسی یہ سانحہ جانگزا ہے کیا! | یہ ہائے ہائے نالۂ خونیں نوا ہے کیا!
اے درد اٹھ کے دیکھ یہ آہ و بکا ہے کیا | لب پر یہ جوشِ نالۂ عشرت فزا ہے کیا!

تسکین قلب ہے نہ شکیبِ جگر ہے تو!
اے صبر کس کے سوگ میں وحشت اثر ہے تو

پہلو میں درد اسے دلِ خوں گشتہ مر گیا | تو کس کے غم میں خونِ جگر بہہ کے بہہ گیا

دنیا کو خیرباد کوئی آج کہہ گیا ۔۔۔ آہ سپہر فضل و ادب آہ گھر گیا

ظلمت غم و الم کی مسلط جہان پہ ہے
صدمہ غضب کا آہ! دل ناتوان پہ ہے

اوج کمال کا ئہ کامل کدھر گیا ۔۔۔ تھا اک چراغ رونق محفل کدھر گیا
ویران ہو کے میرے تیرے منزل کدھر گیا ۔۔۔ ہے ہے! تیرا اڈیٹر فاضل کدھر گیا

وہ مہر آسمان فصاحت کہاں ہے آج
وہ آفتاب اوج بلاغت کہاں ہے آج

اُف تاج نثر کے در یکتا کہاں ہے تو ۔۔۔ باغ ادب کے اے گل رعنا کہاں ہے تو
او گلبن ریاض تمنا کہاں ہے تو ۔۔۔ نظریں ہیں ڈھونڈھتی تجھے گیا کہاں ہی تو

شوخی کہاں وہ اب لب رنگین نوا میں ہے
تیرا غبار آہ! پریشان ہوا میں ہے

ہے ہے وہ تیری شوخی طرز بیان دریغ ۔۔۔ اے مرگ ناگہاں! یہ غم جانستان دریغ
ایسا گہر ہو آہ! زمین میں نہان دریغ ۔۔۔ اے مرگ ناگہان! یہ غم جانستان دریغ

یہ جوش و غم یہ رنج و الم وا مصیبتا
اے چرخ کج یار کش یہ ستم وا مصیبتا

خاموش کیوں ہے طوطی شکر فشان چہک ۔۔۔ باغ سخن کے بلبل رنگین بیان چہک
آ ایک بار بزم احبا میں ہاں چہک ۔۔۔ روح القدس سے خلد میں ہی ہمزبان چہک

مدت ہوئی کہ تیرے ترانے سنے نہیں
خواب عدم کے آہ فسانے سنے نہیں

وہ آہ! تیری شوخیٔ تحریر کیا ہوئی — فقرے وہ چست چست۔ وہ تقریر کیا ہوئی
طرز بیان کی وہ تیرے تاثیر کیا ہوئی — جس کے اسیر ہم تھے وہ زنجیر کیا ہوئی

لب ہیں خموش طرز تکلم کو کیا ہوا
جنبش نہیں ہے موج تبسم کو کیا ہوا

خاموش آہ! بزم احبا کئے ہوئے — جاتا کہاں ہے داغ جگر پر دئے ہوئے
ہم تیرے سوگ میں غم دنیا لئے ہوئے — بیٹھے ہیں آہ! خون تمنا پئے ہوئے

دیکھے جو تو تو تجھکو دکھائیں جگر کے داغ
ناسور ہو گئے ہیں دل نوحہ گر کے داغ

او جانے والے! پھر کے ادھر دیکھ لے ذرا — آنکھوں سے رنگ خون جگر دیکھ لے ذرا
اپنی گلی میں خاک بستر دیکھ لے ذرا — اک بار تو اٹھا کے نظر دیکھ لے ذرا

ہم کب سے آہ! خاک اڑاتے ہیں راہ میں
اور سو رہا زمین کی ہے تو خوابگاہ میں

نقش حیات تیرا زمانہ مٹا چکا — رنگ نشاط بزم شبانہ مٹا چکا!
رنگین نوائیوں کا ترانہ مٹا چکا — جادو نگاریوں کا فسانہ مٹا چکا!

باقی ہوا میں اب نہیں تیرا غبار بھی
اڑتی نہیں ہے راکھ سے تیرے شرار بھی

او نجم آسمان فصاحت کہاں ہے تو — او نیر سپہر بلاغت کہاں ہے تو
او طوطیٔ ریاض ظرافت کہاں ہے تو — او عندلیب گلشن جدت کہاں ہے تو

ہیہات! تیرے خیال کی وہ تازہ کاریاں

دلکش وہ تیز شرزہ جادو نگاریاں

تو اوادیب مصر معانی کدھر گیا | ہمراہ تیرے دفتر علم و ہنر گیا
دنیا سے آہ کیا ترا رخت سفر گیا | پہلو سے صبر دل سے شکیب جگر گیا

اتبک وہی ترا الم جاں شکن ہے حیف
اتبک وہی ترا غم درماں شکن ہے حیف

بیاد میں اُٹھ کے درد میرے چٹکیاں تلے | یہ الٹی الٹی سانسیں دل ناتواں نے لے
ہیں خو ستم زدہ ہوں ترا امتحاں تلے | یہ انتقام اے ستم آسماں نہ لے

میرے جگر پہ آہ! نہ یہ غم کا داغ دے
سو داغ دے مگر نہ یہ ماتم کا داغ دے

بلکیں سمجھ کے مجھ پہ نہ کر آسماں ستم | تیرے ستم بلا کے ہیں نا مہرباں ستم
یہ حادثہ غضب یہ غم ناگہاں ستم | اُف اُف! یہ داغ یہ الم جانستاں ستم

باد اجل! بجھا نہ تو ایسے چراغ کو
لُوکا لگا نہ میرے کلیجے کے داغ کو

ہے کس کو زندہ تا فلک یکہ تاز تو | کیا ڈھا رہا ستم ہے یہ او فتنہ ساز تو
کس پر کرے گی فکر رسا آہ ناز تو | ایسا کہاں سے لائے گی جادو طراز تو

سانچے میں کون ڈھالے گا اُردو زباں کی نثر
تھی لاجواب طوطی شکر فشاں کی نثر

وہ شوخ شبنمہ کے چٹکلے تبسم و شوخ رنگ | اردو ہے آج او وہ تیرے طرز بیاں کا ڈھنگ
وہ تیرا زور طبع وہ فقرے کی امنگ | تیری صریر کلک تھی یا تھی صدائے چنگ

جادو بھرا تھا کوٹ کے تیری زبان میں
شوخی غضب کی تھی ترے طرز بیان میں

ندرت طراز و نازشِ شیوا بیان تھا تو — نکتہ شناس و نکتہ رس و نکتہ داں تھا تو
یکتائے روزگار و وحید الزماں تھا تو — ہے سچ تو یہ کہ نازشِ اردو زباں تھا تو

اعجاز تھا قلم میں تو جادو زباں میں تھا
نیرنگ سامری ترے طرز بیاں میں تھا

ہے آہ! تیرے سوگ میں بزم سخن خموش — پروانے نغمہ جاں ہیں چراغ سحر خموش
لب پر آہ بھر میں نالہ شورش اثر خموش — اور تو یہ زمیں ہے اُف اُف! ادھر خموش

کیا جانے آہ! محو ہے تو کس خیال میں
رنگ سکوت اب ہے ترے بول چال میں

تیرے قلم کی آہ! روانی کدھر گئی — زری ہمسری تھی طبع رواں کی اُتر گئی
ہمراہ تیرے تاب شکیب جگر گئی — افسوس دل کے ساتھ تمنا بھی مر گئی

حسرت غریب بھی تیرے ماتم میں مر مٹی
اک بیکسی تھی وہ بھی تیرے غم میں مر مٹی

اُف اُف یہ حادثہ ستمِ آسماں دریغ — ہے ہے یہ سانحہ اجل ناگہاں دریغ
اب پر یہ شور نالہ و آہ و فغاں دریغ — یہ چھائے چھائے رہے دل فریاد خواں دریغ

غم مجھکو ہے نہ تو کہیں اس غم میں مر مٹے
حسرت نہ مرنے والے کے ماتم میں مر مٹے

دیوانہ ہو گیا ہے ذرا اب تو صبر کر — او مبتلائے کرب و بلا اب تو صبر کر

ہے اگرچہ غم یہ ہوش ربا اب تو صبر کر — کب تک یہ شور و آہ و بکا اب تو صبر کر

پہلو میں میرے اب نہ دل خستہ جاں تڑپ

اتنا بھی غم سنبھل کے ذرا ناتواں تڑپ

ڈرتا ہوں آرزو کا کہیں دم نکل نہ جائے — پہلو میں اٹھ کے درد تمنا مچل نہ جائے

گردن پہ بیکسی کی چھری غم کی چل نہ جائے — دل خون ہو کے جوشش غم سے ابل نہ جائے

ارمان مٹیں گے نہ انکافشار کر

کمبخت اب تو صبر ذرا اختیار کر

صدمہ بھی جب ہو صبر شکن تو کہاں کا صبر — آساں نہیں ہے حادثہ ناگہاں کا صبر

دشوار ہے بہت ستم آسماں کا صبر — پڑ جائے اے اجل نہ کسی خستہ جاں کا صبر

دست ستم نہ آہ! تمنا پہ کر دراز

کہ ریشہ کاریٔ ظلم نہ ہو بیداد گر دراز

ہے بے قرار درد تمنا ترے لئے — لائیں کہاں سے ڈھونڈھ کے سیما ترے لئے

ماتم نشیں ہے بزم احبا ترے لئے — روتی ہے نظم و نثر کی دنیا ترے لئے

اے بلبل ریاض معانی کہاں ہے تو

اے عندلیب سحر بیانی کہاں ہے تو

جادو نگار و سحر رقم وا مصیبتا — تو اور سکوت خواب عدم وا مصیبتا

یہ رنج یہ تعلق یہ الم وا مصیبتا — اے آسمان یہ طرز ستم وا مصیبتا

"گتیا" آہ تو نہیں داغ فراق دے

بجلی گرا کے سوز غم اشتیاق دے

بے مہر و بیوفا! تجھے دنیا کھیلگی کیا　　ماتم کدہ ہے۔ بزم احبّا کھیلگی کیا
لوٹی گئی ہے۔ تجھکو یہ دکھیا کھیلگی کیا　　خوں ہو گئی۔ غریب تمنّا کہے گی کیا

تیرے ستم سے آہ! کوئی دادرس نہیں
بیدرد تو کسی کا بھی فریاد رس نہیں

صیاد مرگ شوق سے ہمکو ہلاک کر　　یوں تیرے غم نہ مار کلیجے پہ آگ کر
پہلو کو یوں نہ رشتہ ماتم سے چاک کر　　جھگڑا ہمارے ہستیِ فانی کا پاک کر

مٹ جائیں کاش دہر سے ہم سے ستم نصیب
ہوں آہ! جیتے جی تو نہ یہ داغ غم نصیب

چھرکوں پہ آے اجل! نہ یہ چھری کے جگر پہ دے　　ظالم! نہ آب نوک سنان نشتر پہ دے
یہ داغ بے کسی نہ دلِ نوحہ گر پہ دے　　دیتے نہ ماہ و مہر سپہر نہر پہ دے

تارے نہ اوج عالم امکان کے توڑ تو
خوش رنگ ہیں یہ گل نہ گلستان کے توڑ تو

رنگین ادا ہیں آہ! یہ باغ سخن کے پھول　　چوٹی کے پھول ہیں یہ ہمارے چمن کے پھول
کلیاں ہیں موتیا کی نہ یاسمن کے پھول　　جادو نگار ہیں یہ ہمارے وطن کے پھول

اے آسمان! ان پہ نہ برق ستم گرا
نازک یہ پھول ہیں نہ کوہ الم گرا

باغ لوب کے گل ہیں یہ دست اجل نہ توڑ　　ہیں خوشنما غضب کے یہ ظالم! کنول نہ توڑ
نورس ہیں آہ! نخل تمنا کے پھل نہ توڑ　　ان کا کہاں زمانے میں نعم البدل نہ توڑ

ہے ان گلوں کا رنگ فصاحت ٹپک رہا

ان سے مشام علم و ہنر سے مہک رہا!

داغوں پہ اے فلک ابھی دیے تو نے آہ داغ | نیرنگیوں نے تیرے دکھائے ہیں سبز باغ

بے مہریوں سے تیری ہو ظالم کسے فراغ | تو نے جلا جلا کے بجھائے بہت چراغ

تیرے ستم غضب کے جفائیں بلا کی ہیں

گردش میں تیری آہ! ادائیں قضا کی ہیں

اے "راغم" ترا دل سے ابھی غم گیا نہ تھا | ہم سوگوار تھے ترا ماتم گیا نہ تھا

سینے سے جوش نالۂ پیہم گیا نہ تھا | دل سے بخار آہ شرر دم گیا نہ تھا

منجدھار میں پڑی ہوئی کشتی سا دل کی تھی

آنکھوں سے آہ! نہر رواں موج خوں کی تھی

تھا ہمکو تیرا رنگ تصوف رلا رہا | اور تو گلوں پہ خلد کے تھا چہچہا رہا

وحدت کا گیت تو لب کوثر تھا گا رہا | مرغان قدس کو تھا ترانے سنا رہا

جوش بکا ادھر دل اندوہ گیں میں تھا

اور تو ترانہ ریز بہشت بریں میں تھا

اے چرخ تو نے اور دیا دل پہ ایک داغ | بزم سخن کا کر دیا گل اور اک چراغ

چھلکا دیا اور ساقی گردوں نے ایک ایاغ | ٹکرا دیا اور بزم میں اک کاسۂ دماغ

اب یہ ادیب فاضل یکتا بھی اُٹھ گیا

رخصت سفر اُٹھا "ترا گیتا" بھی اُٹھ گیا

اک اور وار دل پہ ہوا آسمان کا | الٹا ورق زمانے نے ہندوستان کا

تو سشر ہو گیا خم اردو زبان کا | پیمانہ بھر گیا مرے رنگیں بیان کا

سوئے مزار دوش پہ احباب لے چلے
تیرے لئے زمین دُرِ نایاب لے چلے

رکھنا سنبھال کر یہ ودیعت ہماری ہے — محشر میں تجھ سے لیں گے امانت ہماری ہے
ہاں تجھ سے اے زمین یہ منت ہماری ہے — ہے جو نسبت اس سے محبت ہماری ہے

پیوند خاک یہ دُرِ یکتا نہ آہ! ہو
پرسش نہ تجھ سے حشر میں اور رُو سیاہ ہو

اے گنج شائگان فضیلت کہاں ہے تو — کیا آہ! خاک عدم میں نہاں ہے تو
کس بوستاں کا بلبل رنگیں بیاں ہے تو — کس آسمان کا ماہ تجلی فشاں ہے تو

تارے کدھر گئے ترے اوج کمال کے
سیارے کیا ہوئے ترے برج خیال کے

تو کیا گیا فصاحت اردو زبان گئی — فکر بلند و جدت طرز بیان گئی
کیا تیری روح جانب باغ جناں گئی — رونق سخن کی بلبل ہندوستاں گئی

رنگیں بیانیوں کے جو جھڑتے دہن سے پھول
دامن میں چنتے تھے ترے باغ سخن کے پھول

ہیں تیرے غم میں آہ! احبا ملول اب — چنتے ہیں تیرے گور غریباں میں پھول اب
رنگینیٔ بیان ہے نہ حسن قبول اب — وحشت فزا ہیں باغ سخن کے پھول اب

افسوس وہ گلاب کے تختے کدھر گئے
وہ شعر لاجواب کے تختے کدھر گئے

سیراب تھا خیال سے یکتا کہاں ترا — جاتا کدھر ہے توسن عمر رواں ترا

جائیگا جیتے جی نہ غم جانستان تیرا — برسوں رلائیگا الم خونچکان تیرا

جب تیری یاد آئیگی احباب روئینگے
آنکھوں سے سیل بارش خوناب روئینگے

اے جانے والے ہمکو بھی لے چل کہیں عدم — تیری مفارقت کا نہ اٹھیگا ہم سے غم
تسکین کو ہم کیسے کریں ہائے صبر غم — ہم ناتوان ہیں۔ یہ کیونکر سہیں ستم

"گپتا" کا داغ "رام" کا غم وا مصیبتا
اے چرخ! یہ ستم پہ ستم وا مصیبتا

یہ نالہائے تاب شکن آہ! تا کجا — اے دل یہ جوش رنج و محن آہ! تا کجا
لب پر یہ دردناک سخن آہ! تا کجا — ہے ہے۔ یہ ذکر گور و کفن۔ آہ! تا کجا

ہم کس کو روئیں آہ! یہ دنیا ہے رفتنی
اے چشم تر! یہ بزم تماشہ ہے رفتنی

غمخانۂ آرزو کا یہ دار المحن ہے حیف — انجام کار دہر کا دو گز کفن ہے حیف
ہے ساز نالہ جس میں یہ وہ انجمن ہے حیف — قسمت خزان کا جس میں ہے وہ انجمن ہے حیف

وہ پھول ہے کہ جس میں نسیم وفا نہیں
وہ داغ ہے کہ کس کے جگر پہ لگا نہیں

کر صبر نالہ کش دل آشفتہ سر نہ ہو — اے بیکسی! ہے عمر کی یہی حد تو گر نہ ہو
اے صبر مجھ غریب سے وحشت اثر نہ ہو — اے موج گریہ لجۂ خون جگر نہ ہو

عبرت سرائے دہر پہ رونے سے فائدہ
اے دل! تڑپ نہ جان کے کھونے سے فائدہ

دل ہی نہ ہو تو کیا کوئی آہ و فغاں کرے | کیا سرگزشت درد تمنا بیاں کرے
تجھ پہ ہزار بار ستم آسماں کرے | ٹھنڈی ہی جلا جلا کے تیری استخواں کرے

ہاں اڑ او ادیب منشی جادو نگار شعر
برسوں اڑینگے راکھ سے تیرے شرار شعر

نوحہ وفات شمس العلما آزاد مرحوم

تو کہاں ہے آ اداب وہ نازش بزم سخن | خستہ ساماں عزاداری ہے تیری انجمن
تیرے غم میں تیرے دیوانے ہیں گرم [illegible] | بجھ گئی شمع اور پروانے ہیں سرگرم تپش
چھپ گیا کیا آہ تو اے نیر اوج کمال | شام غم کا ہے سیہ خانہ تیری بزم خیال
تیری محفل میں کہاں اب وہ چراغ آرزو | اب نظر آتا ہے اک دھندلا سا داغ آرزو
اب نہ وہ صحرا نوردی ہے نہ وہ اندیشۂ خار | اب اڑاتی پھرتی ہے باد صبا تیرا غبار
اب کہاں دلی کی گلیاں اب کہاں شور جنوں | اب کہاں زلف پریشاں شعر پر دوش جنوں
اب رگ جاں میں کہاں وہ نوک نشتر کی خلش | جسم لاغر میں کہاں اب تار بستر کی تپش
اب کہاں وہ آہ! سر پر طرۂ دستار کج | جنبش وحشت میں کہاں وہ شوخی رفتار کج
اب کہاں وہ صحبت احباب سے بیگانگی | نازش فرزانگی اب وہ کہاں دیوانگی
تیرے آشفتہ بیانی کا وہ اب عالم کہاں | شاہد مضمون کے وہ گیسوئے برہم اب کہاں
ساز ہستی اب ہے [illegible] ریز ریز | تیرے ماتم میں بپا ہے اک محشر [illegible]
پرزے پرزے ہو گئے [illegible] اب گریباں کفن | [illegible] سے ہے صد چاک [illegible]
کچھ عجب دلکش ہے اب انداز تیری نیند کا | گوشۂ مرقد ہے گہوارہ [illegible]

مرحبا اے دانش آموز دبستان ادب
تو وہ دیوانہ تھا قائم تجھ سے تھی شان ادب

ایسے دیوانے کہاں پیدا ہیں اب وحشی دماغ
ہو گئی مرنے سے تیرے بزم دہلی بے چراغ

اک تیرے دم سے تھی قائم شان معراج سخن
آسمان رکھیگا کس کے سر پہ اب تاج سخن

چٹکیاں پہلو میں لیگا کس کا انداز بیان
کسکی باتیں اب چبھیں گی دلمیں بنکر برچھیاں

دلکو تڑپائیگی کس کے نوک مژگان کی خلش
کچھ عجب لذت فزا تھی تیرے پیکاں کی خلش

آہ! یوں کھینچے گا نظم و نثر کی تصویر کون
اپنے دیوانوں کو پہنائیگا اب زنجیر کون

چتوڑ کی گذشتہ عظمت

خاک میں تیری لپٹ کے وہ جواہر ہیں کہاں
سرنگوں ہے اب یہیں پر تیری عظمت کا نشان

رزم گہ میں باندھ کر اپنی ہوا دو چار دن
کھول کر کیوں تو نے رکھدی آہ تیغ خونفشاں

اب وہ مغفر ہے نہ بکتر ہے نہ جوشن ہے نہ خود
تیرے مردان دلاور کا وہ زیور ہی کہاں

آہ! جس لوہے پہ اے چتور تھا تجھکو غرور
تیرے پاؤں میں پڑا آخر وہ بن کر بیڑیاں

خون رلاتی ہے تیری نوک سناں کو دل کی یاد
نیمچے نشتر زنی ہے اب تک جگر میں چٹکیاں

او کمان کش! یاد کر کے کارناموں کو تیرے
روتی ہے رکھ رکھ کے پلہ تیر کا منہ پر کماں

دلمیں گھر کرتی نہیں اب تیر نیزوں کی خلش
نوک کی بنتی نہیں اب آہ! تیری برچھیاں

بجھ کے ٹھنڈی ہو گئی خوں میں تیری تیغ آبدار
آگ جس میں آہ تھی دوزخ کے شعلوں کی نہاں

صفحہ تاریخ جن قصوں سے خوں میں ہیں نہائے
تیرے سوفار دیکھے لب پر ہیں اب تک خونچکاں

مٹ گیا افسوس! تیرے تاجداروں کا غرور
وہ بسالت کے نظارے ہیں نہ بانکی کلغیاں

پھول ہیں شہرت کے تیرے آہ! مرجھائے ہوئے
تیرے گلشن میں ہے اب چھائی ہوئی ہر سو خزاں

خونچکاں ہی تیرے کشتوں کا کفن زیرِ زمین
رنگ لایا آہ! آخر انقلابِ آسمان

وہ غرورِ تاجداری ہے نہ وہ شانِ شہی
خاک کے پیوند ہیں اب آہ! تیرے حکمران

جن پہ طرّے تھے بسالت کے لٹکتے اب تیر
کنجِ مرقد میں ہیں تکیہ بالشِ سنگِ گران

رزم میں داد شجاعت دی تھی اکبر کے خلاف
خون پانی ایک کرکے تیرے شیر دل جہاں

مدتوں لوہے سے لوہا ہر جگہ بجتا رہا۔
تھے جہاں تیغ آزما کلّہ بہ کلّہ وہ جوان

کارناموں کو تیرے بھولی نہیں وہ سرزمین
تیری عظمت کی ہے اب تک آہ! البیلی داستان

اب کہاں ہے آہ! وہ بجبر تہور کا نہنگ
جسکی ہیبت سے دہلتے تھے زمین آسمان

خون اگلتی ہے لحد میں اب تیغ شعلہ رنگ
جسنے برسوں تھیں حریفوں پر گرائی بجلیاں

یوں تو تیری خاک میں ہیں دفن ہوتی سینکڑوں
سچ بتا! ایسا بھی کوئی دیکھا ہی یہاں

فخر اب کس پر کرینگے آہ! تیرے راجپوت
تیرے سر سے اٹھ گیا افسوس تاجِ عز و شان

اب تیرے قلعہ پہ آکے جھنڈو لہراتا نہیں
کیا ہوا وہ آہ! تیرا پرچمِ نصرت نشان

تیرے ایوانوں میں ہی چھائی ہوئی بے رونقی
اب وہ تختِ مرصع ہے نہ تاجِ زرفشان

اب وہ سطوت ہے نہ شوکت ہے نہ وہ جاہ و حشم
مٹ گئے پر رفتہ رفتہ تیری عظمت کے نشان

دوست کیا روتے ہیں دشمن تیرے حالِ زار پر
تیری حالت ہوگئی یہ کیا بہ نصیبِ دشمنان

لہلہا کر جلتی تیرے تمناؤں کی بود
آسمان تجھپہ یہ کیسی گرائیں بجلیاں

تیرے پودوں میں ہی پھر بھی آہ! اک گلشن بھی
ہنسنے ما تا چھا گئی تیرے حدیقے پر خزان

لالہ و گل کا شگفتہ ہے چمن زیرِ زمین
پھول ہیں یعنی تیرے خونیں کفن زیرِ زمین

ایک اجل رسیدہ کی تمنا

اک مشت خاک کا ہو یہ انجام کار حیف
تم ! تجہ پہ تف ہے ہستی ناپائیدار حیف

احباب دفن کر کے ہمیں کیا چلے گئے
آئے نہ دیکھنے کو کبھی سوئے مزار حیف

پوچھا نہ اقربا نے بھی آکر اجل نصیب
کٹتے ہیں کسطرح ترے لیل و نہار حیف

ہو کر شریک گراں ہوئے ایسے کہ بعد مرگ
یاروں کے دوش پر بھی جنازہ تھا بار حیف

ہمکو تو اب بھی خون رلاتا ہے یہ سبب
اخلاص تھا انہیں کا وہ بہنوں کا پیار حیف

پوچھا مگر کسی نے نہ اتنا پس فنا
صحرا میں کس غریب کا ہے یہ مزار حیف

فرصت قضا نے آہ دم واپسیں نہ دی
ٹھہری نہ آہ از زندگی مستعار حیف

بالیں پہ رو رہے تھے ہمارے عزیز
احباب بھی چلے ہمیں سوئے مزار حیف

ارمان مر گئے غریب تمنا کا خون آہ !
کیا کیا ہوئے خدنگ اجل کا شکار حیف

جس پر کبھی گمان بھی ہوتا تھا ترا
لقمہ ہوا کفن میں ہے وہ جسم زار حیف

اے وائے ! ہمکو جس کے تناسب پہ ناز تھا
اعضا وہ بن گئے ہیں تو مشت غبار حیف

کھاتا ہے اب وہ کاسہ سر آہ ! ٹھوکریں
دلکش تھے جس کے ریشمیں نقش و نگار حیف

سبزہ جہاں ہے تربت پہ اگ رہا ہے آہ
محو خرام یاں تھے لب سبزہ زار حیف

یا فصل برشگال کا منظر تھا سامنے
مجمع تھا دوستوں کا لب جوئبار حیف

کرتا ہے آکے یا گہر اشک آب نثار
رو کر ہماری خاک پہ ابر بہار حیف

دنیا وہی چمن کی ہے اک ہم نہیں تو کیا
ہے جوش گل وہی وہی بانگ ہزار حیف

شیشہ وہی ہے جام وہی میکدہ وہی
ساقی وہی ہے اور وہی بادہ خوار حیف

دنیا کے ہیں جو عیش وہ کمبخت کم نہیں | حسرت یہ ہے لحد میں کہ دنیا میں ہم نہیں
جان پدر سفر کے ہو قابل کہاں ابھی | ٹھیرے رہو ذرا مرے سرور دل ابھی
بوڑھا ہے تو یہ کہو ہے بہار خزاں ابھی | دن گھر میں کھیلنے کے ہیں اے میری جاں ابھی

جلنے کا عزم ہے جو دل ناصبور کو
ہم ساتھ لے چلو تمہیں کا نور کو

نوحہ وفات شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم

گھٹا چھائی ہوئی ہے چار سو کیوں آج ماتم کی | عروس شب نے کس کے غم میں زلف زیر و برہم کی
صدائے جاں گسل ہے لب پہ کیوں یاد ہمیں کی | خلش کیوں نشتر جاں میں ہے یا رب نشتر غم کی

رواں ہے سیل خون آرزو کیوں چشم گریاں سے
ٹپکتا ہے لہو بن کر جگر کیوں نوک مژگاں سے

تصور داغ ہو وہ حسرتاں ہیں کس کے سوگوار ہیں | تمنا پیٹتی ہے رو رو کے سر کیوں اشکبار ہیں
یہ غم ہے کس کی مرگ ناگہاں کا غمگسار ہیں | قضا نے زندگی چھینی ہے کس کے جاں نثار ہیں

لگائی آگ تو نے نالہ آتش فشاں کیسی
تڑپتی آ رہی ہیں آسماں سے بجلیاں کیسی

زباں پر ہے یہ کیوں رنج شور الاماں کیسا | جگر سے اٹھ رہا ہے آہ سوزاں کا دھواں کیسا
کلیجہ آ رہا ہے منہ کو یہ شور فغاں کیسا | یہ ہنگامہ قیامت کا ہے مرگ ناگہاں کیسا

اعزا اور ہے بالیں پہ ہیں یہ کس کے ماتم میں
کہ اک اک اشک طوفاں خیز غم ہے چشم پرنم میں

نشاں لہرا رہے ہیں ہند میں کیوں آج ماتم کے　　یہ ہے کیسی غم آرائی یہ کیوں ساماں ہیں غم کے
لہو کے آہ! آنسو رستے ہیں چھینٹے اشک پیہم کے　　کہ حلقے بزم ماتم کے ہیں حلقے چشم پرنم کے

قیامت کی تپش ہے آہ! قلب ناشکیبا میں
خلش ہے نوک نشتر کی رگ جان تمنا میں

یہ کیا اندھیر ہے تاریک آنکھوں میں جہاں کیوں ہے　　سواد بزم ماتم خطۂ ہندوستاں کیوں ہے
محیط حلقۂ گرداب چشم خوں فشاں کیوں ہے　　غریق لجۂ غم کشتی عمر رواں کیوں ہے

نہ پوچھو کچھ قیامت کا ہے صدمہ قلب مضطر پر
الٰہی خیر ہو شیشہ گرا ہے آج پتھر پر

یہ ماتم قیصرہ میں ہے نصیب دشمناں کس کا　　فلک کو جا رہا ہے آج یہ تخت رواں کس کا
خمیدہ بار غم سے خاک پر ہے یہ نشاں کس کا　　نہاں زیر زمیں ہے آفتاب عز و شاں کس کا

جو پنہاں ہو گئی آنکھوں سے وہ تنویر کس کی تھی
بنایا نقش حسرت ہم کو وہ تصویر کس کی تھی

جگر میں کچھ نہ باقی تو نے اے سوز نہاں رکھا　　نہ غم کا حوصلہ رکھا، نہ یارائے فغاں رکھا
ملائک نے یہ کس کے سر پہ تاج آسماں رکھا　　قدم فردوس میں یہ کس نے مرگ ناگہاں رکھا

اٹھایا ہاتھ کس نے آہ! یہ دولت پناہی سے
ٹپکتے ہیں گہر بن کے آنسو تاج شاہی سے

کلیسا میں نظر آتی ہیں کیوں ہر سو صفیں غم کی　　صدا کیوں آ رہی ہے چرچ کے گھنٹے سے ماتم کی
ندی ہے آہ! کس کے غم میں حسرات اہل عالم کی　　کلیجے پر نہیں طاقت رہی اب ضرب پیہم کی

وفات شاہ دوراں کی ہے لندن سے خبر آئی

پیام روح فرسا لیکے ہے باد سحر آئی

مبدل غم سے نقشہ آہ! قصر دلنشیں کا ہے
کہ عالم کچھ عجب حسرت فزا تاج و نگیں کا ہے
فلک ہے کانپتا قصر کلیجہ شق زمیں کا ہے
کہ ماتم آج شاہ ایڈورڈ ہفتمیں کا ہے
عزاداری کے ساماں ہو رہے ہیں آہ لندن میں
گریباں چاک ہیں گل اڑ رہی ہے خاک گلشن میں

نہ اب وہ طرۂ زریں نہ ہے وہ تاج سلطانی
نہ اورنگ مرصع ہے نہ ایوان جہاں بانی
جہاں کل تک نشاط و عیش کی ہر سو تھی ارزانی
دلوں میں ہے وہاں رنج و الم کی آج مہمانی
اداسی غم کی اب ایوان شاہی پہ برستی ہے
زیارت کو شہ ذیجاہ کی خلقت ترستی ہے

نشاط عمر فانی چار دن کی آہ! مہماں ہے
بہار زندگانی چار دن کی آہ! مہماں ہے
شکوہ خسروانی چار دن کی آہ! مہماں ہے
عروس کامرانی چار دن کی آہ مہماں ہے
گدا ہو یا ہو شہ اک دن فنا انجام ہستی ہے
یہ معمورہ نہیں ہے عیش کا عبرت کی بستی ہے

وید مقدس کی روشنی

ہوا تیرے جلوے سے عالم منور
کہ چمکی ہمالہ کی تو چوٹیوں پر!!
وہ گنگا کی لہریں سہانی وہ کرنیں
وہ کہسار کا پر فضا آہ! منظر
وہ نور سحر اور وہ تیری تجلی
وہ دلوی وہ جھرنے وہ پانی کی چادر
وہ پھولوں کی خوشبو وہ کوئل کی کو کو
سریلی وہ تانیں پپیہے کے لب پر

وہ دلکش فضائیں وہ ٹھنڈی ہوائیں — وہ جھونکے کہ جن سے تھا جنگل معطر
عجب صبح کا وہ سہانا سماں تھا — کہ اتری تھی جب تو فلک سے زمیں پر
ہوئی بزم ہستی میں جب جلوہ آرا — تو دریا میں نور ازل کے نہا کر
سمجھ کر تجھے سب دیوتاؤں نے دیوی — پہنایا تجھے لاکے پھولوں کا زیور
وہ ذرے جو تھے شب کی ظلمت میں پنہاں — زمیں پر چمکنے لگے بن کے اختر
زمیں پر جو نور ازل بن کے چمکی! — کیے تو نے استھان سارے منور
تری جوت پر آگ میں جا کے چمکی — زیارت کدے بن گئے تیرے مندر
ادائیں تری لے گئیں صاف دل کو — پہنایا جو تو گلیاں کا نکلی زیور
اندھیری گپھائیں ہوئیں تجھ سے روشن — کہ تو بن میں رشیوں کی چمکی جبیں پر
جو یونانیوں میں بن کے تو شمع چمکی — بنی ماہ کامل عرب میں پہنچ کر
جو گم گشتہ اس دشت میں کارواں تھے — بنی تو شب تار میں ان کی رہبر
تجلی تری شرق سے غرب تک تھی — خوشا تیرا جلوہ خوشا تیرا منظر
ترے حسن کا خاص مرکز تھا بھارت — جمی تھیں زمانے کی نظریں جس پر
مگر اب کہاں آہ! اگلا زمانہ — نہ تو ہے نہ اب وہ ترا پہلا منظر
نہ وہ روشنی ہے نہ اب وہ چمک ہے — کہ چھائی ہوئی غم کی ظلمت ہے تجھ پر

بہت دن سے نظریں تجھے ڈھونڈتی ہیں
چمک جا ہمالہ کی پھر چوٹیوں پر!

ترانۂ خوابِ دل

پھولوں میں اے دل تجھ کو چھپا کر سورج کی کرنوں سے بچا کر
دن بھر تیری کی رکھوالی تجھ پر کسی نے آنکھ نہ ڈالی
سو جا سو گئیں چڑیاں کب کی رہ گئیں آدھی گھڑیاں شب کی
بادِ صبا [illegible] چاندنی ہے کیا گوری گوری
شام سے ہے کیوں مضطر ایسا پھولوں کے بستر پر سو جا!

سو گئے اے دل دنیا والے اب تو ذرا پلکیں جھپکا لے!
دریا کی خاموش ہیں لہریں نیند سے ہم آغوش ہیں نہریں
سو گیا سبزہ نہر کنارے سو جا میرے راج دلارے

اس گلشن کا ہوں سودائی جس کی انوکھی ہے رعنائی
اونچے اونچے جس کے شجر ہیں میٹھے میٹھے جس کے ثمر ہیں!

پکتے ہیں گلزاروں میں جو — بکتے ہیں بازاروں میں جو
عالم ردیا۔ تیرے صدقے — طرفہ تماشا تیرے صدقے
دل کو ہوا پر اُڑتے دیکھا — مثلِ کبوتر اُڑتے دیکھا
واقعیں آنکھیں سال نرگس — تھی رنجور ہیں شان نرگس

میٹھی نیندیں سو جا اے دل — اب تو ذرا چپ ہو جا اے دل
یاس گزرِ غم ہے یہ دنیا — بزمِ ماتم ہے یہ دنیا
بارِ الم اس میں نہ اُٹھا تو — نادان غم اسمیں نہ اُٹھا تو
سو جا میرے پیارے سو جا
میرے آنکھوں کے تارے سو جا

گھڑی

غضب کا وہ اُبھرا ہوا صاف چہرہ — وہ پرزوں کی شوخی وہ شفاف چہرہ
تیرے کوک میں ہے وہ جادو بیانی — دلاویز ہے وہ تیرے چہرے خوانی
ہیں حیران تیری صدا سننے والے — کہ کہتے ہیں صلِّ علیٰ سننے والے
تجھے بار ہا زینت کوٹ دیکھا — جو الوان کو تجھ پر بہت لوٹ دیکھا
تڑپنے میں تیری تپش حسن کی ہے — کہ پرزوں میں تیری کشش حسن کی ہے
قیامت ہے ہمو تیری نور افگنی کی — مگر نو وہیں ہے نئی روشنی کی
تیرے حسن پر ہر بشر شیفتہ ہے — تیری ہر ادا پر نظر شیفتہ ہے

آئینہ تو پردہ ساز میں ہے — عجب دلکشی تیری ادا زیبا ہے
تیری کیل پنزروں میں شوخی بھری ہے — تیری چال میں اے گھڑی دلبری ہے
جوانان لندن کی دولہن تو ہی ہے — مگر آج کل جان فیشن تو ہی ہے
قیامت کا تیرا قد نازنین ہے — کہ پاکٹ میں نیلائے پردہ نشین ہے
نہ ہوگی کبھی ختم رفتار تیری — رکے گی نہ تا حشر تلوار تیری
سر مو نہیں تیرے وعدہ میں تنک ہے — کہ اوقات کی جانچ کی تو مہک ہے
سر مو نہیں تیرے قدمیں کجی ہے — کہ شیوہ تیرا اے گھڑی راستی ہے
کلید در صدق ہے تیری چابی — شر حسن کا ہے۔ تیری آفتابی

جگاتی ہے تو خفتگان سحر کو
اٹھاتی ہے بستر سے اک اک بشر کو

بیر بہوٹی

کچھ عجب عالم ہے تیرے حسن کے انداز کا — سرخ ڈورا ہے کسی چشم فسوں پرداز کا
قطرۂ مضطر ہے خون کشتگان ناز کا — قلب خون گشتہ ہے خرگاہ پر کسی جانباز کا

یا شفق کا کوئی ٹکڑا ہے زمیں پر جلوہ گر
جام زریں میں ہے یا صہبائے احمر جلوہ گر

گل بداماں ہے شفق میں شعلۂ تنویر حسن — خون عاشق یا زمیں پر ہے گریباں گیر حسن
یا عقیق سرخ کی چھوٹی سی ہے تعمیر حسن — نقش نیرنگ فسوں ہے یا کوئی تصویر حسن

جلوۂ گل ہے فضائے وادی پر خار میں

سرخ تکمہ ہے قبائے سبزۂ کہسار میں

جلوۂ گل سے ہے رنگیں روئے زیبائے بہار نازنیں ہے یا کوئی محو تماشائے بہار
یا سر گلزار ہے گلگوں ہے مینائے بہار یا ہے آغشتہ بخون داغ سویدائے بہار

سبزۂ کہسار نے یا لعل اگلا ہے کوئی
چن رہی ہے پھول یا دوشیزۂ رعنا کوئی

وادیٔ پرخار میں اک مجمر زر ہے تو یا دامن کہسار میں اک شعلۂ عریاں ہے تو
کشت زار حسن میں اک دانۂ مرجاں ہے تو یا کسی گلگوں قبا کا گوشۂ داماں ہے تو

ناز ہے صحرا کو تیرے شوخیٔ رفتار پر
ڈھونڈتا ہے خون کا قطرہ سبزۂ کہسار پر

آہ! ننھے سے کیڑے نازش صحرا ہے تو شعلہ زار حسن کی چھوٹی سی اک دنیا ہے تو
محضر خون شہیداں ہے ترا داماں سرخ یا ہے خون کشتگان عشق کا عنواں سرخ

صفحۂ ہستی پہ اک نقش تحیر ہے تو
دشت میں اک سرخ چھوٹا سا گل رعنا ہے تو

کویل

او چمن کی اجنبی چڑیا! کہاں تھی آہ تو کیا کسی صحرا کے دامن میں نہاں تھی آہ تو
تیرے دلکش زمزمے تھے سبزہ زاروں میں خموش آشیانہ تھا ترا گلشن میں یا بزم خروش
کھینچتی وقت سحر دل کو تری کوکو نہ تھی چھاؤں میں تاروں کی محو نغمہ دلجو نہ تھی
موسم سرما میں اے سرمایۂ صبر و شکیب بے صدا تیرا پس پردہ تھا ساز دلفریب

مرحبا اے پیکرِ پیک سبک گامِ بہار
لیکے پھر تو گرمیوں میں آئی پیغامِ بہار

تو ادھر آئی فضائے گل کا در آیا ادھر
تو نے گایا گیت اور آموں پہ بور آیا ادھر

طائرانِ باغ نے چھیڑا ہے سازِ انبساط
تیرے مقدم میں ہیں شاخوں پر ہم آہنگِ نشاط

پہنی ننھی ننھی کلیوں نے قبائے شبنمیں
آرہی ہے کان میں تیری صدائے دلنشیں

کوئی انجم آسمان کا اور سبک پروازِ شوق
رہنما ہے کیا تیرا ولولۂ اندازِ شوق

تو جو آئی تو لئے موسم کا نشان پاتی ہوئی
اپنی منزل پر پہنچ جاتی ہے یوں گاتی ہوئی

تیرے مقدم میں شگفتِ خاطرِ ناشاد میں
موسمِ گل کو بھی دیتا ہوں مبارکباد میں

تو چمن میں اڑ کے کیا آئی کہ آپہنچی بہار
گا رہی ہیں چھوٹی چڑیاں سبز کنجوں میں ملار

دامنِ رنگیں میں اک دوشیزۂ ناکتخدا
چن رہی ہیں ننھی ننھی سرخ کلیاں خوشنما

اور تجھ سے ہمسرِ نغمہ اعجاز ہے
بزمِ قدرت میں تری گویا شریکِ راز ہے

میٹھے نغمے گانے والی اے چمن کی نازنیں
ہے تر و تازہ ہمیشہ تیرا کنجِ دلنشیں

اور مصفا ہے فضائے آسمان تیرے لئے
ہے شفق جامِ شرابِ ارغوان تیرے لئے

تیرے نغموں میں اثر اندوہِ حرماں کا نہیں
سال میں تیرے گزر فصلِ زمستاں کا نہیں

مجھکو قسامِ ازل دیتا اگر دو بال و پر
اڑ کے ہوتا میں بھی تیرے ساتھ سرگرمِ سفر

بن کے ہم دونوں رفیقِ موسمِ جوشِ بہار
کرتے خوش خوش ہر برس گلگشتِ دشت و کوہسار

مرغابی

ڈھل گیا دن اور شبنم ہے زمیں پر قطرہ ریز
گوشۂ مغرب میں گلگوں ہے شفق سے آسمان

پڑ رہی ہیں دور تک صبح کی کرنیں زرد زرد
جا رہی ہے تو اکیلی شام کو اڑتی کہاں

دیکھتا ہے کیوں عبث صیادِ سوئے آسماں
یاس کی نظروں سے تیری شوکت پرواز کو
ارغوان زار فلک کے منظرِ خوش رنگ نے
کر دیا ہے اور دلکش تیرے نقشِ ناز کو

ڈھونڈتی پھرتی ہے کیا کوئی سہانا آبشار
یا کہ سرگرمِ تلاشِ دامنِ دریا ہے تو
یا کسی بحرِ تموج خیز کی ہے جستجو
یوں سکوتِ شام میں کیوں آسماں پیما ہے تو

تو جو سنگِ نشانِ جادہ و بے مرحلہ
کر رہی ہے آسماں پر قطع طبقاتِ ہوا
اڑ سکے بے بدرقہ تو یہ کہاں تیری مجال
کوئی طاقت ہے مگر تیری مقرر رہنما

اے سبک پرواز! تیری سرعتِ پرواز نے
طے کئے کتنے ہی دن بھر سرد طبقاتِ نسیم
ہو کے واماندہ زمیں پر گر نہ شہپر جوڑ کر
شب کی ظلمت کا ہو گرچہ سر پہ طوفانِ عظیم

ہو چکی تیری مشقت ختم تجھکو عنقریب
گرمیوں کا اک سہانا گھر ملیگا خوشگوار
گاتی ہوگی چھوٹی چڑیوں میں ہم آہنگی سے تو
اور نشیمن پر ترے ہوگی نیستاں کی بہار

ہو گئی غائب فضائے آسماں میں گرچہ تو
اور آنکھوں سے ہے تیرا تصور یادگار
میں نے سیکھا ہے سبق لیکن تری پرواز سے
ہے طریقِ زندگی میں تو مری آموزگار

منطقہ سے منطقہ تک اسباک و ارشوق
وسعت اوج فلک پہ ہو جو ترا راہبر
مجھکو بھی لیجائیگا وہ منزل مقصود تک
جب کرونگا جادۂ ہستی سے میں تنہا سفر

وصف زبان

تیرے نطق میں ہے عجب جانفزائی
شکستہ دلوں کو ہے تو مومیائی
بھری تجھہ میں ہے کوٹ کر دلربائی
تیری ہر ادا میں ہے رنگین ادائی

وہ جادو بیان نطق کی تو دلہن ہے
کہ لٹ تیرے گیسو کی زلف سخن ہے

جواہر کی لڑیاں ہیں فقرے مسلسل
کہ ہے تو فصاحت کی گردن کی ہیکل
ستم تیری شوخی غضب! تیری چھل بل
گر ہے کسی بت کی پاؤں کی چھاگل

تکلم کی گھنگرو بجاتی ہے چھم چھم
کہ تو ناطقہ کو نچاتی ہے چھم چھم

پپیہا کبھی بن کے تو بولتی ہے
کبھی بن کے طوطی شکر گھولتی ہے
ہر اک راز سربستہ کو کھولتی ہے
کہ کانٹے میں پھولوں کو تو تولتی ہے

سخن سنج ہے تیری میزان دانش
تیرا نطق ہے جوہر کان دانش

بنایا عجب تیرا قدرت نے پیکر
ملا نطق کا روغن قاز منھہ پر
کیا نظم نے زیب سر لاکے جھومر
پنہایا تجھے نثر نے اپنا زیور

بلاغت نے ہاتھوں میں مہندی لگائی
فصاحت نے زلفِ معنبر بنائی
دہن میں جو توبن کے تقریر آئی — ترے ساتھ لفظوں کی تاثیر آئی
نئے حسنِ معنیٰ کی تنویر آئی — کہ تو نطق کی بن کے تصویر آئی
بجاتی ہوئی ارگن نطق آئی!!
اُوڑاتی ہوئی توسن نطق آئی!
وہ دلچسپ نیچر کا چھیڑا ترانہ — کہ غش ہو گیا جس کو سُنکر زمانہ
کیا نطق نے تیرے گیسو میں شانہ — کہ تھی وضع تیری عجب شاہدانہ
تجھے قال نے اپنے سانچے میں ڈھالا
رنگیلی! غضب تونے جوبن نکالا
فصاحت کے پہلوں کی او گہنے والی — تکلم کے پردے میں او ڈرنے والی
کسی کی کڑی تو نہیں سہنے والی — کہ ہر ایک کے منھ پہ دوس کہنے والی
نہیں تجھکو صولت پناہوں کی ہیبت
کہ غالب نہیں تجھپہ شاہوں کی ہیبت
سنا ہو کہ تیشہ، چھری ہو کہ خنجر — زرہ ہو کہ بکتر ہو۔ یا خود و مغفر
ہو اورنگ و دیہیم۔ یا تاج و افسر — ہیں تیرے لئے اے زبان سب برابر
وہ آزادہ رو ہے کہ رکتی نہیں تو
وہ سرہے ورشہ پہ جھکتی نہیں تو
جو شیلے جوانوں کو لڑوانے والی — اکھاڑے میں شیر دل سے بھڑ جانے والی

سواروں کے نیزوں کو چمکانے والی　　شجاعت کے شعلوں کو بھڑکانے والی

جو تو بڑھ کے کڑکے سناتی ہے رن میں

دلیروں کی ہمت بڑھاتی ہے رن میں

بندھاتی ہے تو رانڈ بیواؤں کی ہمت　　یتیموں سے کرتی ہے اظہار شفقت

مریضوں کو دیتی ہے تسکین صحت　　کہ ہے تیرے لب کی مفرح حلاوت

ترے ہونٹ ہیں نوشدارو سے سادہ

مقوی ہیں یاقوتیوں سے زیادہ

کہانی سے راتوں کو تو ہے سلاتی　　کہ بچوں کو تو لوریاں ہے سناتی

کلیجے سے ماں کی طرح ہے لگاتی　　کہ یوں ہولے ہولے ہے تو گاتی

اری نیند! آجا! اری نیند! آجا!

مرے لال کو تیرے صدقے! سلا جا

کہیں شہد ہے تو کہیں قند ہے تو　　مواعظ کہیں ہے کہیں پند ہے تو

دہن تیرا نظر بند ہر چند ہے تو　　مگر وقت تقریر کب بند ہے تو

روانی میں ہے سیل چلنے میں صرصر

چھلاوہ ہے شوخی میں تیزی میں خنجر

عیاں ہیں ترے نکتہ سنجوں پہ جوہر　　کہ ہے تو بشر کے فضائل کا زیور

ہر اقلیم میں ہے ترا سکۂ زر　　کہ زیر نگیں میں ترے ہفت کشور

چمک تیری ہر تاج و دیہیم میں ہے

نئی شاہزادی ہر اقلیم میں ہے

جو تو اے زباں! ایشیا کی پری ہے   تو یورپ کی لیڈی شرارت بھری ہے
کہیں پہلوی ہے کہیں تو دری ہے   سخن کے حدیقہ کی کبک دری ہے
کہیں تو ہے بھاشا کہیں فارسی تو
کہ ہے شاہد نطق کی آرسی تو!

ترانہ کہیں تو ہے مطرب کے لب پہ   کہیں تو ہے جادو بیانوں کے لکچر
کہیں بذلہ گو ہے کہیں بذلہ گستر   کہ ہے طوطی شکرستان یکسر
زمانہ ہے شیدا ترا اور نگیلی!
ادا ہے رسیلی! صدا ہے سریلی!

یہ رنگین ادائی یہ رنگین نوائی   ترے روزمرہ کی اُف! یہ صفائی
بشر کو کہاں طاقت لب کشائی   کہ ممکن نہیں تیری مدحت سرائی
عجب نطق کی سوہنی تو ہے مورت
ہوا ہے مجسم ترا کیا سہانی صورت

دمن اور ہنس

اے ہنس آہ! تیری یہ دلربا ادائیں   یہ نغمہ ہائے دلکش یہ جانفزا صدائیں
مضموں ہے عاشقی کا تیری سرود خوانی   کچھ دل کی داستاں ہے کچھ شوق کی کہانی
نغموں میں آہ! تیرے ہے سوز عاشقانہ   دلکش تری صدا ہے دلکش ترا ترانہ
آنکھیں ہیں آہ! تیری سرشار جام الفت   آیا ہے لیکے شاہد دل کا پیام الفت
تیری صدا دمن کو بیخود بنا رہی ہے   تیری ادائے دلکش دل کو لبھا رہی ہے

نطقِ تبسم کا جادو تیری زبان میں ہے | نیرنگِ سحر و افسوں تیرے بیان میں ہے
ہیں میٹھی میٹھی تیری باتیں عجب سُریلی | بولی ہے پیاری پیاری آواز ہے رسیلی
امرت کی ہیں برستی جھڑیاں تری زباں سے | اور شہد ہے ٹپکتا لعلِ شکر فشاں سے

اے مرغِ خوشنوا! اے محوِ فسانہ خوانی | پوچھے دمن کے دل سے کوئی تری کہانی
ہے گوشِ شوق تیری آواز پر لگائے | ذکرِ حسینِ جاناں سنتی ہو سر جھکائے
عالم ہے بیخودی کا آنکھوں میں آہ طاری | اور اشک کر رہے ہیں چہرے پہ غازہ کاری
لیتا ہے آہ! چٹکی شوقِ وصال دل میں | کیا جانئے آ رہے ہیں کیا کیا خیال دل میں

اے نقشِ دلفریبی! اے نازشِ زمانہ | یہ تیری جامہ زیبی یہ وضع شاہدانہ
ہاں! اے نگارِ خوش خو! اے لعبتِ پری رو | عفت کی تو ہے مورت دیوی ہے حسن کی تو
نل کا رُلا رہا ہے جیسے فراق تجھکو | صدمہ مفارقت کا ہے دل پہ شاق تجھکو
یونہیں نہیں گوارا اسکو تری جدائی | اک آگ عشق نے ہے دونوں طرف لگائی
دو دل چھدے ہوئے ہیں اک ناوکِ الم میں | دو صید ہیں تڑپتے اک دامِ رنج و غم میں
سینے فگار ہیں دو اک تیغِ خوں فشاں سے | بسمل ہیں دو کلیجے اک تیرِ جاں ستاں سے

از بسکہ آہ نل کو ہے اشتیاق تیرا | حد سے گزر گیا ہے دردِ فراق تیرا
آنکھوں میں پھر رہی ہے تصویر آہ تیری | دل میں کھٹک رہی ہے نوکِ نگاہ تیری
دن بھر ترا تصور شب بھر خیال تیرا | بے چین کر رہا ہے شوقِ وصال تیرا

…زباں پہ تیری ہی گفتگو ہے — حسرت ہے دید کی اور ملنے کی آرزو ہے
…زیب سب ہی ہے حبیب تیری پیاری پیاری — کچھ انتظار ہے اور کچھ ہے امیدواری

…بہانہ رد کرنے شمع انجمن تو — کب تک رہیگی وقفِ سوزِ غم و محن تو
…کا ہے پایان کار آخر — ہے ختم ہونے والا یہ انتظار آخر
…او حسینہ! ہے تیری رہگذر میں — آنکھوں میں تیرا نقشہ صورت تیری نظر میں
…ہے نمایاں رعب جلال شاہی — اور حسن کا ہے شہرہ از ماہ تا بہ ماہی
…ہے چاند سا اور ہاتھا ہے گورا گورا — بازو ہیں لمبے لمبے سینہ ہے چوڑا چوڑا
نور… عالم ہیں انکھڑیوں کے تارے — روشن ہوں آسمان پہ جسطرح دو ستارے

…نازِ خوبی! او عفتِ مجسم — جس طرح حسن میں ہے تو انتخابِ عالم
…زور بازو میں ہے یونہیں یگانہ — طاقت میں فرد ہمت میں نازش زمانہ
…دہر سے ہے یوں بدیہہ میں بڑھکر — تاروں میں ماہ کامل ہو جیسے جلوہ گستر

…ہو کوئی جس طرح سوئے قلزم — اور بحر بیکراں میں اپنا نشان کرے گم
…ہے یونہیں دل تیری آرزو میں — پھرتا کشاں کشاں ہے تیری ہی جستجو میں
…تیری دل میں سودا ہے تیرا سر میں — اک آگ شوق کی ہے بھڑکی ہوئی جگر میں
…رہا ہے تیرے لئے جہاں سے — مرتا ہے سیل شیدا تجھ پہ ہزار جاں سے

ہر چند عمر کا تپلا رنج و ملال سے ہے

غائب نہیں مگر وہ تیرے خیال سے ہے

سارس کا جوڑا

او بدنصیب سارس! جوڑا کہاں ہے تیرا — کیوں آہ! شام کو تو لیتا نہیں بسیرا
یہ دردناک چیخیں تیری یہ گھپ اندھیرا — کیوں اُڑکے کر رہا ہے تو آسمان کا پھیرا
پھرتا کشاں کشاں ہے تو کسکی جستجو میں
تصویر کس کی پھرتی ہے چشم آرزو میں

یہ کس کا کر رہا ہے غم بے قرار تجھ کو — پاتا ہوں آہ! ہر شب میں سوگوار تجھ کو
دل پر نہیں ہے اپنے کیوں اختیار تجھکو — میں جانتا ہوں جس کا ہے انتظار تجھکو
جوڑا بچھڑ گیا ہے او غم نصیب! تیرا
خلدِ بریں میں یعنی اب ہے حبیب تیرا

پھرتا ہے سر پٹکتا کیوں کوہسار میں تو — بھرتا ہے ٹھنڈی سانسیں کیوں سبزہ زار میں تو
دلگیر آہ! کیوں ہے جوشِ بہار میں تو — کیوں کر رہا ہے نالے شب ہائے تار میں تو
دنیا میں غیر ممکن ہے اب وصال اُس کا
نادان محو کر دے دل سے خیال اُس کا

کب تک صدائے پیہم یہ نالہ و فغاں کی — آخر ہے انتہا بھی تیرے غمِ نہاں کی
چوٹیں جگر پہ کب تک اندوہ جانستاں کی — فریاد آہ! سن لے مجھ زار و خستہ جاں کی
تیری طرح ہوں اک گم فرقت نصیب میں بھی
کھوئے ہوئے ہوں یعنی اپنا حبیب میں بھی!

جس طرح آہ! مجھکو جوڑا ہے اپنا پیارا — مجھکو بھی دردِ فرقت یونہیں نہیں گوارا

راتوں کو جس طرح تو پھرتا ہے مارا مارا — میں نے بھی چھان ڈالا یونہیں جہاں سارا

باغِ جہاں میں لیکن اس گل کی بو نہ پائی

لہجہ جدا جدا تھا، وہ گفتگو نہ پائی

جس طرح ٹوٹتا ہے تو دردِ جانستاں ہے — ہوں بیقرار میں بھی یونہیں غمِ نہاں ہے

حسرت ٹپک رہی ہے دونوں کی داستاں سے — دونوں کے یار دلبر رخصت ہوئے جہاں سے

راہی ہوئے عدم کو دونوں کے یارِ جانی

چھیڑوں میں قصۂ غم، تو ہجر کی کہانی

کبتک یہ سینہ کوبی کبتک بہ جوشِ ماتم — کبتک یہ شورِ نالہ کبتک یہ آہ پیہم

نظروں میں بیکسی کا کبتک یہ آہ! عالم — چپ چاپ شامِ غم میں آ بلکہ توڑ دیں دم

دار المحن ہے دنیا، دونوں الم سے چھوٹیں

خوش خوش جہاں سے جائیں فرقت کے غم سے چھوٹیں

خلدِ بریں میں اپنے جوڑے سے جا ملے تو — اور ہو نصیب مجھ کو، میرا نگار خوش خو

دونوں کے زیب بر ہوں دونوں کے یار دلجو — ہوں روضۂ جناں میں دونوں کے گرم پہلو

تو سبزہ زار میں ہو، میں کنجِ دلنشیں میں

حسرت نہ عیشِ دنیا کی ہو دلِ حزیں میں

مرغ و صیاد

اے نسیمِ صبح! اے گہوارۂ جنبانِ چمن — ہو اگر تیرا گذر سوئے جوانانِ چمن

اُن سے کہنا میری جانب سے بصد اظہارِ شوق
ساتھ کے کھیلے ہوئے ہیں وہ جو یارانِ چمن

اِک گرفتارِ قفس نے ہے کہا تم کو سلام
اور پوچھا ہے مزاجِ سرو و ریحانِ چمن

پھر یہ دینا میری جانب سے نویدِ جانفزا
سیرِ گلشن ہو مبارک تم کو مرغانِ چمن

خاک اُڑا کر پہلے چپ ہو جائیو بادِ صبا
حال پوچھیں کچھ جو میرا ہم صفیرانِ چمن

پھر یہ کہنا کھینچ کر سینے سے آہِ جاں گداز
ہے قفس میں قید وہ مرغِ خوش الحانِ چمن

اب نہ سیرِ لالہ و گل ہے نہ وہ گلگشتِ باغ
حسرتِ پرواز ہے اب اور ارمانِ چمن

اب نہ وہ پھولوں کا تختہ ہے نہ کنجِ خوشگوار
وہ نہالانِ چمن ہیں اب نہ میدانِ چمن

تنکے چنتا ہے پڑا کنجِ قفس میں بے غریب
آشیاں کیسا کہاں کی فکرِ سامانِ چمن؟

توڑتا ہے خانۂ صیاد میں دم ہائے ہائے
ہو رہا ہے بلبلِ تصویر ماتم ہائے ہائے

چھیڑتی ہے کیا قفس میں ہم کو اے بادِ نسیم
اس چمن میں ہم بھی تھے پروردۂ نازِ قدیم

تھی ہماری بھی کبھی سرسبز کشتِ آرزو
ہم پہ بھی اے ابرِ رحمت تھا ترا لطفِ عمیم

لوٹتے تھے آہ دن کو سبزہ زاروں کے مزے
شب کو رہتے تھے تر و شاداب کنجوں میں مقیم

یا چہکتے پھرتے تھے باغوں میں ہم اے ہم صفیر
یا قفس میں چیختے ہیں آہ بے یار و ندیم

ہم کہاں کے خوشنوا تھے ہم کہاں کے بذلہ سنج
ہم پہ اے صیاد ٹوٹا جو ترا قہرِ عظیم

ہم صفیرانِ چمن سے کیا تغافل کا گلہ؟
جب قفس میں پھنس گئے کیسی وہ رسمِ قدیم

ذبح اے صیاد کر بھی چک کہ جھگڑا پاک ہو
ہم سے اب دیکھا نہیں جاتا یہ حالِ سقیم

پھونک دے اے سوزِ غم ہائے نہانی پھونک دے
پھنکیں دو عالم بھڑک اٹھے شعلۂ نارِ جحیم

ہم ہیں پابندِ قفس کیسا چمن کیسی بہار؟
کس کو یہ مژدہ دینے آئی ہے تو اے بادِ نسیم

دید گل سے واسطہ کیا ہم اسیروں کیلئے
سیر گلشن ہو مبارک تم صفیروں کیلئے

لالہ و گل کی تھی قسمت میں فضا دو چار دن
ہم نے کھائی سبزہ زار کی ہوا دو چار دن

پھر سنیگا ہائے کس کے زمزمے صیاد تو
ہم قفس میں اور ہیں نغمہ سرا دو چار دن

حسرت پرواز بھی جاتی رہیگی اے اجل
ہم سے اڑ لیں اور مرغان ہوا دو چار دن

پھر کہاں صیاد ہم اور پھر کہاں کنج قفس
آب و دانہ ہے مقدر میں ترا دو چار دن

گھٹ کے اس زندان میں جائیگا کبھی تو دم نکل
مانگتے ہیں اے اجل! تیری دعا دو چار دن

یاد اے صیاد ہم کو بھی کریگا تو کبھی!
اور تڑپ لے قفس میں بے وفا دو چار دن

دیکھکر خالی قفس کو جی بھر آئیگا ترا
پیٹ کر رہ دیگا سر! بعد فنا دو چار دن

کر رہے ہیں جس طرح ہم نالہائے دردناک
تو رہیگا یونہی مصروف بکا دو چار دن

یاد جب صیاد آئیں گے ہمارے زمزمے
گھر میں تنہا تیرا جی گھبرائیگا دو چار دن

دست حسرت مل کے اے صیاد! پچھتائیگا تو
ایسا لائیگا کہاں سے آہ! مرغ خوش گلو!

جب بنائیگا ہمارا آہ! چھوٹا سا مزار
چپکے چپکے تو ہمارے غم میں ہوگا اشکبار

یاد رہ رہ کر جفائیں اپنی آئیں گی تجھے
اور ہماری بیکسی پر روئیگا تو زار زار

لیکے خالی گھر کو جب گلشن سے لوٹیگا قفس
پیچھے پیچھے خاک اڑاتی آئیگی باد بہار

سن کے اے صیاد! تیرے نالہائے جانگداز
آتے ہیں لوگ پوچھینگے کہ کیوں ہو سوگوار

تو کہیگا مر گئی وہ بلبل رنگین نوا!
وصل گل کے واسطے تھی جو قفس میں بیقرار

گل کھلیں گے سبزہ لہرائیگا قبر پر
ہم نہ ہوں گے اور آئیگی گلستاں میں بہار

سوتے ہوں گے تیرے گہوارہ میں اے کنج لحد
خواب راحت میں تخل ہوگی نہ کلبانگ ہزار

اپنی مٹی ہے کہاں کی کیا خبر باد صبا
ہو پریشان دیکھیے کس کس جگہ مشت غبار

وہ بھی آزادی کے دن تھے یاد آتے جانفزا
تیرے بندھن سے تھے جب آ قید ہستی رستگار

لوٹتے تھے اپنے گلشن میں بہاروں کے مزے
سبزہ زاروں کی تھیں سیریں جوئباروں کے مزے

ہم سرود طائران قدس تھے ہم بھی صبا
قید ہستی کی کشاکش میں نہ تھے یوں مبتلا

بولتے تھے اپنی دھن میں پیاری پیاری بولیاں
ہائے وہ دن شاخ طوبیٰ پر تھے جب نغمہ سرا

لوٹتے تھے ہم بہاریں گلشن فردوس کی
تھی عجب دلکش بہار سبزہ زاروں کی فضا

کھل رہے تھے چار سو پھولوں کے کنج خوشگوار
تھیں رواں شیر و عسل کی انہیں نہریں جا بجا

اپنے پھولوں پہ تو اتراتی ہے کیا اے عندلیب
تو نے دیکھی ہی نہیں ہے شاہد گل کی ادا

کرکے ہمکو تو اسیر حلقۂ دام فریب
کھینچ کر کس وادئی پرخار میں لائی قضا

ہم نہ پھنستے کس طرح صیاد تیرے جال میں
آب و دانہ تھا مقدر میں ترے گھر کا لکھا

ہم قفس میں کب تلک بے بال و پر تڑپا کریں
ٹوٹ بھی جا اے طلسم قید ہستی ٹوٹ جا

تیرے مرغ دست پرور ہم ہیں صیاد ازل
خواہ ہمکو ذبح کر تو خواہ ہمکو کر رہا

من نہ آن مرغم کہ نالم از جفائے تیغ تو
ذبح کن صیاد! قربان ادائے تیغ تو

بلبل و پروانہ سے

گر رہا ہے تیرا شوق شمع پہ تجھکو
مجھے یہ ڈر ہے نہ پھینکے کہیں ضرر تجھکو

فروغ شعلہ کہاں اور کہاں تجلیِ حسن
ہزار حیف کہ اتنی نہیں خبر تجھکو

تڑپ تڑپ کے جو بے اختیار گرتا ہے
نہیں ہے آگ کے شعلے سے آہ! ڈر تجھکو

یہ ننھے ننھے پر و بال۔ یہ بلا کی تپش
ملا ہے آہ! قیامت کا کیا جگر تجھکو

قریب شمع کے آکر جو تھرتھراتا ہے
نہیں ہے جان سے جانیکا غم مگر تجھکو

ملے گی خاک بھی ڈھونڈے سے تیری محفل میں
صبا اڑائے پھرے گی دمِ سحر تجھکو

سمجھ نہ شمع کو دلسوز عاقبت دشمن
جلا کے آہ! رہیگی میت پہ تجھکو

نہیں ہے تو ابھی سوز و گداز کے قابل
نہیں ہے عشق کے عرضِ نیاز کے قابل

تپش یہ بزم میں فانوس پر نہیں اچھی
کہ آگ لاگ کی او بے خبر نہیں اچھی

لگی ہے آنچ محبت کی شمع محفل سے
لگاوٹیں ارے تفتہ جگر نہیں اچھی

تڑپ تڑپ کے نہ دیوانہ وار شمع پہ گر
کہ آہ! یہ تپش بال و پر نہیں اچھی

یہ جاں گدازیِ سوز و فا سرِ محفل
کہیں نہ ہو تیرے جی کا ضرر نہیں اچھی

لڑانہ شمع سے آنکھیں کہ ہے عدو تیری
تری نگاہ محبت اثر نہیں اچھی

نہ ننھے ننھے پروں کی تڑپ یہ بیتابی
حریف شوخیِ برق نظر نہیں اچھی

ہوائے شوق میں فانوس پر ترا گرنا
یہ بے خودی ارے شوریدہ سر نہیں اچھی

چمن میں چل کہ دکھاؤں ادائے شاہد گل
ہیں دلفریب عجب خندہ ہائے شاہد گل

میں بوالہوس نہیں سمجھا ہے تو نے کیا مجھکو (پروانہ) پسند شاہد گل کی نہیں ادا مجھکو
جنون نہیں! کہ ہو سودائے گل چمن میں مجھے
سمجھ نہ اپنی طرح آہ! بیوفا مجھکو

فراقِ گل میں میں جگنوں کی طرح آ دلے
یہ داغِ سوزِ جدائی نہ دے خدا مجھکو

دلِ گداختہ لیکر ازل سے آیا ہوں
ملا یا بزم میں ہے سوزِ آشنا مجھکو

تڑپ تڑپ کے کروں کیوں نہ شمعِ محفل پر
فنائے سوزِ محبت میں ہے بقا مجھکو

جلے وہ بزم میں جیب حباب اور میں نہ جلوں
بعید عشق سے ہے ہو غمِ فنا مجھکو

تیری نگاہ میں جانسوز ہے جو اے بلبل
وہ آہ! آگ کا شعلہ ہے جانفزا مجھکو

شعور سیکھ ۔ تجھے امتیازِ عشق کہاں
کہاں تو ۔ لذتِ سوز و گدازِ عشق کہاں

پھول اور پیام

جا اے گلِ گلاب تو کارِ ثواب کو
میرا پیام دے مری عصمت مآب کو

کیوں ہنستی رہی ہے وہ یوں وقتِ تبسم
کیا جانتی نہیں تو کہ فرصت بہت ہے کم

اس وقت آتشیں ہیں دو رخسار پھول سے
منہ سے بھی چھوٹتے ہیں دمِ گفتار پھول سے

گر وہ ہے شمعِ حسن تو پروانہ میں بھی ہوں
ہے وہ پری جمال تو دیوانہ میں بھی ہوں

لازم ہے شکرِ نعمتِ پروردگار اُسے
واجب ہے فکرِ گردشِ لیل و نہار اُسے

کیا مال ہے یہ حسن اگر قدرداں نہ ہو
مجنوں نہ ہو تو لیلےٰ کی بھی داستاں نہ ہو

اے گل تو ہی بتا کہ تجھے گر بچا باغ
ہر نشیمن آج ملا ہوتا کوئے زاغ

خوبی کو تیرے دیکھنے والا بھی تھا کوئی
سو جان سے نثار و شیدا بھی تھا کوئی

ایسا ہی وہ مری سمن اندام نازنین
جنگل میں کوہ و دشت میں ہوتی اگر کہیں

اہلِ نظر کی جس جگہ ہوتی نہ دسترس
اور ایک ساں ہی ہوتے جہاں ناکس اور کس

وہاں جنس حسن ہوتی خریدار بن پڑی — اور دل ربا وہ اور طلبگار بن کھڑی
پیغام مراد پاکے اٹھے لے گل گلاب — مرجھانا ہے دریغ ۔ وہ تن کھلا کے پیچ و تاب
شاید کہ تیرے مرنے سے ہشیار ہو کے وہ — انجام حسن دیکھ لے بیدار ہو کے وہ
جانے کہ کوئی گل سا رنگین تھا کبھی ہو — شیریں سے بڑھ کے گو کبھی شیریں ادا بھی ہو
قبضہ میں آسکے حسن کا حصہ ہے چند روز — دنیا میں حسن و عشق کا قصہ ہے چند روز

جو فائدہ اٹھانا ہو اس سے اٹھائے جلد
دل میں سما چکی ہے نظر میں سمائے جلد

گل و بلبل کا فسانہ

وہ بلبل ہوں گلشن میں حسرت کشیدہ — کہ ہوں شیون گل کا اشک چکیدہ
میں وہ مرغ شوریدہ سر ہوں چمن میں — وہ صید شکستہ جگر ہوں چمن میں
زمیں پر تڑپتا ہوں بے آب و دانہ — برا ہو تیرا انقلاب زمانہ
شب و روز آہیں جو نکلے ہیں لب پر — کلیجے میں ناسور چھالے ہیں لب پر
ہر اک پھول گلچیں نے چن چن کے توڑا — شگوفہ کوئی شاخ گل پر نہ چھوڑا
وہ کلیاں جو پھولوں کے ہاں دفن گئیں جھکر — حسینوں کی کرتی تھیں چوٹی معطر
وہ گل جو کبھی یادگار چمن تھے — وہ غنچے جو آئینہ دار چمن تھے
ہوئے سوکھ کر خار حسرت چمن میں — برستی ہے اب اس پہ عبرت چمن میں
شگوفے چمن میں ہیں خونابۂ غم — کہ جاتا رہا جوش گل کا وہ عالم
[illegible] میں نہیں یادگار چمن یہ — پریشان زمین پر ہیں خار چمن کچھ

وہ مرغانِ طنّاز اوجِ ہوا کے — جو اڑتے تھے جھونکوں میں موجِ ہوا کے
چمن میں چہکتے تھے جو شاخِ گل پر — خزاں آتے ہی اڑ گئے تول کر پر!
مگر میں نے چھوڑا نہ دامانِ گلشن — کہ ہے یہ مری آرزو کا نشیمن
یہ مانا کہ کملا گئے پھول کھل کر — بہار اپنی دکھلا گئے پھول کھل کر
چمن سے بہت دن ہوئے چل بسے وہ — نہ دو روز بھی کھل کھلا کر ہنسے وہ
ہوا گو کہ عہدِ شباب اُن کا رخصت — یہ مانا کہ باقی رہی وہ صباحت
مگر میرے نالوں کا عالم وہی ہے — وہی اُن کا شیون ہے ماتم وہی ہے
وہی عشق ہے بے قراری وہی ہے — طپش ہے وہی آہ و زاری وہی ہے
وہی لب پہ اب تک ہیں نالے سحر کو! — زمیں پہ پٹکتا ہوں صیاد! سر کو
اسی گھر میں صیاد پیدا ہوا ہوں — یہیں شاہدِ گل کا شیدا ہوا ہوں
یہیں میں نے نالوں کا انداز سیکھا — یہیں سوز سیکھا۔ یہیں ساز سیکھا
یہیں میری صیاد تربت بنانا — یہیں میری مٹی ٹھکانے لگانا
اگرچہ میں صیاد اک جانور ہوں — ہوں از خود رمیدہ وہ شوریدہ سر ہوں
مگر جانتا ہوں محبت کی رسمیں — نہیں لاگ ممکن ہے عشق اور ہوس میں
ہے عشق اور شئے اور ہوس اور شئے ہے — کہ گل اور شئے۔ خار و خس اور شئے ہے
نہیں عاشقی خام کاروں کا شیوہ — کہ ہے پختہ مغزوں کا حصہ یہ میوہ
روایت سناتا ہوں اک عاشقانہ — غضب کا ہے حسرت بھرا یہ فسانہ
ہوا میں بھی کچھ خاکِ مجنوں پریشاں — کسی نے یہ پوچھا کہ اے خانہ ویراں
وہی عشقِ لیلیٰ ہے کیا تیرے دل میں — وہی جوشِ سودا ہے کیا تیرے دل میں

کہا! خاک مجنوں نے اک آہ بھر کر ۔ گیا ہے کہیں عشق اے نکتہ پرور
وہی نجد کا ہے بیاباں وہی ہیں ۔ وہی پھیرے وحشت کا میدان وہی ہیں
وہی شورش عشق اب تک ہے سر میں ۔ کہ پھرتا ہے لیلیٰ کا ناقہ نظر میں!
اگرچہ میں ہوں مشت خاک پریشاں ۔ مگر ذرہ ذرہ میں ہے عشق پنہاں

محبت نہیں ہے فنا ہونے والی
نہیں حسن کی طرح یہ لاابالی

زن خوشخو

در مسدس

بہتر نہیں غمخوار زن خوب دلکو سے ۔ گھر سارا مہک اٹھتا ہے اس پھول کی بو سے
آجاتا ہے نور آنکھوں میں آئینہ رو سے ۔ مٹ جاتی ہے قسمت کی سیاہی شب مو سے

چہرے میں زلف جو ہے بدر کا عالم
پھر جاتا ہے آنکھوں میں شب قدر کا عالم

شوہر کی زن نیک جو ہو مونس و دلسوز ۔ بھونرا سی بھی کالی ہو تو ہے شمع دل افروز
تاکید جو پردے کی حیا کو ہے شب و روز ۔ ہوتی نہیں گستاخ نگاہ ادب آموز

پہرے پہ ہے عصمت کوئی بیگانہ نہ آئے
فانوس پہ اڑ کر کوئی پروانہ نہ آئے

الماس کو ہرچند کہ کاوش ہو گہر سے ۔ اور گل عرق آلودہ ہو شبنم کے اثر سے
چادر کبھی خلوت میں سرکتی نہیں سر سے ۔ بیگانہ نظر رہتی ہے شوہر کی نظر سے

خلوت میں نگاہوں سے نگاہیں نہیں ملتیں
دل ملتے ہیں دل ملنے کی راہیں نہیں ملتیں

جب چادر خورشید چھپاتی ہے قمر کو   اور باد صبا لاتی ہے بوئے گل تر کو
اٹھ بیٹھتی ہے چھاؤں میں تاروں کی سحر کو   کر دیتی ہے روشن رخ پر نور سے گھر کو
شوہر سے کبھی دیر میں سو کر نہیں اٹھتی
نکہت سے پریشان کبھی ہرگز نہیں اٹھتی

بل کھا کے جو ہو جاتے ہیں رخسار پہ برہم   بکھرے ہوئے آتے ہیں نظر گیسوئے پر خم
بالوں میں جو ہوتا ہے پریشانی کا عالم   سلجھاتی ہے اٹھ کر انہیں شانے سے سحر دم
غازہ رخ گلرنگ پہ ملتی ہے سحر کو
خلوت سے دلہن بن کے نکلتی ہے سحر کو

چلتی نہیں شوخی سے لگاتی ہوئی ٹھوکر   ڈر ہے کہ نہ پامال کہیں ہو دل شوہر
کرتی نہیں اٹھلا کے بپا فتنۂ محشر   رکھتی ہے قدم تول کے آہستہ زمیں پر
توام جو نہیں شوخی رفتار قدم سے
بجتے نہیں گھنگرو کبھی پازیب کے چھم سے

ہوتی نہیں زیور کی طلب گار زیادہ   رکھتی نہیں تزئین سے سروکار زیادہ
کرتی نہیں شوخی دم رفتار زیادہ   ملبوس پہنتی نہیں زرتار زیادہ
چلتی نہیں اٹھلا کے نسیم سحری سے
شوہر کو لبھاتی نہیں دل عشوہ گری سے

رکھتی ہے دل و جان سے جو شوہر سے محبت   دھوتی ہے جو دامن سے غبار غم و کلفت

خوش چہرہ و خوش وضع خوش اسلوب و خوش اندام — دلسوز و دل فروز و دلاویز و دل آرام
گل پیرہن و غنچہ لب و شاہد گلفام — آسایش پہلو و شکیب دل ناکام

صورت ہے جو پاکیزہ تو سیرت بھی نکو ہے
خوش رنگ جو ہے پھول تو نکہت بھی نکو ہے

فرزانہ ہے زیرک ہے عقیلہ ہے نکو ہوش — کم گو ہے مودب ہے رضا جو ہے وفا کوش
صرف سخن خوب ہے گاہے گہے خاموش — آرام جگر راحت جان زینت آغوش

حسن ان میں نہیں ہے کہ وفائیں نہیں ان میں
ہاں کونسی پاکیزہ ادائیں نہیں ان میں

دیتی ہے ہر اک کام سلیقے سے سرانجام — دھندوں میں لگی رہتی ہے گھر کے سحر و شام
ہو کام کا وقع تو یہ کرتی نہیں آرام — اور تھک کے نہیں بیٹھتی باخاطر ناکام

نازک ہے اگرچہ یہ جفاکش یہ بڑی ہے
ہر وقت اطاعت کو کمر بستہ کھڑی ہے

غافل نہیں دلجوئی شوہر سے کوئی دم — ڈر ہے کہ نہ ہو خاطر نازک کہیں برہم
شوہر ہے اگر خوش تو ہے زن بھی خوش و خرم — ناشاد ادھر وہ ہو تو ادھر یہ بھی ہے پُر غم

چہرے پہ شکن واں ہے تو بل ہے جبیں پر
واں دل میں طپش صدمہ ہے یاں جان حزیں پر

لب پر ہے گر انبار وہاں نالۂ شبگیر — یاں زلف رسا پاؤں میں ہے حلقۂ زنجیر
اُترا ہوا ہے واں چہرۂ خاطر دلگیر — نمناک یہاں اشکوں سے ہے سرمہ کی تحریر

واں حلق پہ خلش غم سے ہے جو خونابہ فشاں ہے

یاں پان کا لاکھا لب نازک کو گراں ہے

واں تسمہ کش زلف ہے آشفتہ طبیعت — یاں آئینہ حسن دل افسردہ ہے حیرت
واں پردہ درِ چاک گریبانی ہے وحشت — آنچل ہے نقاہت سے یہاں بارِ نزاکت

دامن ہے ادھر پرزے تو محرم ہے ادھر چاک
اک تیر کے پیکاں سے ہیں دونوں کے جگر چاک

واں دشت میں مجموعۂ خاطر ہے پریشاں — یاں دوش پہ ہے زلفِ دوتا شامِ غریباں
تلووں میں وہاں ہے خلشِ خارِ مغیلاں — نشتر سے کھٹکتے ہیں یہاں ناوکِ مژگاں

واں خارِ جنوں نوک کی لیتے ہیں سفر میں
یاں پھانس پڑی غم کی کھٹکتی ہے جگر میں

کانٹے ہیں ببولوں کے جو واں خون کے پیاسے — یاں آگ لگی رہتی ہے تلووں میں حنا سے
لپٹی ہوئی واں گرد ہے دامانِ قبا سے — یاں ناک میں دم زلفِ معنبر کی ہوا سے

صرصر کی طرح ہوتا ہے شوہر جو سفر میں
نکہت سی پریشاں یہ پھرا کرتی ہے گھر میں

راحت نہیں ملتی دلِ اندوہ طلب کو — فرصت نہیں ہوتی کوئی دم نالۂ شب کو
خلوت میں جو پروانے کیا پاتی ہیں شب کو — یہ شمع لگا دیتی ہے آگ عیش و طرب کو

گل کھا کے پگھل جاتی ہے سوزِ جگری سے
بجھ جاتی ہے پہلے یہ چراغِ سحری سے

رہ رہ کے غمِ ہجر ستاتا ہے جو اکثر — بہ جاتا ہے خون آنکھوں سے ہو کر دلِ مضطر
کیا دخل ہے نیند آئے ذرا آنکھوں میں چھپ کر — سونے نہیں دیتا ہے خیالِ رخِ شوہر

پھرتی ہے جو وہ چاند سی تصویر نظر میں
راتوں کو ستارے یہ گنا کرتی ہے گھر میں

رہتی ہے جو گیسو کے تصور میں پریشاں ہو جاتی ہے تاریک نگاہوں میں شبستاں
آتا ہے جو رہ رہ کے خیال رخ تاباں تھمتے نہیں آنسو صفت شمع فروزاں

ہوتا ہے جو گردوں پہ گریبان سحر چاک
رو رو کے کیا کرتی ہے دامان جگر چاک

شوہر کی کبھی یاد سے غافل نہیں ہوتی بیگانہ کی جانب کبھی مائل نہیں ہوتی
تیر نگہ غیر کی بسمل نہیں ہوتی! شوہر کے سوا اور کی قائل نہیں ہوتی

اس شمع کو جلتے ہوئے پروانہ نہ دیکھا
شوہر کے سوا اور کا دیوانہ نہ دیکھا

وہ آنکھ لڑے غیر سے کیا روزن در سے شوہر کو بھی دیکھے جو نہ دزدیدہ نظر سے
بے مقنع و چادر یہ نکلتی نہیں گھر سے ڈرتی ہے بہت دیدۂ بدبیں کے اثر سے

رہتی ہے سمائی ہوئی شوہر کی نظر میں
چبھ جاتی ہے ایک ایک ادا اسکی جگر میں

انداز بھی ہے ناز بھی عشوہ بھی ادا بھی صورت میں پری چہرہ بھی ہے نور لقا بھی
آنکھوں میں مروت بھی نگاہوں میں حیا بھی حسن اسکو جو قدرت نے دیا ہے تو وفا بھی

شوہر کو غرض مایۂ آسائش جاں ہے
وہ قالب بیجان ہے تو یہ روح رواں ہے

اندوہِ غربت

حسرت! اے صحبتِ مرغانِ چمن زادِ وطن — رخصت! اے جوشِ بہارِ گل و شمشادِ وطن

دردِ غربت کی بھی آخر کوئی حد ہے کہ نہیں — ہو نہ سرگرمِ تپش اے دلِ ناشادِ وطن

لے ہی جائے گا کبھی جذبۂ یارانِ وطن — پھر دکھائے گا زمانہ ہمیں بنیادِ وطن

شوقِ دیدار میں روزن سے لگی ہیں آنکھیں — کان نظاران میں ہیں حسرت کشِ فریادِ وطن

دل یہ کہتا ہے گلا گھونٹ کے مر جاؤں گا — یوں نہیں غربت میں جو جانکاہ رہی یادِ وطن

ہم ستائے ہوئے ہیں گردشِ ایام کے آہ — ہمکو یاروں سے نہیں شکوۂ بیدادِ وطن

سانحہ تو نے بھی اے ہم دشت نوردوں کا دیا — ہائے رے قافلۂ نکہتِ برباد وطن

سرگزشتِ دلِ آوارہ کہیں کیا تجھ سے — ہم غریبوں سے صبا! پوچھ نہ افتادِ وطن

لکھ کے یاروں نے نہ دو حرف کا پرزہ بھیجا — اے صبا! تو ہی سنا کچھ ہمیں رودادِ وطن

ساحلِ ہند کی جانب جو گزر ہو تیرا — ان سے کہنا یہ پیامِ دلِ ناشادِ وطن

گیت گاتے تھے کبھی حبِّ وطن کے ہم بھی — وہ بھی دن تھے کہ چمن میں تھے ہم آزادِ وطن

ہم اسیری کے سزاوار تھے اے صیاد — تیرے دشمن تھے نہ ہم آہ شمشادِ وطن

رحم کر رحم! اے صیادِ قفس ہائے افسوس
چھینتا کب سے ہے اک مرغِ چمن زادِ وطن

صوفیانہ رنگ کے پردے

حسن راضی جو ہوا پردہ کشائے تحیر — چٹکیاں لینے لگی دل میں ادائے تحیر

تیری وحدت جو ہوئی جلوہ فزائے نیرنگ　　　ماہ و خورشید ہوئے محوِ لقائے نیرنگ

پھر تو بے پردہ تجلّی نظر آئی تیری
دل کے آئینے میں تصویر اتر آئی تیری

آشکارا ہوئی وحدت تری کثرت بنکر　　　نظر آنے لگی خلوت تری جلوت بنکر
تو جو ظاہر ہوا پردے سے حقیقت بنکر　　　پھر تو اڑنے لگی شہرت تری نکہت بنکر

بن کے جب کارگہِ دہر میں استاد آیا!
لئے اک بوقلموں پردۂ ایجاد آیا!

تیری شوخی نے اٹھایا جو حیا کا پردہ　　　نظر آیا عجب اک حسن ادا کا پردہ
اٹھ گیا صاف جو حائل تھا خفا کا پردہ　　　رخ کا پردہ تھا نہ اب لطفِ وفا کا پردہ

بن کے آئے نظر ایام و لیالی دونوں
بھئے تری جلوہ نمائی سے نہ خالی دونوں

اپنے بندوں سے جو پردہ تجھے ستّار نہ تھا　　　کوئی بندہ ترا حسرت کشِ دیدار نہ تھا
درمیاں میں جو ترا پردۂ اسرار نہ تھا　　　آئینہ تشنہ لبِ جلوۂ انوار نہ تھا!

لاکھ پردوں سے نظر تو مرے ستّار آیا
حسن بنکر ترا یوسف سرِ بازار آیا!!

تیری صورت میں عجب عالمِ یکتائی تھا　　　ایک عالم تری صورت کا تماشائی تھا
تو نہ کب تشنہ لبِ انجمن آرائی تھا　　　برق بے پردہ نہ کب پردۂ رعنائی تھا

شوخیٔ حسنِ ازل کہتی تھی دلہن بنکر
میں رہوں گی نہ چراغِ تہِ دامن بنکر

تو اٹھاتا نہ اگر پردۂ انوار شہود　　دیکھتا کون تجلی تری اے ربِّ ودود
پردۂ غیب سے ہوتا نہ کسی شے کا وجود　　ہیں کرشمے ترے جلوے کے یہ سب بابسجود

تو نہ پردے میں اگر پردہ کشائی کرتا
کسکو قدرت تھی کہ پیدا یہ خدائی کرتا

محتجب پردۂ وحدت میں جو کثرت ہوتی　　پردہ داری جو ترے حسن کی رعنا ہوتی
تو خدائی تری ہوتی نہ یہ خلقت ہوتی　　اور ہی عالمِ ایجاد کی صورت ہوتی

چاند سورج نہ یہ ہوتے نہ یہ تارے ہوتے
تیری قدرت کے نہ آنکھوں کو نظارے ہوتے

گھر سے بے پردہ نکلتی جو نہ وحدت تیری　　بیٹھی ہوتی کہیں سمٹی ہوئی کثرت تیری
منہ چھپا لیتی دلہن بن کے جو قدرت تیری　　کس پہ کھلتی مرے ستار حقیقت تیری

رخ سے پردہ جو حیا کا نہ اٹھایا ہوتا
نور بن بن کے نہ آنکھوں میں سمایا ہوتا

تو اٹھاتا نہ اگر پردۂ اخفائے عدم　　دیکھنے والے تجلی کے تری کون تھے ہم
تو دکھاتا نہ اگر جلوۂ انوارِ حرم　　کس پہ کھلتا مرے ستار ترا رازِ قدم

پوجتی پاؤں ہر اک بت کے خدائی تیری
شکر ہے، ہمکو تجلی نظر آئی تیری

حسنِ باطن کو جو پردے میں چھپایا ہوتا　　نور تیرا، ترے آغوش کا پالا ہوتا
طور پر برقِ تجلی کو سنبھالا ہوتا　　گھر سے بے مقنع و چادر نہ نکالا ہوتا

آنکھ موسیٰ سے جو تو نے نہ لڑائی ہوتی

یوں نہ بے پردہ تجلی نظر آئی ہوتی !

حسن ایجاد کا پردہ تو اٹھاتا نہ اگر — تیری صنعت کے نمونے نظر آتے کیونکر
وہ عناصر کا ہیولیٰ جسے کہتے ہیں بشر — بطن مادر کے نہ پردے سے نکلتا باہر

برق بے پردہ جو گرتی تری چلمن بنکر
بیٹھ جاتی کہیں شوخی تری دلہن بنکر

جلوۂ فرزانہ ترا حسن تماشا ہوتا — کہ خود آئینہ تو اور آئینہ سیما ہوتا
اپنے بندوں سے جو یارب تجھے پردا ہوتا — آکے دنیا میں ترا حسن نہ رسوا ہوتا

تجھکو تشہیر کیا تیری خود آرائی نے
کردیا عام سب تجھے جلوۂ ہرجائی نے

شیون عروس

ہوگیا بالشت پہ سر رکھکر دم فکر سخن — ناگہاں آئی نظر اک لعبت سیمیں بدن
الجھے سلجھے بال منہ [illegible] تلوؤں چال — تیکھی چتوں گورے گورے گال چھوٹا سا دہن
ننھی ننھی انگلیاں پتلی کمر چھوٹا سا قد — اس پہ سونے میں سہاگہ جامہ زیبی کی پھبن
گوری گوری سانولی سیمیں پیاری پیاری [illegible] — وہ چھریرا جسم سانچے میں ڈھلا نازک بدن
ننھے ننھے دانت کلیاں موتیا کی خوشنما — پتلے پتلے نرم و نازک ہونٹ برگ یاسمن
تھے لب رنگیں پہ مستی کی ادائیں [illegible] — اور [illegible] تھا شگفتہ اک چمن
دوش پر زرکش ردا چہرے پہ زرینہ نقاب — سیم قامت سیمبر سیمیں بدن سیمیں ذقن
لب میں تھی جان پری آنکھوں میں سحر سامری — قد میں تھی فتنہ گری رفتار میں تھا بانکپن

رخ کی افشاں کا عجب عالم تحیر خیز تھا
دن کو آتی تھی نظر تاروں بھری اک انجمن

دستِ قدرت نے بنائی تھی عجب لفِ سیاہ
کس دیا گویا کسوٹی پر تھا کندن سا بدن

تھا نہ انگشت کا اشارہ یہ دمِ مشقِ خرام
ایسے نازک کو ہوا اک ہلکی سی پھولوں کی پھبن

گورے گورے ہاتھوں میں تھیں دھانی دھانی چوڑیاں
پیارے پیارے بازوؤں میں ہلکے ہلکے نورتن

بھینی بھینی بس کے آتی تھی تنِ نازک سے بو
صانعِ قدرت نے صندل کا بنایا تھا بدن

ابھرا سینہ اس پہ جالی کی وہ محرم چست چست
اٹھتا جوبن اس پہ اودی اودی کرتی کی پھبن

کیا کہوں اس نازنیں کا عالمِ حسنِ شباب
پھوٹ نکلی تھی جوانی بن کے سورج کی کرن

اک نمونہ تھی یہ قدرت کا کا فرالعرض
بھولی بھولی شکل تھی اور گورا گورا تھا بدن

حسن کی مانی ہوئی اک اک سے اٹھلاتی ہوئی
چلبلی چنچل رنگیلی سانولی غنچہ دہن

جب نظر اس سج سے آئی وہ عروسِ تقا
ٹیکنی دل کو اڑا کر جان گھونگھٹ کی پھبن

پھر کہا آہستہ میں نے یوں بقصدِ اظہارِ شوق
اور رنگیلی ایسے گھونگھٹ والی شرمیلی دلہن

کیا ترا نام و نشاں ہے؟ کیا حسب ہے؟ کیا نسب
ہے کہاں تیرا گھرانا اور کدھر تیرا وطن

کس کے نازوں کی ہے تو پالی ہوئی اے نازنیں
کس کی آنکھوں کی ہے پتلی اے بتِ تقویٰ شکن

شمعِ محفل جس کی تو ہے وہ شبستاں ہے کدھر
تو کلی ہے جس کی پھولوں کا کہاں ہے وہ چمن ؟

ہے کسی عاشق کے قبضے میں جوانی کا ثمر
یا اچھوتا آئینہ ہے ترتیب نہ فن ؟

مجھ سے سن کر یہ سخن گردن جھکا کر شرم سے
یوں ہوئی گویا زباں سے وہ عروسِ سیم تن

یادگارِ عز و شان دولتِ اسلامیہ
دلی والی ہوں میں اردوئے معلیٰ کی دلہن

دورۂ اسلام میں تھا جو کبھی کرسی نشین
لوحِ اوراقِ زمانہ پر ہوں وہ نقشِ کہن

شاہزادی تھی کبھی دلی کی میں اب بے خبر
سر پہ چترِ شاہی تھا کبھی سایہ فگن

پھر کہا اس شعلہ رو نے یوں بصد سوز و گداز — شمع محفل جس کی تھی میں اٹھ گئی وہ انجمن

حسن تیرا پا گیا صدیوں تک اسلامی نشاں — نذر طوفاں ہو گیا وہ تختۂ عہد کہن

بھینی بھینی جس میں امیدوں کی کلیاں تھیں کھلیں — تختہ مشق خزاں ہے اب وہ پھولوں کا چمن

اب کہاں وہ افسر زرّینہ اور رنگین تاج — اب نہ جیغے میں ادا ہے اور نہ طرّے میں پھبن

خانہ ویرانی برستی ہے در و دیوار پر — نقش عبرت اب ہیں آثار صنادید کہن

ہند میں اسلام کا جھنڈا ہے اب الٹا سرنگوں — کھا کے نیزہ خاک پر جیسے گرے کوئی ہرن

گل کھلاتی رزم میں تھی جن کی تیغ خوں فشاں — ان کے مرقد پر ہی پھولا لالۂ خونیں کفن

چھپ گئے کیسے عدم میں کیسے کیسے حکمراں — لگ گیا افسوس کس کس ماہ کامل کو گہن

سر پہ دلی کے جہانداری کا سہرا اب کہاں — شاہد ماتم نشیں ہے اب یہ البیلی دلہن

اب وہ آہنگ تعیش ہے نہ وہ کوس نشاط — اب نہ وہ بزم شبانہ ہے نہ لطف انجمن

میں کہاں دلی کی اب وہ پر فضا گلیاں کہاں — ہائے وہ قصر مرصع اور وہ ایوان کہن

مٹ گئے سب رفتہ رفتہ میری عظمت کے نشاں — رہ گیا باقی فقط افسانۂ رنج و محن

وہ مرا ننھا سا سن وہ جانفزا طفلی کے دن — وہ شرارت وہ نزاکت وہ ادا وہ بانکپن

آرزوئیں ناچتی پھرتی تھیں چھم چھم سامنے — پیاری پیاری تھی عجب کم سن امیدوں کی پھبن

باتیں کرنا سیکھتی تھی بیگموں کی گود میں — ڈھل رہا تھا حسن کے سانچے میں انداز سخن

اک طلسم نو کلید شوخی تقریر تھی — قفل ابجد بن کے کھلتا تھا چھوٹا سا دہن

جب ہوا بوٹا سا قد نشو و نما پا کر بڑا — رکھ دیا سر پر فصاحت نے مرے تاج سخن

لے اڑی پردے سے باہر پھر تو شوخی حسن کی — بن کے قصہ مختصر یوں میں آئی میں دلہن

کچھ دنوں بار رہی دلی میں سرگرم نشاط — جا کے چمکایا ہر اک محفل میں رنگ انجمن

رفتہ رفتہ لکھنؤ کو پھر مرا چرچا ہوا
بن کے میکے سے گئی سسرال سرسلی دلہن

نیچی نظروں نے کیا کتنے جوانوں کو شہید
کر گئی کتنوں کو بسمل تیر گھونگٹ کی پھبن

میرے مقدم کے بہت پیاسے تماشائی جو تھے
بول اٹھے "مرحبا" بے ساختہ اہل سخن

سر میں برسوں سے جو تھا جوش غزل خوانی بھرا
آگے چہکے حسن کے پھولوں پہ مرغان چمن

شاعروں نے ایشیائی طرز پر ڈھالا مجھے
کر دیا اسیر ملمع تھا جو کندن سا بدن

زلف میں شانہ کیا، کاجل لگایا آنکھ میں
بھینی بھینی بدھیاں پھولوں کی پہنیں بیٹ تن

کچھ عجب انداز سے کھینچا مرا نقش وجود
کر دیا مقدم دونوں کو گم کیا وہن

رخ پہ گلگونہ ملا، مہندی لگائی ہاتھ میں
رنگ دیا رنگ تصنع میں مرا سارا بدن

لوح ہستی پر بنا کر آہ! میرا کالبد
رنگ بھر بھر کر بگاڑا، پیکر حسن سخن

اور نکیلی قوم! او دلدادۂ رنگ نشاط
او شہید جلوۂ حسن بتان سیمتن!

او شراب عشق کی مخمور! او بدمست عیش!
تا کجا! شوریدۂ سودائے زلف پرشکن

تا کجا! سرگرم افکار پریشان کمر
تا کجا! نکتہ طراز فکر مضمون دہن

او خود آرا! تا کجا! ترتیب بزم حسن و عشق
کب سے ہے اجڑی پڑی افسوس تیری انجمن

ہے سپہر قوم پر چھائی ہوئی بے رونقی
لگ رہا ہے آہ! دونوں چاند سورج کو گہن

چھا رہا اسلام پر ہے اب بڑھاپا سر بسر
قوم کا پتلا ہے اب پیر نحیف و خستہ تن

کچھ خبر بھی ہے تجھے او نیند کی ماتی ہوئی
بن رہی ہے اب تری شہر خموشاں انجمن

اب تو اٹھ سو کر سوتے سوتے صدیاں گئیں
اب تو تو کروٹ بدل! بدلا زمانے نے فیشن

اب تو ظالم! کھول دے زلف دوتا کی بیڑیاں
ہے تجھے انجام دینے کو بڑی قومی مشن

اب تو کر دے مرغ دل کو دام گیسو سے رہا
سامنے ہے خوشنما نیچر کے پھولوں کا چمن

ایشیائی وضع سے جی میرا گھبرانے لگا
مجھکو سو دبال ہو گئیں پہنے ہوئے یہ پیرہن

اور زمانہ وہ بھی ہوگا کہ نئی دور [illegible] زگار
بن کے حبیب پر دستی نکلو گی یہ نیچری دلہن

میں پھر قوم پہ چمکوں گی بنکر آفتاب
وہ بھی دن ہوں گے کوئی اے دورِ چرخِ کہن

نیچرل شاعری

شب کو تھا میں چار سو [illegible] نظارہ کناں
چھا گیا آنکھوں میں میری یک بیک خواب گراں

ناگہاں آئی نظر اک ماہ سیما نازنین
اک چھلاوا وہ سر سے پا تک تھی وہ کافر الاماں

وہ تجلی حسن کی [illegible]
وہ ضیا عارض کی جس پر ماہ کامل کا گماں

وہ تجلی وہ ضیا وہ جلوہ [illegible]
سر سے پا تک برق بے پردہ تھی کافر الاماں

دونوں شانوں پر [illegible]
جعد عنبر بار تھی ڈسنے کو کافر الاماں

سادگی کا اف وہ عالم [illegible] حسن غریب
وہ جوانی کی امنگیں وہ غضب کی شوخیاں

پتلے پتلے وہ لب نازک [illegible]
پتلی پتلی وہ کمر وہ پتلی پتلی انگلیاں

دونوں آنکھیں سامری [illegible] سحر حلال
دونوں [illegible] دل [illegible] زبان

نکھرے رخ پر [illegible] سر کے جو بال
ماہ کامل ہے گہن میں صاف ہوتا تھا عیاں

شوخی رفتار میں وہ گردش [illegible] ڈھنگ
قد موزوں میں قیامت کا وہ عالم الاماں

وہ نگاہ سرمگیں غارت گر صبر و شکیب
دل کے لے جانیکو ضد پر ہر ادائے دلستاں

قد موزوں خود قیامت اس پہ وہ مشق خرام
سادگی کا اف وہ عالم اس پہ وہ نیرنگیاں

پیاری پیاری موہنی صورت تھی تصویر حسن کی
سر سے پا تک سادگی چھائی ہوئی تھی الاماں

وہ کفِ نازک ہو جس پر برگِ گل کا اشتباہ ــــ ہاتھ وہ ہو پنجۂ خورشید کا جس پر گمان
سادگی ہی سادگی تھی تھا تصنع کا نہ رنگ ــــ دستِ نازک میں نہ تھیں رنگِ حنا کی شوخیاں
پتلے پتلے ہونٹھ مستی نے کئے تھے کب کبود ــــ سرمۂ اعجاز کے آنکھوں میں ڈورے تھے کہاں
فتنۂ محشر نہ کرتی تھی بپا مستانہ چال ــــ اور دمِ رفتار کرتے تھے نہ گھنگرو شوخیاں
گل سے عارض پر جمایا تھا نہ گلگونے نے رنگ ــــ یعنی اب تک تھیں اچھوتی حسن کی نیرنگیاں
جب نظر آئی مجھے اس دھج سے وہ کافر ادا ــــ لے گئی پہلو سے دل کو ہر ادائے دلستان
اف وہ مستانہ ادا وہ شوخیِ مشقِ خرام ــــ قدِ موزوں میں بھری تھیں کوٹ کر اٹکھیلیاں
گیسوؤں سے پھوٹ نکلی تھی جو عارض کی ضیا ــــ کالے کالے بادلوں میں کوندتی تھیں بجلیاں
جب مری بالیں پہ یوں آئی وہ ٹہلاتی ہوئی ــــ میں نے پوچھا اس پری رو سے کہ اے آرامِ جان
از کجائی آئی اے سرمستِ خوبی محوِ ناز ــــ مشکِ تر آگیں تا بہ داماں کاکلِ عنبر فشان
وہ پرستان کونسا ہے تو جہاں کی ہے پری ــــ ہے وہ جنت کونسی تو جسکی ہے حورِ جنان
تو ہے کسکی لاڈلی کس کے چمن کی ہے کلی ــــ ناز سے جس میں پلی تو ہے وہ گہوارہ کہاں
کس کے دوشِ ناز پہ پائی ہے تو نے پرورش ــــ کس نے سکھلائیں ہیں معشوقانہ تجھکو شوخیاں
کس کے نازوں کی ہے تو پالی ہوئی نازنین ــــ ہے کہ تیرے ہجر میں [illegible] ہے کہاں
کسکی آنکھوں کی ہے تو تارا کسکے گھر کا نور ہے ــــ شمع ہے تو کس کے کاشانے کی اے آرامِ جان
کون بیٹھا ہے اس کی بنی ہے تو لئے مدعا ــــ کون ہے بنگلے کی تو جس میں ہے اناماں
کس کے خانہ کی ہے نقش و نگاری نازنین ــــ کون ہے تو کیا ہے اے کافر ترا نام و نشان
مجھسے سنکر وہ بتِ شیریں دہن پیشگو ــــ یوں لبِ لعلِ شکر خا سے ہوئی شکر فشان
حیف تو تجھکو نہیں پہچانتا اے بے خبر ــــ پوچھتا مجھ سے ہے کیا سیرِ وطن کا تو نشان

ہے جہاں نیچر کے گلہائے مضامین کی بہار   رہنے والی ہوں اسی گلشن کی میں اے نکتہ داں
حور جنت ہوں نہ اندر کے اکھاڑے کی پری   ہوں مس نوخیز اور یورپ ہے میرا خانداں
کہنے والے مجھکو کہتے ہیں بتِ لندن نژاد   ایشیا کی رہنے والی میں نہیں او بدگماں
ہوں مسوں کی سادگی کا جلوہ نیچر طراز   گورے گورے گال ہیں اور بھوری بھوری پتلیاں
بل نہیں عشاق پہ کرتی مری زلفِ دراز   میری جعد و خم تجھے دیتی نہیں ہے پھانسیاں
خونِ عاشق میری ملت میں نہیں نادان روا   میری چتون کو نہ کہنا ترکش و نوکِ سناں
ایک میں جادو بھرا ہے ایک میں اعجاز ہے   حشر کے فتنے مری آنکھوں میں آئے خود میں کہاں
پائی ہے نیچر کے گہوارہ میں میں نے پرورش   حور جنت ہوں اسی فردوس کی اے نکتہ داں
میری باتیں سنکے زاہد کی ٹپک پڑتی ہے رال   گھولتی ہوں قند لب سے ہونٹوں میں شیرینیاں
مجھ پہ غش ہے اک زمانہ میں وہ ہوں نیچر طراز   نازشِ شعر و سخن ہے میرا اندازِ بیاں
نخلِ قد میں میری کیا تشاخیں نکالیگا کوئی   میری رگ رگ میں بھری ہے کوٹ کر موزونیاں
کھینچتی ہوں ہو بہو ہر واقعہ کی میں شبیہ   مجھکو بھاتی ہیں تصنع کی نہ رنگ آمیزیاں
سادگی میری اداؤں میں بھری ہے کوٹ کر   میرے جلوے میں تکلف کی نہیں نیرنگیاں
ہوں چمن میں ساتھ میں گل و بلبل کا افسانہ گر   شمع و پروانہ کی ہوں ہر انجمن میں داستاں
نیند کا جب وقت چپکے چپکے آتا ہے قریب   چھوٹے بچوں کو میں ہوں جا کر سناتی لوریاں
لب پہ مطرب کے ہوں میں نیچر کی دلکش راگنی   اور بن پردہ تھیٹر میں کبھی ہوں نغمہ خواں
ہوں میں لبرل میری رگ رگ میں ہے مغزِ دم کا جوش   روکنے والا نہیں ہرگز کوئی میری عناں
رن میں جب کرکے سناتی ہوں دلیروں کیلئے   جھوم جاتے ہیں مری آواز سنکر نوجواں
گزرے ہیں یورپ میں جتنے شاعر نیچر طراز   کارنامے سب کے اب تک ہیں مرے وردِ زباں

وہ اڈیسن سا سخنور باکمال و بے مثال
اور وہ کوپر سا اُفتادِ شاعر جادو بیاں

وہ سخنداں نوں میں یکتائے زمانہ شیکسپیئر
گولڈ سمتھ سا وہ ناظم نکتہ سنج و نکتہ داں

میرے گہوارہ میں پائی تھی جنھوں نے پرورش
میرے گلشن کے کبھی تھے ہائے جو سرو رواں

میرے خرمن کے کبھی جو خوشہ چین ہوائے فلک
اب نظر آتا نہیں ہے اُنکی قبروں کا نشاں

کیا ہوئے وہ میری بزم عیش کے چشم و چراغ
میری آنکھوں کے وہ تارے ہیں گئے جانے کہاں

میرے بچپن کا وہ گہوارہ کہاں ہے ای فلک
ناز سے جس میں چلی تھی وہ ہنڈولا ہے کہاں

میرے جلوہ کی جھلک یورپ میں اب بھی ہے مگر
ہند میں کوئی نہیں افسوس میرا قدرداں

اچھی صورت کا یہاں ہے آہ کس کو امتیاز
کرچکی میں بارہا اہل نظر کا امتحاں

کیا کسی عاشق کا دل ہو سو نہیں ہنگام خرام
میری چالوں میں قیامت کی تھیں اٹکھیلیاں

بھولی بھالی ہوں پری چہرہ ہوں لندن نژاد
ہیں کہاں مجھ میں تبان ہند کی سی شوخیاں

کیسی چشم سرمگیں کیسے مسی مالیدہ لب
کیسی آرائش کہاں کا شوق زینت الاماں

گیسوؤں کے پیچ کیسے کیسی زلفوں کی شکن
کنگھی چوٹی کا ہے ادنا دان کسی ٹیکا یہاں

یہ نمود ظاہری ہے چاروں کی ٹیپ ٹاپ
ہیں طلسم نقش حیرت اسکی رنگ آمیزیاں

نیچرل ہوں میں سٹی بڑھکر کوئی آرائش نہیں
سادگی کا لطف [illegible] تصنع میں کہاں

کر رہیں گوش سامعین کیسا ترانہ کیسا ساز
کسکو نیچر کی سناؤں میں ترنم ریزیاں

پرورش کسنے کیا اردو کے دامن میں مجھے
ایک بھی پیدا ہوا ہے نا ایسا نکتہ داں

نام لیوا کون ہے میرا سخندانوں میں حیف
ہند میں ملتا نہیں ہے میری نسلوں کا نشاں

میرے جلوہ کو دیا اہل سخن نے کب فروغ
ایک دن بھی ہند میں چمکا نہ میرا خانداں

میری مردہ ہڈیوں میں پھونکتا نیچر کی روح
ایک بھی میرے نہیں پیدا ہوا ایسا یہاں

میرے نغموں کا نہیں ہے آہ کوئی ہمصفیر
مجھکو کیا گو سیکڑوں ہوں بلبل ہندوستان

کچھ بھی آتا ہے انہیں ہرزہ سرائی کے سوا
ہند میں کہنے کو گو ہیں سیکڑوں اہل زبان

ان سے ہونا کیا ہے منہ پر قشقہ کھینچ دن [illegible] ملا
جنکے مضمونوں میں حسن و عشق کی ہے داستان

لگگیا کیا آگیا جو ہاتھ مضمون کمر!
کیا ہوا باندھا دہان یار کو جو بے نشان

میں بھی دیکھوں تو وہ اصنام خیالی ہیں کدھر
ہے کمر معدوم جنکی اور دہن ہے بے نشان

حشر ہوتا ہے بپا کیونکر بتوں کی چال سے
فتنۂ رفتار کی لیں بھی تو دیکھیں شوخیاں

جنبش لب سے ہوا زندہ نہ عاشق آپ بھی
سر پٹک کر مر گئے لاکھوں مسیحائی زباں

کسکو اعجاز مسیحائی کا دعویٰ ہے بتو!
ڈالتا ہے کون دیکھیں قوم کے مردوں میں جان

کسکو بھاتی ہے تری روکھی زبان روکھا کلام
کیوں ہے یہ ہرزہ سرائی لئے سر و رخستہ جاں

بے ثباتی دنیا

جگر کے داغوں نے کی ہے چمن کی تیاری
گلوں کے دیدۂ تر جوش خون کرے جاری

کہاں کو جاتا ہے پہلو سے قافلہ دل کا
سفر کی کی ہے جو اشکوں نے مل کے تیاری

نہال سینچ کے پودوں کو [illegible]
ریاض دہر میں نہر بقا فنا کی ہے جاری

کئے ہیں رخ پہ پریشاں جو بال گل بوٹے
یہ کس کی کرتا ہے سر پیٹ کر عزاداری

چمن میں نرگس شہلا نے موند لی ہیں آنکھ
ہو جس طرح کسی بیمار پہ غشی طاری

وہ سبزہ رنگ ہوئے ملکے خاک میں پامال
کہ جنکی [illegible] یہ سپہر زرنگاری

زمیں سے نور کے پتلے دبانے جو کیا کیا
کہ سو رہے ہیں لحد میں [illegible]

جہاں میں ایک بھی یوسف تھا نہیں ملتا
کدھر گئی وہ حسینوں کی گرم بازاری

زمانہ صید تھا جن کے خدنگ غمزہ سے
ہوئے شکار اجل وہ غزال تاتاری

ہوا نہ دست قضا سے کوئی حسین جانبر
کہ آئی دل میں وہ آنکھوں میں تھی جو بیماری

وہ مہ جبین جو بالائے بام سوتے تھے
اب اُن پہ خواب اجل زیر خاک ہے طاری

فلک نے محو تحیر کیا حسینوں کو!
کہ زیر خاک نہیں شوق آئینہ داری

بنا کے نقش فلک نے مٹا دئے لاکھوں
عجب طرح کا ہے کچھ یہ طلسم زنگاری

عدم سے مرگ کا سودا چکانے آئے ہیں
سرا میں ٹھہرے ہیں پیچھے کچھ جو ہیں یہ بیوپاری

ٹھہرنے دیتی ہے گردش کسے زمانے کی
ہزار قید علائق کی ہو گرانباری

کہاں سے آئے ہیں ہم اور کہاں کو جاتے ہیں
رہی نہ غفلت دنیا میں اتنی خودداری

رہا نہ کچھ زن و فرزند و مال و زر کا خیال
قضا کے آتے ہی نیند ایسی ہو گئی طاری

کرے نہ عمر دو روزہ پہ سرکشی۔ کہہ دو
کہ خاک کا ہے یہ پتلا بشر نہیں ناری

اجل کمین میں۔ زمانہ عدو۔ فلک دشمن
کرے مقابلہ کس کس کا جان بیچاری

زمانہ آنکھ جھپکتے ہی ہو گیا تاریک
وہ شب کا خواب ہوا دن کی تھی جو بیداری

لباس عمر ادھر جسم شہ پہ چاک ہوا
بندھا جو سر پہ ادھر طرۂ جہانداری

قضا کے جال میں شاہین جاں پھڑکتا ہے
نہیں ہے دام علائق کی یہ گرفتاری

گڑے ہیں گور کے جاگیردار سوتے ہیں
فلک نے چھین لیا منصب بیداری

کہو کہ دار مکافات ہے یہ گھر۔ اس میں
روا کسی کی نہ رکھے کوئی دل آزاری

یہی ہے راہ فنا جس میں روز و شب غافل
نفس کی آمد و شد کا ہے قافلہ جاری

یہ کہہ دو شمع سے سونے دے سونے والوں کو
کرے نہ گور غریباں پہ گریہ و زاری

سنا ہے قافلے لٹتے ہیں راہِ ہستی میں — مسافروں کو ہے لازم یہاں خبرداری
یہ مال و زر ہے ہمارا۔ یہ گھر ہمارا ہے — اسی میں عمر کی پونجی گذر گئی ساری
بہت غریب لٹے شاہ راہِ ہستی میں — سنی اجل نے کسی کی نہ گریہ و زاری
دیا نہ اُن کو کفن پیرزالِ دنیا نے — قبائے زر تھی کبھی جن کے دوش پر بھاری
کفن کو یاد کیا رو کے بزمِ ماتم میں — کسی کے غم میں اگر اشک ہو گئے جاری
قرار اس میں کہاں ساکنانِ عالم کو — کہ گھومتا ہے ہمیشہ یہ چرخِ دوّاری
کہاں وہ مسندِ جم ہے کہاں وہ جامِ نشاط — کہاں ہے قصرِ فریدوں کی اب وہ تیاری
پتہ نہیں ہے کہ رستم کی ہڈیاں ہیں کدھر — رہی نہ سام و نریمان کی کبر و خودداری
کہاں ہے خسرو و بہمن کی بارگاہِ رفیع — کہاں قباد کی ہوشنگ کی جہانداری
اُڑا کے تختِ سلیماں کو لے گئے دم میں — قضا کے جھونکوں میں تھی کتنی تیز رفتاری
لگائے دل نہ کوئی پیرزالِ دنیا سے — کہ اس عجوزہ نے یاروں سے کی ہے غداری

تمام عمر رہا سامنا قضا کا سرورؔ
گئی نہ وہ جو کلیجے پہ چوٹ تھی بھاری

یادِ ویرانہ

پڑا ہے آج جو یہ بے مکین ویرانہ — بنا دیا ہے جسے بیکسی نے غم خانہ
کسی زمانہ میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا — چہل پہل تھی غضب کی غضب کا یہ گھر تھا
اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقشہ — مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقشہ
یہاں تھا صحن وہاں سائبان اُدھر دالان — اِدھر کو آہ تھی اک کوٹھری رفیع الشان

ادھر کو وہ مری [illegible] آہ حسرت منظر
جہاں [illegible] آتے تھے جس جگہ سے نظر

میں گرمیوں میں [illegible] یہاں آہ شام کو اکثر
تھا الغرض ابھی [illegible] اک سنہری [illegible]

وہ چھوٹی چھوٹی [illegible] نقش جو ہے ہر سایۂ دیوار
چھپک چھپک کے ہم آنکھیوں سے [illegible]

[illegible] کی نزاکت ہے کہ پھر
تھا آشنا ابھی آہ جس کا کو [illegible]

[illegible] میری جس کی [illegible]
تھی وہ پھر کو جو سرگرم نالہ [illegible] ہوگا

گذر گئی ہو وہ جس سے اصل تصویر [illegible]
کہ اب نظر نہیں آتی مجھے غریب کہیں

میں کاش اس کے [illegible] انشاد [illegible]
تو پاس رکھ کے دل غمزدہ کو بہلاتا

یہاں پر آہ وہ دالان تھا جو خوش منظر
میں گرمیوں میں جہاں محو خواب تھا اکثر

اسی کی [illegible] شکستہ ہے رہ گئی دیوار
اسی کی [illegible] شکستہ [illegible] رہ گئی دیوار

یہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس
یہیں [illegible] بجا [illegible]

پھر [illegible] فرش [illegible] ٹوٹا تھا انجمن میں
[illegible] آنگن میں

[illegible] منتظر
[illegible]

[illegible] تھی
[illegible] حال [illegible]

مرا تھا ان دنوں ساون میں جب یہاں آنا
ادھر کی چھت پہ گھر [illegible] غم [illegible]

پڑا ہوا تھا میں اک کھری چار پائی پر
ملول [illegible] زدہ لیٹے

تو غمزدہ سی آئی اس وقت تم ہی اے دلدار
ادھر مجھکو نظر آتے تھے ترے رخسار

جگر خراش فسانہ وہ یاد ہے [illegible]
کہ گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے [illegible]

وہ جھلملاتی ہوئی دھوپ بیٹھنے کی وہ [illegible]
وہ دل ملول وہ چہرہ فسردہ [illegible]

تھے دے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن آزار
تو ہو رہی تھی پریشان تو بھی اے دیوار

گذر رہے آہ! وہ عہد گزشتہ اے دیوار	گذر گئے مرے طفلی کے کیا وہ لیل و نہار
وہ کم سنی کا زمانہ نہ آئیگا پھر کیا	وہ دن نہ مجھکو زمانہ دکھائیگا پھر کیا
ملے تھے مجھکو جو طفلی کے آہ دن دو چار	وہ گزرے گود میں تیرے ہی اے مرے غمخوار
تجھی نے مجھکو سکھائے خرام کے انداز	تجھی نے مجھکو بتائے خرام کے انداز
وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھکو دایہ کا	ترے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا
وفا کے اگلے وہ پیمان یاد ہیں تیرے	مرممہ سب مجھے احسان یاد ہیں تیرے
مچلکے جب کسی شے پر میں روٹھ جاتا تھا	کسی کی گود میں جب آہ میں نہ آتا تھا
تو تجھ سے لگکے میں ہو جاتا تھا کھڑا دیوار	ملا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ زار
اداس دیکھ کے مجھکو گلے سے لپٹا کر	لگا کے سینے سے آنسو تھی پونچھتی اکثر
نہیں ہوں آہ لڑکپن کی وہ ادا بھولا	میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
مرے رفیق نہ جب کھیلنے کو آتے تھے	نکل کے گھر سے کہیں باہر میں نہ جاتے تھے
برستی ہوتی تھی جب گھر میں مینھ کی بوچھار	تو کھیلتا تھا میں اسوقت تجھسے اے دیوار

بجھے میں گیند تھا دیتا مجھے تو دیتی تھی
بلائیں دور سے ہو کر نثار لیتی تھی

بجا ہے آہ! یہ میرا خیال کیا دیوار	کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اے مری غمخوار
مگر یقین مرے دلکو آہ کیوں کر ہو	کہ میری یاد ابھی نقش تیرے دل پہ ہو
خدا کرے مجھے اے کاش تو نہ بھولی ہو	مجھے بھی آہ ترا آرزو نہ بھولی ہو

اگرچہ دور رہا تجھسے میں فراق نصیب — اگرچہ سائے سے تیرے بچھڑ گیا میں جب
گذر گئے تیرے فرقت میں آہ کتنے سال — رہا میں وادیٔ غربت میں آہ کتنے سال
میں گو رہین ستمہائے روزگار رہا — ترے خیال سے غافل نہ زینہار رہا
زمانہ یاد لڑکپن کا جب کبھی آیا — ترا خیال وہیں بن کے بیکسی آیا
تھا اتفاق کہ تیرے قریب آ نکلا — ادھر کو بھول کے میں غم نصیب آ نکلا
نصیب پھر ترا دیدار دیکھئے کب ہو — ادھر کو عزم دل زار دیکھئے کب ہو

جدا میں ہوتا ہوں تجھسے ترا خدا حافظ
نکلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ

ماتم آرزو

اے دل مردہ! کہاں اب روزگار آرزو — نا امیدی کر چکی کب کا فشار آرزو
ہائے! وہ دل جسمیں امیدوں کی تھی بزم نشاط — اسمیں ہے اک آہ! چھوٹا سا مزار آرزو
مٹ نہ جانا۔ تجھکو میری نا امیدی کی قسم — اے جگر کے داغ! ہے تو یادگار آرزو
چارہ گر دست تسلی میرے سینہ پر نہ رکھ — آہ! اس مشکل میں پنہاں ہیں شرار آرزو
اب کہاں بزم تمنا اے دل خمیانہ کش — میں ہوں! تو ہے اور تکلیف خمار آرزو
ناتواں ہے یہ نہ جائے ہو کے خوناب جگر — لے نہ چٹکی دل میں دردِ انتظار آرزو
کب سے تیرے منتظر داغ جگر کے پھول ہیں — تو کہاں ہے! آہ اے طاق مزار آرزو
حسرت مردہ کے غم میں ہائے سنگسار — مر مٹا کیا تو بھی شوق بیقرار آرزو
خار زار یاس و حرمان آہ اب پہلو میں ہے — دل کہ تھا اک باغ نیرنگ بہار آرزو

ہائے وہ راتیں مرادوں کی۔ امنگوں کے وہ دن
ہائے وہ تمکینِ عزم و لیل و نہارِ آرزو

ہلکا ہلکا ہائے! وہ جام تمنا کا سرور
ہائے! وہ ذوقِ شرابِ خوشگوارِ آرزو

چارہ گر! سینہ پہ رکھکر دیکھتا ہے ہاتھ کیا
دل تڑپتا ہے پڑا۔ زیرِ مزارِ آرزو

بیکسی! بزمِ نشاطِ دل میں کیا رکھا ہی اب
جز تہِ گردِ حسرت کچھ غبارِ آرزو

میرے پہلو میں تڑپتا ہے جگر بھی دل کے ساتھ
آہ! یہ بھی ہے شہیدِ انتظارِ آرزو

آج وہ بھی مٹ گیا لو ہو گیا قصہ تمام
داغِ حسرت دل میں تھا اک یادگارِ آرزو

کیا خبر تھی! ایک دن مجھ سے جدا ہو جائیگا
تیرا آغوشِ تمنا سے کنارِ آرزو

دل کی کشتی تیری موجوں میں ہی جاتی ہے آہ
آہ اے دل گریۂ بے اختیارِ آرزو

چلدیا پامال کر کے آہ! دل کو تو کہاں
اے سمندِ ہستیِ ناپائیدارِ آرزو

آ رہی ہے بیکسی کی آہ ٹیلے سے صدا
راکھ میں میرے ہیں اب بھی کچھ شرارِ آرزو

سو جگہ سے چاک ہے کب تک کرے گا تو رفو
اے رفوگر! دامنِ صبر و قرارِ آرزو

ہے دلِ مردہ کی تربت ہی وہیں اے بیکسی
جس جگہ ہے میرے پہلو میں مزارِ آرزو

ایسا ٹوٹا آہ! یہ کانٹا کہ اے دستِ جنوں
مرتے مرتے بھی نہ نکلا دل سے خارِ آرزو

اے رفیقِ صحبتِ دیرینۂ بزمِ نشاط
دل میں آجا! اے خیالِ غمگسارِ آرزو

تجھ کو بھی رونا پڑے گا ایکدن اے بیکسی
تو رہی ہو نہیں جو جینے سے سوگوارِ آرزو

گلِ مزار

دشتِ غربت میں ہوں میں وہ خانہ بربادِ چمن
سیکڑوں فرسنگ آنکھوں سے بنیادِ چمن

اک حسین کی قبر پہ ہوں میں گلِ طاقِ مزار
پوچھتی ہے اے صبا کیا مجھ سے رودادِ چمن

اب کہاں ہائے انقلابِ آسمانِ دوں پرست
ساتھ کے کھیلے ہوئے وہ سرو و شمشادِ چمن

بن کے آنکھوں سے ٹپک جائے نہ خونِ آرزو
چٹکیاں دل میں نہ لے اے نشترِ یادِ چمن

ہائے وہ دن ہاں دستِ گلچیں مجھ پہ جب ٹوٹا نہ تھا
ہائے وہ راتیں! نہ تھا صحرا میں ناشادِ چمن

ہلکی ہلکی مجھ پہ پڑتی تھی قمر کی روشنی
دل کی ٹھنڈک تھی طباشیرِ سحر کی روشنی

کیا عجب دلکش تھا میرا عالمِ حسن و شباب
منہ پہ نازک پتیوں کی ہلکی ہلکی تھی نقاب

حوریاں دیکھے مجھے شب کو [illegible] تھی
دیکھتا تھا پیار کی نظروں سے [illegible] آفتاب

موجِ تحریکِ صبا بھی تھی نزاکت سے گراں
دل کو بادِ تند کے جھونکوں سے تھا اک اضطراب

ہائے وہ میری نگاہِ شرمگیں چھپتی ہوئی
وہ گلوں کے قہقہے، وہ میرا اندازِ حجاب

وہ کنارِ آبِ جو نظارۂ عکسِ شفق
وہ سکوتِ شام میں کیفیتِ سیلانِ آب

صبح کو وہ طائرانِ خوش نوا کے زمزمے!
میرے شاخوں پر وہ مرغانِ ہوا کے زمزمے

کالی کالی وہ گھٹائیں اور وہ [illegible]
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں بھینی بھینی وہ [illegible]

آہ وہ ساون کے جھالے اور وہ [illegible]
ہائے وہ پانی کے چھینٹے اور وہ [illegible]

وہ فضائے لالہ رنگیں اور وہ جوشِ گل
ہائے وہ پھولوں کے تختے وہ سہانا سبزہ زار

آہ وہ کوئل کی کو کو وہ پپیہے کی آواز
وہ شگوفوں کا چٹکنا اور وہ [illegible]

ہائے اک دن [illegible]
[illegible]

[illegible] عیش [illegible]

ہائے! وہ جوشِ بہارِ سرو و ریحانِ چمن

مجھ سے چھوٹا آہ! کیا میرا وطن او آسماں
وادیٔ غربت میں لائی کھینچ کر قسمت کہاں

اب نہ رعنائی رہی مجھ میں وہ نہ رنگ قبول
اک گلِ پژمردہ ہوں صحرا میں بے حقیقت یہاں

اب کہاں وہ کنج دلکش اب کہاں وہ ہم نشین
پھر رہا ہے آہ! اب آنکھوں میں وہ اگلا سماں

توڑتا ہوں آہ! ویرانے میں دم میں بے نصیب
ہے شریک نالہ اب کوئی نہ کوئی نوحہ خواں

گھل رہا ہوں گل رہا ہوں بکھر رہا ہوں خاک پر
منتشر ہیں آہ! میری نرم و نازک پتیاں

ہو نہ محوِ حسنِ ظاہر - دیدہ صورت پرست
عیشِ دنیا را بقائے نیست دنیا ہیچ ہست

گلِ خزاں دیدہ

خوشا وہ دن کہ میں آرایشِ صحنِ گلستاں تھا
خوشا! وہ دن کہ میرے فرق پر تاجِ زرفشاں تھا

خوشا وہ دن کہ شوقِ جامہ زیبی تھا گلستاں میں
شمیمِ ناز سے میرا معطر جیبِ گریباں تھا

بہارِ جلوۂ حسنِ ازل تھا پردۂ گل میں
وہ جگنو تھا کہ کاشانہ فروزِ صحنِ بستاں تھا

نگاہیں بلبل و گلچیں کی ہر دم مجھ پہ پڑتی تھیں
بہارِ حسن تھی جوشِ شباب فتنہ ساماں تھا

صبا گہوارہ جنباں قصہ گو بانگِ عنادل تھی
مرا چھوٹا سا بسترِ خوابِ آسایش کا ساماں تھا

فضائے لالہ و ریحان و گل پُر نورِ محفل تھی
نسیمِ صبح کا جھونکا جو تھا تختِ سلیماں تھا

شمیمِ خلد اترائی ہوئی پھرتی تھی گلشن میں
ہر اک گل اک طلسمِ جلوۂ نیرنگِ امکاں تھا

ترنم ریز تھا شاخوں پہ میری طائرِ سدرہ
چمن کا میرے دست آموز اک مرغِ غزلخواں تھا

جوابِ خطۂ کشمیر میرا کنجِ گلشن تھا
بہارِ سبزہ و گل تھی ہجومِ سرو ریحاں تھا

ادھر سنبل کو تھا ناز اپنے گیسوئے مسلسل پر
ادھر نرگس کو گلشن میں غرورِ چشم فتاں تھا

کلی دوشیزۂ ناکتخدا اک تھی گلشن میں
شگوفہ جو چمن میں تھا عروسِ گل بداماں تھا

موافق مجھ سے تھی آب و ہوائے دہر اے ہمدم
صبا تھی عطر آگیں ابرِ رحمت گوہر افشاں تھا

نہ تھا یوں منتشر شیرازۂ جمعیت اپنا
برنگِ بو نہ جھونکوں میں ہوا کے یوں پریشاں تھا

ارم خانہ تھا مجھکو آہ! کنجِ دلنشیں میرا
زمیں پر یوں نہ سیلی خوردۂ ریگِ بیاباں تھا

نہ یوں اُلجھے ہوئے تھے خارِ صحرا اسیرِ دامن سے
نہ یوں ڈوبا ہوا خوں میں کسی کا تارِ گریباں تھا

گلِ خنداں تھا میں بھی باغِ عالم کے مرقع کا
نہ میں حسرت کا پتلا تھا نہ میں تصویرِ حرماں تھا

نہ یوں نالہ کشِ بیتابیٔ دل تھا بیاباں میں
نہ یوں شکوہ طرازِ گردشِ آشوبِ دوراں تھا

کہاں لائی اُڑا کر آہ تو بادِ خزاں مجھکو
کہیں خارِ مغیلاں تھے کہیں غولِ بیاباں تھا

یہ افسانہ ہے کل کا۔ کیا کہوں اے ہمنشیں تجھ سے
چمن میرا وطن تھا میرا کاشانہ گلستاں تھا

بہارِ عالمِ نیرنگ تھی ہر پنکھڑی میری
نہ تھا معلوم رنگِ انقلابِ سر بہ پنہاں تھا

حقیقت کھل گئی دورِ خزاں آیا جو گلشن میں
نہ تھا غازہ رُخِ گلرنگ کا خونِ شہیداں تھا

ضیائے ہستیٔ موہوم موجِ شعلۂ خس تھی
شبابِ فتنہ زا دو چار دن کا آہ مہماں تھا

مرا حسنِ تعیش سوز تھا رقصِ شرر گویا
چمن میں میں گلِ شمعِ سرِ گورِ غریباں تھا

طلسمِ بے ثباتِ دہر تھا رنگِ بقا میرا
بساطِ گوشۂ مرقد مری ہستی کا میداں تھا

تحیر زا تھا منظر آہ! اک اک باغِ ہستی کا
وجودِ عالمِ امکاں مگر خوابِ پریشاں تھا

موسم سرما کا آخری گلاب

یہ آخری گلاب کا ہے یادگار پھول
اور شاخ پر کھلا ہوا تنہا چمن میں پھول
بیکس غریب فرقت احباب میں ملول
دھندلا سا اک چراغ سحر انجمن میں پھول

ہے کوئی غمگسار نہ ہمدم کوئی قریب
نے چمن کے آشنا ہیں نہ وہ خاندان کے پھول
رخصت ہوئے چمن سے رفیقان ہم نشین
بکھرے پڑے ہیں خاک پہ اب گلستان کے پھول

ننھی سی آہ! کوئی کلی بھی نہیں قریب
ڈالے جو عکس پھول سے رخ کا غریب پر
کچھ درد دل کا حال کہے جس سے غم نصیب
جو اسکی آہ سرد کو سن کر ہو نوحہ گر

کملانے دونگا تجھکو میں تنہا نہ شاخ پر
ڈر ہے نہ کنج میں تری مٹی خراب ہو
احباب سو رہے ہیں جہاں تیرے [illegible]
جا تو بھی ان کے ساتھ ہم آغوش خواب ہو

اب تک ہے [illegible] ان پہ فرقت احباب کا گلا
اب تیری پتیاں میں بچھاتا ہوں خاک پر
ہیں محو خواب مرگ جہاں تیرے آشنا
تجھ کو بھی ان کے ساتھ سلاتا ہوں خاک پر

رخصت سفر اٹھاؤنگا میں بھی جہان سے جلد
احباب مجھ سے [illegible] ہوئے [illegible]
چھوڑونگا سر کے پھیر کے درد نہاں سے جلد
تنہا کوئی جہان میں جیتا بھی [illegible]

کیا کیجئے آہ کوئی کرے عمر دیا رواں ۔ سالک وفا میں جب نہ رہے تو کیا آب دار
یاران رفتہ کا ہے زیارت کدہ جہاں ۔ میری بھی بیکسی کا بنے گا وہیں مزار

جب اُٹھ گئے جہاں سے یاران پُر وفا ۔ تنہا اگر غم فراق کے صدمے سہیگا کون
کر لیں تری اُٹھانے کو اے دردمند ۔ اس غمکدہ میں آہ اکیلا رہیگا کون

خزاں رسیدہ پھول

آہ کے جنبش باد خزاں دریغ دریغ ۔ کہاں سے تو مجھے لائی کہاں دریغ دریغ
میں اپنے کنج میں خوش تھا وطن تھا آہ مرا ۔ جدا کیا ہے کیوں آسماں دریغ دریغ
تیرا برا ہو حسین ستم تری زندگی نے ۔ مٹا دیا مرا نام و نشاں دریغ دریغ
وہ موتیا وہ چمیلی وہ کیتکی وہ گلاب ۔ کدھر گیا وہ مرا خانداں دریغ دریغ
وہ سبز کنج وہ پھولوں کا آہ گہوارہ ۔ وہ موج نکہت عنبر فشاں دریغ دریغ
وہ جوش گل وہ فضا وہ چمن وہ بہار ۔ وہ جوئبار وہ آب رواں دریغ دریغ
وہ لطف صحبت مرغان باغ واویلا ۔ وہ ان کے نغمۂ شکر فشاں دریغ دریغ
چٹک چٹک کے بجانا وہ آہ غنچوں کا ۔ چمن میں صبح کو شہنائیاں دریغ دریغ
وہ رنگ روپ وہ شوخی وہ پھول پتّا ۔ وہ سبز سبز مری پتیاں دریغ دریغ

وہ جوش حسن وہ جوشش بہار واویلا!
ہرا ہرا وہ مرا سبزہ زار واویلا!

رہا نہ آہ! وہ جوشِ بہار کا عالم
کہ تھا تبسّمِ موجِ شرار کا عالم

چمن میں پھول سا چہرہ جو مسکراتا تھا
اب اس میں ہے گلِ شمعِ مزار کا عالم

نظر کو جب تھا حسینوں کی دید کا لپکا
عجب مزے کا تھا وہ انتظار کا عالم

سمن بروں کے تصوّر میں ہائے وہ شب کو
کلی کلی میں دلِ بیقرار کا عالم

سحر کو گلبدنوں کے وہ باغ میں جلسے
غضب کا حسن وہ اسپر بہار کا عالم

وہ لالہ زار وہ مہندی کی ٹٹیوں کی قطار
شفق میں آہ! وہ صبحِ بہار کا عالم

صبا کا اُف! وہ گلے سے مری لپٹ جانا
وہ اختلاط وہ بوس و کنار کا عالم

نہ چاندنی ہے وہ بکھری ہوئی نہ صبحِ بہار
رہا نہ وہ مرے لیل و نہار کا عالم

خبر نہ تھی مجھے رنگینیِ بہار میں ہے
تلوّنِ چمنِ روزگار کا عالم

جہاں کو میرے پروردگار دیکھ چکا
خزاں کو دیکھ رہا ہوں بہار دیکھ چکا

سوزِ بیوگی

عجب ہے قسمت بہری اے چارہ گر! نہیں بستا میری
جگر میں چٹکیاں لیتی ہے رہ رہ کر فغاں میری

پسند آئی نہ آرائش مجھے اے آسماں میری
اتاریں بدھیاں بیدرد توڑیں چوڑیاں میری

مبدّل غم سے شادی ہو گئی او جانِ جاں میری
کہ ٹپکی بن کے خوں آخر شرابِ ارغواں میری

فلک نے چھین لیں مجھ سے شہابی چندریاں میری
پہنتی سرخ جوڑا! ایسی قسمت تھی کہاں میری

کہاں کا شوقِ زینت جل رہی ہیں ہڈیاں میری
گراتی مجھ پہ اب برقِ ستم ہیں بجلیاں میری

ہوا کیا ہائے جوانی! وہ لڑکپن کا مرے زیور
کدھر ہے طوقِ منّت کا کہاں ہیں ہنسلیاں میری

لگائی آگ آرائش کو آخر سوزِ نالہ نے
اڑی ہونٹوں کی مسی نکلے آہ جو دہن سے میری

بہا جاتا ہے آنکھوں سے جو خون آرزو ہو کر
یہ رونا ہے رہیگی بیکسی یارب کہاں میری

بنایا ہے یہ کس کے سوگ نے ماتم نشیں مجھکو
تمنا نالہ کش میری ہے حسرت نوحہ خواں میری

وہ نقشِ نامرادی ہوں سراپا درد ہوں غم ہوں
مرقع میں جہاں کے آہ! میں تصویرِ ماتم ہوں

وہ دکھیا ہوں نہیں وردِ زباں کا رازداں کوئی
وہ بیکس ہوں نہیں سنتا ہی میری داستاں کوئی

کرے رو رو کے کبتک شکوۂ دردِ نہاں کوئی
بہائے تابکے سیلِ اشکِ خون چکاں کوئی

بنایا ہے سراپا داغِ حسرت سوز و حرماں نے
پہنائے آہ! پہلو نکی مجھکو دھنیاں کوئی

جگر سے آہ! ہم ہم گرد ہوں اٹھتا ہی ہو کا
جلاتا ہے کسیکو یوں بھی اے سوزِ نہاں کوئی

تقاضا لذّتِ ذوقِ خلش کا ہی شبِ غم میں
جگر میں آہ! رکھدے چیر کر نوکِ سناں کوئی

کلیجہ تھام ہی نے کر لیا ہوا اپنا جب پتھر
تو ہو پھر خاک یارب شکوہ سنجِ آسماں کوئی

زمانہ ہو رہا ہو آہ جب تاریک آنکھوں میں
سنوارے بام پہ کیا گیسوئے عنبر فشاں کوئی

سنبھال اے ضبط اٹھکر اضطرابِ دل لیٹے نہ تا ہو
کہ نازک ہے زمانہ ہو نہ مجھ سے بدگماں کوئی

ہوئے کیا کیا نہ آنسو خاک میں پامال گر گر کر
نہ نکلا قوم میں ان موتیوں کا قدرداں کوئی

جلایا چپکے چپکے آتشِ خاموشِ غم تو نے
بجھائی آہ! کب دل کی لگی ابرِ کرم تو نے

گھٹائیں چھا رہی ہیں آہ! دل پیر یاس و حرماں کی
تمنائیں خون رلاتی ہیں شبابِ فتنہ ساماں کی

خلش ہے آہ! پھر دل میں کسی کے نوکِ پیکاں کی
الٰہی خیر ہو دل کی جگر کی شہ رگِ جاں کی

نہ دے بادِ صبا تکلیف گلگشتِ گلستاں کی
کہ صورت ہے ہر اک گل میں نہاں زخمِ خنداں کی

میں وہ تصویر حسرت ہوں شکست رنگ ہے مانی کی
کہ [illegible] ہاتھوں [illegible] سرخی [illegible]

گئے وہ دن کہ تھا شوق ہمیں جست و خیز پر [illegible]
[illegible] آہ [illegible] سینہ [illegible]

یہ ہے کس کا [illegible] صبا [illegible]
لپٹ کر رہ رہی ہیں خون کی [illegible]

نہ رکھا پیرہن میں تار باقی دست وحشت نے
الٰہی شرم تیرے ہاتھ ہے اس جسم عریاں کی

دماغ عرض شرم آرزو ہے چارہ گر کس کو
مگر ہاں کیوں ہے منت کش نہیں ہیں [illegible]

برائے جی کی وہ جانے کہ بیتا ہو بڑی جس پر
کسی کو کیا خبر ہو آہ میرے درد پنہاں کی

مرے درد نہاں کو آہ تو بیدرد کیا جانے
گذرتی ہے جو مجھ پر کیا سمجھ وہ تیری بلا جانے

نشاط اور [illegible] شادی تو ہے [illegible] بزم عشرت میں
بسر ہوتی ہے تیری شاہد و مطرب کی صحبت میں

حمائل ہاتھ تیرے گردن مینا میں ہیں شب کو
کہ مست بیخودی ہے ذوق صہبائے مسرت میں

کسی گل پیرہن سے شکوہ بیجا گرم ہے تیرا
بہار [illegible] جنت [illegible] شاہد خلوت میں

گذرتے ہیں ترے دن سلطنت [illegible]
بسر ہوتی [illegible] راتیں [illegible]

سمجھتا ہے مآل زندگی تو عیش دنیا کو
کبھی [illegible] ساماں [illegible]

خبر کیا تجھکو [illegible] ساقی
[illegible]

اثر ہے تجھکو کیا بیدرد مجھ بیکس کے نالوں کا
نہ دلسوزی [illegible] فطرت میں نہ غمخواری طبیعت میں

توقع چارۂ درد نہاں کی کیا کرے کوئی
کہ ہمدردی نہیں جایز ہے ظالم تیری ملت میں

کسی بیکس کا تو اور [illegible]
کہ [illegible] تیری [illegible]

نہاں کی [illegible]
[illegible] گا کیسا

اُجڑی ہوئی دلہن

اے عروسِ مہ لقا! اے شاہدِ ماتم نشیں
آہ! اے رنگیں ادا! اے دلّی والی نازنیں

یاد آیا ہے کبھی تیری جوانی جس پر
چٹکیاں لیتی تھی دل میں ہر ادائے دلنشیں

ہائے وہ راتیں کہ تھی تو شمعِ بزمِ آرزو
تیرے پروانے تھے ہم اے غیرتِ ماہِ مبیں

ہائے وہ دن دلکشی تھی جب سرِ تو ذوق
نوکِ نشتر تھی رگِ جاں میں تری چینِ جبیں

جلوہ گر تھی ہر مرقع میں تری تصویرِ حسن
محفلِ ہستی میں تھی تو نقشِ نازِ دلنشیں

آہ کمر لچکی ہوئی وہ آہ! جسمِ خوش بدن
الجھی الجھی دوش پر بکھری وہ زلفِ عنبریں

آہ! وہ عشوہ گری وہ گردشِ چشمِ سیاہ
ہائے وہ شرمیلی چتون وہ نگاہِ شرمگیں

قدِ موزوں پر چکن کے وہ دوپٹے کی پھبن
سر پہ پھیلی ہوئی گویا تھی شاخِ یاسمیں

اُبھرے سینے پر وہ آغازِ جوانی کے نشاں
تازہ بیلے کے پھول اور وہ عطرِ صندل کی زمیں

وہ تبسم ہائے شیریں وہ نوائے جاں نواز
وہ لبِ شکّر شکن شکّر فروش و شکّریں

دوشِ نازک پہ دوپٹہ کا وہ آنچل سرخ سرخ
ملکی ملکی آہ! وہ رخ پر نقابِ ریشمیں

قد میں شوخی، خد میں عنابی دہری تھی کو بکو
آنکھوں میں تھا سحرِ قاتل لبوں میں قند و انگبیں

قیسِ آشفتہ تھی اک خلقِ خدا تیرے لئے
ہائے وہ راتیں کہ تھی تو لیلیٰ محمل نشیں

ہائے وہ طفلی کا عالم اور وہ جوشِ شباب
بھولی بھولی آہ! وہ صورت وہ نگاہِ سرمگیں

آہ! وہ بوٹا سا قد وہ ننھی ننھی انگلیاں
آہ! وہ تیرے لڑکپن کی ادائے نازنیں

ماں کی لوری جنبشِ موجِ تکلم تھی تجھے
اور شمیمِ جاں فزائے خلد تھی خواب آفریں

پھول جھڑتے تھے لبِ رنگیں سے وقتِ کلام
گل بداماں ہر سخن میں جیسے صبحِ یاسمیں

سر پہ طرۂ نظم کا تھا فرق پر تاج سخن
نطق کے پھولوں کا جھومر زیب آغوش جبین

آسمان ناز سے عالم فریبی کے لئے
بنکے اتری تھی مگر تو حور فردوس بریں

تیرا سکہ تھا رواں اے شاہزادی چار سو
یاد آیا تجھکا دلی تھی ترے زیر نگین

لیکن اب تجھ میں کہاں وہ جلوۂ شان غیور
جھڑ گئے سب آج تیرے تاج شہرت کے نگین

چھا رہی ہے اب اداسی آسمان حسن پر
اب نہ وہ تاروں کا جھرمٹ ہے نہ وہ ماہ مبین

تیری آنکھوں میں کہاں وہ مستی حسن شباب
تیرے شیشوں میں کہاں وہ شراب آتشیں

اب کہاں وہ ذوق صہبائے سخن وہ بزم مے
اب کہاں وہ مجمع رندان میخانہ نشین

اب ہوا میں ہے پریشاں تیری پروانوں کی خاک
تیرے دیوانے ہیں اب شہر خموشاں کے مکین

اب کہاں اگلی سی وہ کاشانہ افروزی کہ ہے
چشم حسرت حلقۂ در نقش عبرت تہ نشین

جسکے دامن میں پلی تھی آہ تو آمہ تھا
اب وہ انجم خواب آسائش میں ہیں زیر زمین

گوش عبرت میں مزار خفتگان خاک سے
آ رہی ہے دھیمی دھیمی آہ فریاد حزیں

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

دنیا کی اجڑی ہوئی محفل

شب کہ تھا میں نقشبند عالم نیرنگ خواب
تھی ہم سرگرم صحبت چند یاران شباب
اک طرف آراستہ چھوٹی سی تھی اک بزم عیش
کھل رہا تھا اک طرف پھولوں کا تختہ لاجوا

اک طرف چِٹکی ہوئی تھی صاف ستھری چاندنی
بہ رہی تھی اک طرفِ اٹکھیلیوں سے جوئے آب
اک طرف تھے سبزہ پر پھولوں کے گلدستے دھرے
اک طرف گملوں میں تھا پھولا ہوا دیسی گلاب
اک طرف شاخوں پہ سرگرم ترنم تھے طیور
اک طرفِ تھا اہتمام نغمۂ چنگ و رباب
خندۂ گل اک طرف گلبانگ بلبل اک طرف
اک طرف محفل میں ترتیب مے و نقل و کباب
جھومتے تھے اک روش پہ نونہالان چمن
اک کنارے سبزۂ بیگانہ تھا سرمستِ خواب
بھینی بھینی چل رہی تھی جانفزائی سے نسیم
عنبر افشاں ہر خیابان میں تھی بوئے عطر ناب
کس تکلف سے تھی شبنم صرفِ تزئینِ چمن
دیکے چھینٹے منہ پہ پھولوں کے چھڑکتی تھی گلاب
سرمہ آگیں تھی ادھر نرگس کی چشم سحر ساز
جعدِ مشکیں کو ادھر دیتا تھا سنبل پیچ و تاب

جو شجر تھا فی المثل تھا انتخاب روزگار
پھول جو تھا اپنے اپنے رنگ میں تھا لاجواب
دیکھکر محفل میں یہ والوں کو سرگرم وصال
شمع کہتی تھی یہ رو رو ہی رات کیا ہی اضطراب
الغرض جملہ مہیا تھے وہاں اسباب عیش
ساقی و جام و سبو و مطرب و چنگ و رباب

سامنے جھرمٹ پریزادوں کا تھا سرگرمِ ناز
جوش پر آیا ہوا اک اک کا فرِ شباب

سب کے سب آفت کے پرکالے تھے سر سے پاؤں تک
سب کے سب تھی عشوہ و ناز و ادا میں انتخاب

جوشِ گل تھا انجمن تھی غنچۂ احباب تھا
چاندنی تھی رات اور گردش میں جامِ شراب تھا

دیکھکر یہ عالمِ نیرنگ و سامانِ نشاط
چاہتا تھا شوق ہو محفل میں بڑھکر باریاب

اور لوٹے ان پریزادوں سے ہوکر ہمکنار
کھولکر دل بے تکلف دولتِ حسن شباب

آ گئی عقلِ نصیحت سنج اتنے میں وہاں
لیکے چٹکی مسکرا کر یوں کہا مجھ سے خطاب

ہوش میں آ۔ او شرابِ عشق کے ماتے ہوئے
ہو ہوائے شوق میں تا چند گرمِ اضطراب

اک مرقع ہے یہ نیرنگِ فسون دہر کا
جسکو تو سمجھے ہوئے ہے بزمِ یارانِ شباب

یوں تو منظر ہے بظاہر اُس کا اک اک نغز ہے
یوں تو اپنے رنگ میں یہ انجمن ہے لاجواب

یوں تو ہے معمورۂ عیش و طرب یہ بزمِ ناز
یوں تو اک اک سینری ہے آہ اسکی انتخاب

یہ تماشاگاہ لیکن سیر کے قابل نہیں
اس مرقع کی ہر اک تصویر ہے تمثالِ سراب

ہے وہ حیرت خانۂ نیرنگ یہ صورتکدہ
ہے بہار ہر پیکر گویا میں رنگِ انقلاب

سامنے جھرمٹ جو یہ پریوں کا ہے سرمستِ ناز
کھینچتی ہے دلکو جنکی شوخیٔ حسنِ شباب

صورتیں دنیا کی ہیں گرویدگی کی سب آہ
مجھ سے سن لے تو حقیقت انکی او خانہ خراب

نفسِ کافر کیش کے ہے ہاتھ میں انکی عنان
کجروی میں انکا رکھتا ہے جو مشکل سے جواب

پیاری پیاری ہیں اگرچہ انکی صورت موہنی
دیکھنے میں گو بظاہر اُن کا دلکش ہے شباب

ان شبیہوں سے دلآویزی ٹپکتی ہے مگر
بے حقیقت ہیں یہ رنگ پیکرِ تصویرِ خواب

ہے طلسمِ دلفریبِ ہستیٔ موہوم سے
ان کی شوخی انکی تمکین انکا حسن انکا شباب

انکی فطرت میں نہیں ہے پاس ناموس وفا
شیوۂ عاشق کشی ہے انکی ملت میں ثواب

دین و دنیا سے گیا جو ان پہ گرویدہ ہوا ۔ پھر نہیں رہتا کہیں کا آہ وہ خانہ خراب
آگیا جو حیف ان سیمیں تنوں کے دام میں ۔ ہاتھ سے بس اُسنے کھودی دولت عہد شباب
نوش دیگر اوّل اوّل عاشق جانباز کو ۔ چاشنی انکی چکھا دیتی ہے آخر زہر ناب
تو اگر فرزانہ ہے تو ان سے رہنا ہوشیار ۔ رہزن دنیا و دیں ہیں آہ! یہ خانہ خراب
دور رہنا دیکھ! ان اصنام کافر کیش سے ۔ ہیں یہ پریاں خانہ سوز طاعت و زہد و ثواب
کر چکی جب یوں نصیحت گستری عقل سلیم ۔ مجھ سے بولی پھر اشارہ کرکے او خانہ خراب
سامنے یہ جو دھرے ہیں شیشہ و جام و سبو ۔ جن کے دلدادہ نظر آتے ہیں یاران شباب
نشۂ دنیائے دوں سے سب کے سب معمور ہیں ۔ زہر ہے ان میں بباطن اور بظاہر ہے شراب
یہ وہ مے ہے جس کی مستی ہے پیام خواب مرگ ۔ نشۂ غفلت ہے جسمیں ہے یہ وہ صہبائے ناب
پھر کہا مجھ سے کہ او محو نشاط زندگی ۔ سوچتا اتنا نہیں تجھکو ارے خانہ خراب
ہے وہ غافل کوس رحلت کی صدائے دردناک ۔ جس کی تو سمجھے ہوئے ہے نغمۂ چنگ و رباب
آرہی ہے ہر طرف سے بانگ آواز جرس ۔ کاروان منزل بہ منزل جا رہے ہیں بشتاب
خوابگاہ عیش دنیا نیند کے ماتے انہیں ۔ تو سمجھ کر منزل ہستی میں ہے سرگرم خواب
تیری منزل ہو کہیں کھوٹی نہ غافل نیند میں ۔ پھٹ چلی پو اور نکلا چاہتا ہے آفتاب
خواب غفلت میں نہ کھو سرمایۂ عمر عزیز ۔ کام کر کچھ مغتنم ہے فرصت عہد شباب
بجگیا پیری میں جب نقارۂ کوس رحیل ۔ پھر نہ پچھتائے سے ہاتھ آئیگا کچھ خانہ خراب
کہہ کے اتنا ہوگئی رخصت ادھر عقل سلیم ۔ اور ادھر محفل پہ چھایا آہ! ایسا انقلاب
اڑ گیا پریوں کا جھرمٹ یک بیک جھنڈ بنکر ۔ صبح دم آنکھوں سے اڑ جاتا ہے جیسے رنگ خواب
آفت جاں جنکی تھی اک اک ادا اے نصیر ۔ ہوگئیں وہ پیاری پیاری صورتیں مثل خواب

تھے مئے گلرنگ سے لبریز جو شیشے ابھی
اب جو دیکھا انکو تو انمیں بھرا تھا خونِ ناب

چھا رہی تھی یوں اداسی بزم پر اب سربسر
ڈھل کے رہ جائیگا جس طرح حسن و شباب

لوٹتے تھے آگ پر کچھ پارۂ لختِ جگر
سونڈھی سونڈھی انجمن میں اب نہ تھی بُوئے کباب

خاک اڑاتی تھی وہاں ہر سو سمومِ جانگزا
بہ رہی تھی جس جگہ اٹکھیلیوں سے جوئے آب

اب نہ تھی وہ تابشِ انوارِ حسنِ دل فروز
لے لیا تھا جھلملا کر شمع نے رخ پہ نقاب

ایک جانب تھی پڑی محفل میں پروانوں کی خاک
تھرتھراتے تھے نہ اب فانوس پر خانہ خراب

اب نہ تھی وہ ہلکی ہلکی چاندنی نکھری ہوئی
اب نہ تھا پیشِ نظر پھولوں کا تختہ لاجواب

اب نہ تھے شاخوں پہ مرغانِ چمن نغمہ سرا
اب نہ آئی تھی صدائے نغمۂ چنگ و رباب

اب نہ تھی وہ گرمیٔ ہنگامۂ عیش و طرب
خاک پر یارانِ محفل اک طرف تھے محوِ خواب

دیکھکر یہ رنگ ششدر دل میں تھا میں ناگہاں
سامنے آئی نظر محفل میں اک مثالِ خواب

قد میں تھی فتنہ گری آنکھوں میں سفاکی بھری
قہر آلودہ نگاہوں سے ٹپکتا تھا عتاب

دوش پر نیزہ کمر میں دشنۂ خونریز تھا
سر پہ تھا خونِ دو عالم ہاتھ میں تیغِ خوش آب

گوشۂ دامن لہو میں تھا ادھر ڈوبا ہوا
خون کے چھینٹوں سے گلگوں تھا ادھر طرفِ نقاب

تھی وہ کافر ترش تیغِ نگاہِ خشمگین
خونبہا جس کا نہ مانگے سے ملے روزِ حساب

بیمروت ۔ بیوفا ۔ غارتگرِ خلقِ خدا
فتنہ ساماں آفتِ جاں یارکش خانہ خراب

سرعتِ سیماب رگ رگ میں بھری تھی جائے خون
برق تھی یا تھی چھلاوہ شوخیٔ حسن شباب

کچھ عجب بانکی ادا سے شوخیاں کرتی ہوئی
آئی اس اُجڑی ہوئی محفل میں ظالم بیحجاب

پھر وہاں پہنچی یکایک تیغ چمکاتی ہوئی
لمبی تانے جس جگہ سوتے تھے یارانِ شباب

کر کے اک اک کو قتیلِ دشنہ ہائے خونچکاں
خاک کا گنبد بنا کر بھر دیا ان سب کو داب

چھا گیا آنکھوں میں سب کے خوابِ نوشینِ اجل — بن گئی شہرِ خموشاں اب وہ بزمِ لاجواب
یادگارِ رونقِ محفل تھی اب کوئی چیز — سامنے آنکھوں کے تھی تصویرِ رنگِ انقلاب
دستِ گلچیں جس جگہ خمیازہ کش تھی نار سے — چھوٹتے تھے اس جگہ فوارہ ہائے خونِ ناب
حسرت آگیں اک مرقعِ غم کا تھا پیشِ نظر — ہو رہی تھی کچھ عجب رنگینیٔ تمثالِ خواب
دیکھ کر یہ رنگ آنکھوں سے رواں تھی جوئے خون — دل سے آتی تھی صدا تھم تھم کے او خانہ خراب
یہ نتیجہ آہ ہو جس عیش کا پایانِ کار — تف ہے ایسے عیش پر اس سے بہتر ہے عذاب
حظِ دنیا کی بہت گرویدگی اچھی نہیں — نوش کے قابل نہیں آئے بوالہوس شہدِ ناب

دل لگانے کی جگہ دنیا نہیں ہے اے سرور
ساتھ دیتی ہے کسی کا آہ! کب خانہ خراب

شہر آشوب

نہ جوشِ گل ہے نہ وہ کنجِ خوشگوارِ چمن — رہی نہ آہ! وہ رعنائیٔ بہارِ چمن
کیا خزاں نے عجب رنگ سے فشارِ چمن — رہا نہ آہ! کوئی پھول یادگارِ چمن

ہوا بدل گئی۔ بادِ صبا کے دن نہ رہے
برس رہی ہے اداسی گھٹا کے دن نہ رہے

وہ لالہ زار۔ وہ پھولوں کی انجمن ہے کہاں — وہ جوشِ سنبل و ریحان و یاسمن ہے کہاں
نکیلی کلیوں میں وہ دلربا پھبن ہے کہاں — وہ کمسنی کی ادائیں وہ بانکپن ہے کہاں

وہ رنگ و روپ عروسِ بہار کا نہ رہا
شباب ڈھل گیا۔ عالم ابھار کا نہ رہا

گلوں کی سُرخ قبائیں کدھر گئیں ہے ہے　　وہ بلبلوں کی صدائیں کدھر گئیں ہے ہے
وہ بھینی بھینی ہوائیں کدھر گئیں ہے ہے　　وہ اودی اودی گھٹائیں کدھر گئیں ہے ہے

گلوں میں اگلی سی رعنائی جمال کہاں
فضائے باغ کہاں لطف برشگال کہاں

رہے نہ آہ! وہ ساون کے خوشنما جھالے　　نہ وہ گھٹا ہے نہ بادل ہیں بجلیوں والے
نہال خشک ہیں پھولوں کے خشک ہیں تھالے　　نسیم کی ہیں زباں پر جلے بھنے نالے

سموم دشت کی باد صبا میں ہے تاثیر
رگ شرار کی موج ہوا میں ہے تاثیر

شگفتہ پہلوئے گل میں ہیں سینکڑوں ناسور　　چمن میں آبلۂ دل ہیں خوشۂ انگور
تپ دروں سے ہوئی زرد نرگس مخمور　　لگی نہ کس کی نظر جو غریب ہے رنجور

رہے نہ آنکھوں میں کیف شراب کے ڈورے
کدھر گئے مئے حسن شباب کے ڈورے

چمن میں آہ! وہ تختے گلاب کے نہ رہے　　میان نہر وہ خیمے حباب کے نہ رہے
نظارے آہ! وہ سیلان آب کے نہ رہے　　وہ ہلکے ہلکے کٹورے گلاب کے نہ رہے

رہیں نہ آہ! موجوں میں شوخیاں باقی
کہ آب جو کا فقط رہ گیا نشان باقی

گلوں کے ساتھ گئی رونق بہار چمن　　زمین دشت بنی تختۂ مزار چمن
نہ وہ شجر ہیں نہ وہ گل نہ برگ و بار چمن　　نظر میں شہر خموشاں ہے اب دیار چمن

گلوں کے آہ! نہ رنگ بقا نصیب میں تھا

کہ اک چراغ تھے سوز فنا نصیب میں تھا

چمن میں خاک اڑاتی ہے اب نسیم بہار
وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں نہ بھینی بھینی بہار

رہی نہ آہ! وہ بگلوں کی دلفریب قطار
نہ قمریوں کی صدائیں ہیں اب بانگ ہزار

وہ لطف صحبت مرغان خوشنوا نہ رہا
کہ باغ میں کوئی مرغ غزل سرا نہ رہا

سواد صحن چمن ہے سیاہ خانۂ زاغ
کہ اب نشیمن بلبل ہے آشیانۂ زاغ

صدائے چند ادھر ہے ادھر ترانۂ زاغ
کہ شاخ گل پہ ہیں شورش فزا فسانۂ زاغ

خروش نالۂ خاطر شکن ہے سمع خراش
صدائے کرگس و بوم و زغن ہے سمع خراش

گیا بہار کا موسم خزاں کا دور آیا
شکست رنگ گل و ارغوان کا دور آیا

لیکار رہی ہے صبا امتحان کا دور آیا
سکوت نالۂ و ضبط فغاں کا دور آیا

کرے نہ شکوۂ صیاد بلبل دلگیر
نہیں اجازت نالہ نہ ہو بلند صفیر

ہوائے دہر کی بگڑی ہے کچھ عجب تاثیر
ریاض قوم ہے اب انقلاب کی تصویر

وہ طائران چمن زاد تھے جو خوش تقریر
ترانہ سنجی کے باعث ہوئے قفس میں اسیر

غریب قید میں شام و سحر تڑپتے ہیں
قفس میں بند ہیں بے بال و پر تڑپتے ہیں

فلک زدوں کا نہیں آہ دادرس کوئی
نہ ہمزبان ہے نہ مونس نہ ہم نفس کوئی

ہے آہ! محو فغاں صورت جرس کوئی
پکارتا ہے یہ فریاد ہی قفس کوئی

اسیر کنج قفس آہ میں غریب ہوا
یہ خوشنوائی کا مجھکو صلہ نصیب ہوا

نسیم پیکے نہ غربت میں آئی بوئے وطن   کہ یاس بن کے رہی دلمیں آرزوئے وطن
رہی نگاہ کو ہر چند جستجوئے وطن   بنا نہ آنکھ کا سرمہ غبار کوئے وطن

میں وہ غریب ہوں میرا وطن چھٹا مجھ سے
وہ عندلیب ہوں میرا چمن چھٹا مجھ سے

قفس میں آہ ہوا میں غریب زندانی   نہ آئی خوش مری صیاد کو خوش الحانی
وطن سے ہو کے میں نکلا اسیر سلطانی   میرے نصیب میں تھی آہ خانہ ویرانی

تپاں ہوں صورت پروانہ انجمن کے لئے
کہ بیقرار ہوں غربت میں میں وطن کیلئے

ستم زدہ ہوں نہ بیباکیاں کرے مجھسے   سمجھ کے باد سحر شوخیاں کرے مجھ سے
صبا نہ دشت میں اٹکھیلیاں کرے مجھ سے   کہ ماجرائے وطن کچھ بیاں کرے مجھسے

بہت دنوں سے وطن کی خبر نہیں آئی
کوئی رہائی کی صورت نظر نہیں آئی

ہوا نہ کچھ جو مری فریاد کا اثر اب تک   کہ ہے پھری ہوئی صیاد کی نظر اب تک
یہ بدگمان کو کسی نے نہ کی خبر اب تک   کہ چیختا ہے وہ مرغ شکستہ پر اب تک

زباں پہ شور ہے فریاد صبحگاہی کا
کہ ہے قفس میں گلہ اپنی بے گناہی کا

بغیر جرم بغاوت کا ہے شکار غریب   خدا گواہ ہے شہ کا ہے جاں نثار غریب

اگرچہ قید میں ہے خستہ و نزار غریب وطن کی پھر بھی ہے خدمت کو بیقرار غریب
زباں پہ اب بھی ہیں حب وطن کے گیت وہی
کہ دیس سے ہے بدیسی کو اب بھی بیت وہی
وہی وطن کا ہے سودا وہی ہے یاد وطن کہ دشت میں بھی ہے پیش نظر سواد وطن
جگر خراش ہے غربت میں روئیداد وطن سنا ہے وقت خزاں ہیں گل مراد وطن
قبائے سبزۂ نورس ہے تا بداماں چاک
چمن میں لالہ و گل غم سے ہیں گریباں چاک
نہ آب وہی۔ نہ وہ رنگ و بو۔ نہ حسن قبول کہ ہیں زمیں پہ پامال وطن کے پھول
جہاں گلو نکلے تھے تختے وہاں جمے ہیں ببول ہوئے دہر کا ہے آہ! کچھ عجب معمول
ہوا ہے وقت خزاں آہ! گلشن پنجاب
کہ بلبلوں سے ہے خالی نشیمن پنجاب
ادھر "لگا نشتر" خدنگ جفا کا ہے نخچیر کمند غم میں ادھر "بندے ماترم" ہے اسیر
دکھا رہی ہے عجب رنگ گردش تقدیر کہ پائے اہل قلم میں ہے آہنی زنجیر
الٰہی خیر ہو یہ شور دار و گیر ہے کیا!
یہ حال ملک کا اے داد رس قدیر ہے کیا
ادھر اسیر ہے زنداں میں آہ! پنجابی سرشک خوں سے ہے آنکھوں کا رنگ "عنابی"
ادھر ہے کشتی "ہندوستاں" بھی گردابی" محیط دہر کی گردش مگر ہے دولابی
یہی ہے حال تو ہے قوم کا خدا حافظ
فلک کمین میں ہے سر پہ قضا خدا حافظ

عجب طرح کا ہے طاری لونپہ بیم و ہراس — ہر اک بشر کے ہے لب پر صدائے حسرت و یاس
نہیں رہا قوم کے اعزا کے آہ جمع حواس — کہ ہے دلوں پہ ہجوم الم برون ز قیاس
نہ ہے اجازت شیون نہ حکم نالوں کا!
شریک کون ہو یارب شکستہ حالوں کا

زوال کی نظر آتی ہے چار سو تصویر — یہ انقلاب ہے کیا! یا نصیب یا تقدیر
نہیں ہے ملک کی حالت جو قابل تحریر — زبان کلک پہ فریاد ہے بجائے صریر
دلوں سے عیش گیا۔ رنج و غم کا ہے دور آیا
کہ سال نو نہیں آیا۔ ستم کا دور آیا

اسیر طوق گران ہیں وہ بدنصیب وکیل — جو آہ ملک کے محسن تھے قوم کے تھے کفیل
زبان پہ شکوۂ بیداد ہے نہ قال نہ قیل — عدو کمین میں ہیں حکام درپئے تذلیل
بلاکشوں پہ ہیں یہ سختگیریاں کیسی
غضب کی ہیں کھلے بندوں اسیریاں کیسی

گھٹا دلوں پہ ہے بیم و ہراس کی طاری — ستم زدوں کی کرے آہ! کون غمخواری
نہ پاس مہر و وفا ہے۔ نہ وہ خود ایثاری — کہ آہ! قوم کا شیوہ ہوا اب دل آزاری
فلک زدوں کا ہو کیا خاک چارہ جو کوئی
ملے لگا کے شہید دل میں کیوں ہو کوئی

دُہائی کتنی ہی آفت زدہ مچائے کوئی — پڑی ہے کیا جو کسی کی لگی بجھائے کوئی
ٹھہر اسوز تپ غم سے تلملائے کوئی — پرائی آگ میں کیوں اپنا گھر جلائے کوئی
گرے جو برق تو کس کی مدد کرے کوئی

فلک جو ٹوٹے تو کیا صد و جہد کرے کوئی

کسی کے غم میں جگر کو نہ تو گداز کرے ‌ ‌ ‌ وفا جفا میں نہ اپنے قوم امتیاز کرے
نثار تجھ پہ کوئی کیا سر نیاز کرے ‌ ‌ ‌ تیرے وفا پہ کوئی آہ! خاک ناز کرے

وفا کا حوصلہ تیری سرشت میں ہی کہاں
یہ لفظ آہ! تیری سرنوشت میں ہے کہاں

ملا ہے دل کے عوض آہ! تجھکو پارۂ سنگ ‌ ‌ ‌ نہ جوش حب وطن ہی نہ درد ہی نہ امنگ
بجا ہے تیغ حوادث سے تو جو ہے چورنگ ‌ ‌ ‌ کہ پاس وضع ہی تجھکو نہ آہ غیرت و ننگ

دماغ سست خیالات پست ہیں تیرے
گلے اسیر کمند شکست ہیں تیرے!

جگر پہ کھائیں جو تیرے لئے سنان کا وار ‌ ‌ ‌ انہیں پہ ہو تیری تیغ شرر فشاں کا وار
کمر کا سینے کا۔ پہلوئے ناتواں کا وار ‌ ‌ ‌ تیرے شہید بچائیں کہاں کہاں کا وار

تڑپ تڑپ کے نہ توڑیں غریب دم کیونکر
کہ ناتواں ہے یہ دوہرے سہیں ستم کیونکر

تیرے لئے ہوں جو پابند حلقۂ زنجیر ‌ ‌ ‌ تیرے لئے جو بہ شہر و دیار ہوں تشہیر
بنائیں جو تیرے ذروں کو آہ! مہر منیر ‌ ‌ ‌ کریں عروج کی تیرے جو کوشش و تدبیر

انہیں کی جان کی خواہاں ستم شعار ہو تو
الجھ کے آہ! انہیں کے گلے کا ہار ہو تو

جگر خگار جدا۔ دل ہے دردمند جدا ‌ ‌ ‌ کہ قومیت کے ہے پتلے کا بند بند جدا
روش جدا ہے۔ طریقہ جدا پسند جدا ‌ ‌ ‌ کہ ایک ایک کے ہے درپئے گزند جدا

یہ غیرت مرے پروردگار کیسی ہے
روش یہ قوم نے کی اختیار کیسی ہے

یہ آہ! قوم میں ہنگامۂ خروش ہے کیا — یہی وطن کی محبت کا آہ! جوش ہے کیا
یہ شور مجمع یاران کینہ کوش ہے کیا — کہ دار و گیر یہ چرخ ستم فروش ہے کیا

غضب کی ملک میں ہیں شور پشتیاں کیسی
کہ ہیں یہ قوم کے دنگل میں کشتیاں کیسی

عجب سکوت کے عالم میں ہیں اکابر قوم — کہ ہیں نگاہ میں وحشت فزا مظاہر قوم
ہیں اب کے سال عجب بدنما مناظر قوم — کہ فرد فرد ہے مجموعۂ عناصر قوم

نفاق کی یہ مسلط دلوں پہ ہے تاثیر
عجب نہیں کہ نہ ہو امتزاج شکر و شیر

یہ انقلاب ہے کیا! آسمان ناہنجار — کہ سارا ملک ہے اب خانہ جنگیوں کا شکار
نفاق و بغض و حسد آہ! قوم کا ہے شعار — کہ ہیں عروج کے بدلے زوال کے آثار

ہر اک دیار میں بازار رستخیز ہے گرم
ہر اک شہر میں ہنگامۂ ستیز ہے گرم

چھپے ہوئے نہیں کچھ واقعات پارسال — کہ ہے عجب کشاکش میں مشرقی بنگال
غضب کا ملک میں ہلڑ مچا ہے اب کی سال — فلک زدوں کی مصیبت کا کچھ نہ پوچھو حال

ہزاروں دامن ناموس و ننگ چاک ہوئے
ہزاروں لاکھ کے گھر جلکے آہ! خاک ہوئے

چراغ امن و اماں تھا جو آہ جلوہ فروش — وہ بجھ کے صرصر فتنہ سے ہو گیا خاموش

بہت غریب ہیں صحرا میں آہ خانہ بدوش — صدائے نالہ کا پہنچا ہے آسمان پہ خروش

فلک زدوں کا نہیں آہ! غمگسار کوئی
کرے نہ شکوۂ بیداد روزگار کوئی

وہ نامراد ہیں ٹوٹے ہیں جن پہ قہر بہت — کہ ایک تختۂ مشق ستم ہیں شہر بہت
فلک نے اگلا ہے آفت زدوں پہ زہر بہت — خلاف چل رہی ہے اب ہوائے دہر بہت

ابھر ابھر کے مٹے آہ! حوصلے اکثر
کہ ہیں کمند سے گھونٹے گئے گلے اکثر

شہید تیغ جفا کوئی غم نصیب ہوا — عدو زمانہ ہوا۔ آسمان رقیب ہوا
اسیر خانۂ زندان کوئی غریب ہوا — جدا وطن سے وطن کا کوئی حبیب ہوا

شکار تہمت بیجا ہے غم زدہ کوئی
اسیر طوق بلا ہے ستم زدہ کوئی

فلک کا طرز ستم آہ! ہو گیا ہے اصول — ہر اک طرف ہے بلاؤں کا آسمان سے نزول
نہ پھول سا ہے وہ چہرہ نہ شہ حسن قبول — کہ آہ! قوم کی حالت ہے اب بہت ذلیل

کھلا دیا ہے تپ سوزش نہانی نے
کئے ہیں ظلم بہت دور آسمانی نے

مئے نفاق سے لبریز آبگینوں میں — کہ جوش حب وطن اب کہاں نگینوں میں
کدورتیں ہیں دلوں میں عناد سینوں میں — کہ تفرقہ ہے قیامت کا ہم نشینوں میں

نفاق و کینہ ہے ایمان قوم دادیلا
کہ شر و فساد ہیں ارکان قوم دادیلا

بھنور میں قوم کا بیڑا ہے ۔ پار کیوں کر ہو — نجات دیکھیے پروردگار کیوں کر ہو
زمانہ ہمسے جو ہو سازگار کیوں کر ہو — نہ باغیوں میں ہمارا شمار کیونکر ہو

جبیں سے آہ! بغاوت کا خاک داغ مٹے
مٹے یہ جب کہ تعصب کا سبز باغ مٹے

ہو حشر دیکھیے کیا ہم سے روسیاہوں کا — کہ گھونٹتا ہے گلا چرخ بے گناہوں کا
شریک حال نہیں کوئی دادخواہوں کا — وہاں فلک پہ ہے پہونچا ہمارے آہوں کا

پولیس کی آہ! خفیہ ہیں سازشیں کیسی
یہ بارلی کی ہیں ہم پہ نوازشیں کیسی

نہ ڈھنگ کر مرے صیاد اختیار نیا — کہاں سے لائیگا ہر روز اک شکار نیا
چڑھا نہ تیر یہ پیکان آب دار نیا — کہ روز روز ملے گا نہ جاں نثار نیا

بچا نہ ناوک بیداد سے اگر کوئی
ملیگا دوش پہ ڈھونڈے نہ تجکو سر کوئی

بدن میں تیر لیے سیر نکلے آہ اجان کہاں — لگا نہ تیر کہ یہ وقت امتحان کہاں
ترا خیال کدھر ہے یہ تیرا گمان کہاں — قیاس پہنچا ہے تیرا خدا کی شان کہاں

بنا جگر کو نشانہ نہ تاک کر صیاد
کہ طائران چمن ہیں شکستہ پر صیاد

چمن میں گیت انہیں آزادی کے گانے دے — وطن کے پھولوں پہ صیاد! چہچہانے دے
فلک کو اپنے برق ستم گرانے دے — کہ انکی کشت تمنا کو لہلہانے دے

اسیر دام محبت یہ مرغ زیبا صیاد

کرم! کہ در خور شفقت یہ مرغ ہیں صیاد

خدنگ غم سے ہیں بسمل دل و جگر ہیہات — ترے اسیر ہیں صید شکستہ پر ہیہات
نثار قدموں پہ ترے ہزار ہیہات — شہا ادھر بھی کوئی لطف کی نظر ہیہات

کرم! کرم!! کہ ہیں ہم ترے روزگاروں میں
کرم! کرم!! کہ ہیں تیرے وفا شعاروں میں

نیرنگ زمانہ

وہ بزم ہے نہ وہ ساقی، نہ وہ مئے گلرنگ — وہ ساز ہے، نہ وہ مطرب، شور نغمہ چنگ
کہاں حسینوں کی وہ دلفریبی تمثال — وہ ایشیا کا کہاں اب مرقع اثر رنگ
نئے نئے نظر آتے ہیں روز و شب البم — نئے نئے ہیں مناظر نئے نئے نیرنگ
مسوں کی آنکھوں پہ افسوں کچھ ایسا ہو گیا — کہ بت نظر نہیں آتے ہیں سینکڑوں فرسنگ
وہ لیڈیوں سے خدنگ نظر سے اب ہیں شہید — جو دل حسینوں کی تیغ ادا سے تھے جو رنگ
ہوا میں جو کوئی بیلون جس طرح اڑتا — اڑائے پھرتے ہیں دل یونہی یونیورسٹی فرنگ
یہ سادگی نے کیا خون رنگ آرائش — کہ مہندی پھیکی ہے لاکھا ہے پان کا بد رنگ
اڑائیں دست زمانہ نے وہ چھبیاں انگی — وہ زیب بر جو حسینوں کی کرتیاں تھیں تنگ
زبان سے گو نہ کہیں کھل کے شرم سے لیکن — حجاب پردہ ہے اب منہ دشوں کو باعث ننگ
لباس ملک میں ہے اب نئی تلاش ذہن — رہے نہ اگلے سے قطع و برید کے وہ ڈھنگ
نہ اب وجبہ و دستار ہے نہ شان قبا — کہ سر پہ ہیٹ ہے زیب بدن ہے کوٹ تنگ
مسوں کا ذکر ہے کہتے ہیں کسکو صوم و صلوٰۃ — وضو کے بدلے ہے اب ان پہ دو شکر رنگ

بلا یہ عام ہے، اسلام ہی پہ کیا موقوف
بدل گیا ہی طبائع کا ہندوؤں کی بھی رنگ

نہ بتکدوں میں وہ ناقوس کی صدائیں ہیں
نہ لہر اگلی سی اشنان کی ہے اب لب گنگ

نیا لباس نئی وضع ہے حسینوں کی
وہ ہلکی ہلکی کہاں آہ! ساریاں خوش رنگ

زمانہ دیکھ کے لشتر نے رنگ بدلا ہو
گلا بیان مٹے یورپ کی اب میں کاسۂ ننگ

نہ وہ مذاق قدیم اب، وہ ہے ذوق سلیم
دکھا رہا ہے زمانہ نئے نئے نیرنگ

نئے نئے ہیں جوان اور نئے نئے ارمان
نیا شباب جوانی نئی نئی ہے امنگ

کلب میں کھیلتا ہے لیڈیوں سے تاش کوئی
مسوں کے ساتھ کوئی بال میں ہے ہم آہنگ

سبق پڑھایا ہے تعلیم نے ہمیں الٹا
اٹھا کے طاق پہ رکھدی ہے عقل کی فرہنگ

وہ حسن و عشق کے درس وہ ادب کہاں اب
شب وصال کہاں اب حجاب و شوخی میں جنگ

ہوائے عشق مسوں کی نہ دل کو راس آئی
زمین پہ ٹوٹ کے آخر کو گر گیا یہ پتنگ

انہیں جراحت پنہاں سے قوم کی مطلب
نگاہ ناز کے جو دلپہ کھا چکے ہیں خدنگ

سرور جس میں نہ حب وطن کا ہو احساس
وہ دل ہو چور کہ بہتر ہے اس سے پارۂ سنگ

حسرت شباب

نہ چال میں ہے وہ شوخی نہ قد میں رعنائی
کہ تیرے ساتھ گئی آہ شان برنائی

کہاں چھپا ہے تو اے محو جلوہ آرائی
بیا کہ باز بہ بینم چو پردہ بکشائی

زمین پہ فرش رہ انتظار ہیں آنکھیں
کہ دیکھنے کو تجھے بیقرار ہیں آنکھیں

وہ صحبتیں ہیں نہ اگلی سی وہ ملاقاتیں مزے سے کٹتی تھیں یار کے ساتھ جب راتیں
بتوں سے ملنے کی اب جستجو نہیں گھاتیں کہ تیرے ساتھ گئیں حسن و عشق کی باتیں
لہو ٹپکتا ہے آنکھوں کے آبگینوں سے
کہ گرم صحبتِ مے اب کہاں حسینوں سے
نہ زور آہ ہے اب وہ نہ شور نالوں کا کہ سر میں اب نہیں سودا پری جمالوں کا
وہ خارِ غم نہیں پہلوؤں کے گہنے والوں کا رہا نہ ذوقِ خلش اب وہ دل کے چھالوں کا
کسی کی یاد میں بیخوابیاں کہاں شب کو
کہ اب وہ اگلی سی بیتابیاں کہاں سب کو
وہ ولولے وہ امنگیں وہ آرزو نہ رہی جگر کے داغوں میں وہ سوز کی نہ بو رہی
زبان پہ ساغر و مینا کے گفتگو نہ رہی کہ دل میں اب ہوسِ شیشہ و سبو نہ رہی
کہاں وہ آہ! شراب و کباب کے جلسے
کہ ختم ہوگئے عہدِ شباب کے جلسے
نہ چھیڑ مطربِ رنگیں نوا ترانۂ عشق مجھے دماغ کہاں جو سنوں فسانۂ عشق
گیا شباب کے ہمراہ کارخانۂ عشق کہ مجھ سے چھوٹ گیا آہ! آستانۂ عشق
جگر میں وہ تپش درد جانگزا نہ رہی
سوار سر پہ تھی جو عشق کی بلا نہ رہی
وہ بھینی بھینی نسیم سحر وہ بادِ وزاں مشامِ روح میں جھونکے تھے جس کی عطر فشاں
وہ مرغزار وہ صحرا وہ تختۂ ریحاں سحر کی اب وہ ہواخوریوں کا لطف کہاں
وہ جھوم جھوم کے چلنا نسیم کا سن سے

سمن بروں کا نکلنا وہ بچکے دامن سے

وہ اودی اودی گھٹائیں وہ سبزۂ صحرا ۔۔۔ وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ نور کا تڑکا
علی الصباح وہ قدرت کی دیکھنے کو فضا ۔۔۔ نکل کے گھر سے وہ بے اختیار چل دینا
وہ سیر کرتے ہوئے دشت میں نکل جانا
پلٹ کے جانب دریا وہاں سے پھر آنا

وہ سطح آب وہ موجیں وہ جوش طغیانی ۔۔۔ وہ آبشار وہ جھرنے وہ خوشنما پانی
وہ آفتاب کی کرنوں کی جلوہ افشانی ۔۔۔ وہ طائران چمن زار کی زمزمہ خوانی
پری وشوں کا وہ پنگھٹ پہ جوق جوق آنا
سبو وہ دوش پہ پانی کے بھر کے لے جانا

کہاں وہ صبح کی اگلی سی دلفریب فضا ۔۔۔ کہ تیرے ساتھ ہوا خوریوں کا لطف گیا
نہ ناشتہ میں ہے لذت نہ چاشت میں ہے مزا ۔۔۔ ترے مذاق سے تھا آہ! ذوق ہر غذا
اتر کے حلق سے لقمہ تو اب نہیں ہوتا
پیوں تو زہر ہلاہل سے آنکھیں ہوتا

وہ رنگ روپ وہ شوخی و خط و خال کہاں ۔۔۔ کہ اب وہ دور جوانی وہ سن و سال کہاں
چمن میں غنچۂ یاران ہم خیال کہاں ۔۔۔ وہ سیر باغ وہ اٹھکیلیوں کی چال کہاں
چلوں نہ راہ میں کیوں میں نحیف رک رک کر
کہ تیر سا تھا جو قد ہو گیا کمان جھک کر

وہ دل بغل میں جو تھا شیشۂ مئے انگور ۔۔۔ ہوا وہ سنگ حوادث پہ گر کے چکنا چور
نہ سر پہ طرۂ کج ہے نہ وہ کلاہ غرور ۔۔۔ کہ بار خاطر نازک ہے اب قبائے سمور

گرائے دیتا ہے رعشہ زمین پہ پیری کا
اجل سے کہہ دو کہ موقع ہے دستگیری کا

کہاں ہے آہ! تو عہد شباب واویلا — کہ جلد یا مجھے کر کے خراب واویلا
نہ یار ہے نہ شب ماہتاب واویلا — کہ تیرے ساتھ گیا لطف خواب واویلا

جو عیش ہو کے دنوں میں میرا سن تو گذرا
تو حسن و عشق کے جھگڑوں میں آہ! تو گذرا

رویائے اکبر

کیوں ہوائی چھوٹتی شہ کے رخ روشن پہ ہے — اشک گلگوں سے شفق پھولی ہوئی دامن پہ ہے
دل ہے جولان گاہ رقص شعلۂ بیتاب کیوں — آہ! آتش زیر پا ہے آج یہ سیماب کیوں
ارغوانی رنگ ہے کیوں دیدۂ بیخواب کا — چشم پر خوں میں ہے کیوں عالم گل شاداب کا

کچھ تو ہو ارشاد لب پر مہر خاموشی ہے کیوں
چشم حیراں آہ! جو آئینہ پوشی ہے کیوں؟

سرگذشت سوز غمہائے نہانی کیا کہوں — تجھ سے اے دلسوز اپنی غم کی کہانی کیا کہوں
ہوں سراپا آہ! تصویر حدیث درد و غم — ترجمان دل ہے تغیر حدیث درد و غم
دیکھئے ہو جانشینوں کا میرے انجام کیا — رنگ میرے بعد لائے چرخ نیلی فام کیا
طرۂ شاہانہ کس کے فرق پر ہو دیکھئے — کس کے قبضہ میں میری تیغ ظفر ہو دیکھئے

میری عظمت کا نشان زیر زمیں ٹھنڈا نہ ہو
سر فگندہ خاک پر یارب مرا جھنڈا نہ ہو

میری نسلیں وارثِ تختِ نگیں ہوں میرے بعد — میرے پیر و آہ میری جانشیں ہوں میرے بعد
سر پہ یارب غیر کے تاجِ جہانداری نہ ہو — میرے گلشن میں ہوائے چرخِ زنگاری نہ ہو
میں نے سینچا ہے انہیں خونِ جگر سے آسماں — میرے پودوں کو نہ پہنچے آہ آسیبِ خزاں
دیکھئے ہوتی ہے میرے خواب کی تعبیر کیا — میری بنیادوں کو دکھائے گردشِ تقدیر کیا

کیا کہوں دیکھا ہے وحشتناک میں نے خواب کیا
چارہ گر اب ذکرِ تسکینِ دلِ بیتاب کیا

دیکھتا کیا ہوں تجھے کو آہ اے غمخوار قدیم — دیکھتا ہے قہر آلودہ نگاہوں سے سلیم
تو نے گویا بھر کے جامِ کفر ای غمگسار — شرک کی مجھکو پلا دی ہے مئے ناخوشگوار
پھر دکھایا طرفہ نیرنگ فسون تقدیر نے — کھینچ دی تصویر عجب واژگوں تقدیر نے
اٹھ گئی جو اک جانب چشم نظارہ پسند — ایک پہاڑ پر کیا تعمیر اک قصر بلند
یہ وہ معبد تھا کہ جس میں سر عقیدت سے جھکا — مسجد و بت خانہ سے شان عمارت تھی جدا
مسکنِ عدل و محبت تھا یہ کاخ دلنشین — راستی و امن تھے گویا اسی گھر کے مکیں
داورِ عقبیٰ کی رحمت تھی خلق پر لیل و نہار — جھونکے آتے تھے نسیم خلد کے بے اختیار
دیکھ کر اس قصرِ عالی شان کو اے نکتہ داں — ہو رہا تھا دل میں خوش میں اور تو تھا شادماں
اک طرف سے آگئی کانوں میں صدائے قہقہہ — جس طرح بے ساختہ کوئی لگائے قہقہہ
پھر کیا پیدا طلسمِ خواب نے سامان نیا — یعنی چلا کر کسی نے یہ کہا ویران بنا
پھر نظر آیا عجب نظارۂ وحشت اثر — گر پڑا تو ہو کے مردہ یعنی فرشِ خاک پر
میرا مرغِ روح بھی پھر کھا کے چنگال اب — ہو گیا مغلوب شاہین قوی بالِ اجل
تھے مگر محو تماشہ دیدۂ عبرت نگر — کیونکہ بعد مرگ بھی ہے زندگی سمع و بصر

تھا ابھی پیشِ نظر جو آہ! قصرِ استوار
جانشینوں نے مرے ڈھا دیا انجامِ کار

اب نہ وہ گھر تھا وہ کاشانہ راحت فزا
ٹوٹے پھوٹے سامنے تھے کچھ کھنڈر عبرت فزا

اٹھ رہا تھا جن سے مظلوموں کی آہوں کا دھواں
جن میں پیوندِ زمیں تھے آہ! لاکھوں خستہ جان

اب نہ تھی عدل و محبت آہ! اس گھر کے مکیں
تھی کسی اجڑی ہوئی منزل میں ویرانی نشیں

نقشِ عبرت اب مری اجڑی ہوئی تعمیر تھی
عظمتِ دیرینہ کی مٹتی ہوئی تصویر تھی

جی بھر آیا یہ طلسمِ رنگِ عبرت دیکھ کر
انقلابِ آسمانِ بے مروت دیکھ کر

ناگہاں مغرب سے اک بیگانہ قوم آئی نکتہ سنج
عدل گستر خلق پرور کس نرنجاں کس مرنج

آئی اور آکر ہوئی مصروفِ تعمیرِ مکاں
کھنچ گئی پھر ہو بہو آنکھوں میں تصویرِ مکاں

راستی و امن و انصاف و محبت ہم نشیں
آ کے پھر اس قصرِ دلکش میں ہوئے مسکن گزیں

اب نہ مظلوموں کی چیخوں سے یہ گھر تھا گونجتا
لحنِ آزادی سے اک اک بام و در تھا گونجتا

اب نہ تھی بیوؤں کی آہوں سے یہاں تو نہیں آگ
اب نہ ستمگروں کی جفاؤں کی تھی سیدانوں میں آگ

میں نے کہا! مدتوں جس کیلئے خونِ جگر
ہوگئی تکمیل اس مقصد کی قصہ مختصر

قومی نوحہ

ڈھانچے میں قوم! تیری کچھ ہڈیاں ہیں باقی
اجڑے ہوئے چمن میں کچھ آشیاں ہیں باقی

اسلاف کے جہاں میں کچھ کچھ نشاں ہیں باقی
وہ جوہرِ شرافت تجھ میں کہاں ہیں باقی

تف تف ہے قوم! تیری حسرت نصیبیوں پر

ذلت نصیبان ہیں ذلت نصیبوں پر

دل سرد ہیں رگوں میں گویا لہو نہیں ہے — حب وطن کی ہم میں وہ آہ! بو نہیں ہے
وہ ولولے نہیں ہیں وہ آرزو نہیں ہے — گم ہیں رہ طلب میں وہ جستجو نہیں ہے
گم کردہ کارواں ہیں جو میر کارواں تھے
بے نام و بے نشاں ہیں جو صاحب نشاں تھے

ہم فوق لے گئے تھے رفعت میں اک جہاں سے — اونچی زمیں ہماری تھی بام آسمان سے
موتی کبھی برستے تھے تاج درفشاں سے — آنسو ٹپک رہے ہیں یا چشم خونچکاں سے
ٹکڑے جو لعل کے تھے لخت دل حزیں ہیں
جو شب چراغ تھے وہ فریاد آتشیں ہیں

محفل میں جھلملاتے ہیں کچھ چراغ اپنے — سب اٹھ گئے جہاں سے روشن دماغ اپنے
ہیں یادگار حسرت کچھ دل میں داغ اپنے — چھلکائے آسماں نے بھر کر ایاغ اپنے
اب آہ! وہ کہاں ہے بزم کہن کا نقشہ
بگڑا ہوا ہے یعنی اپنے وطن کا نقشہ

زاغ و زغن کا مسکن ہے آہ اب چمن میں — دھندلی سی شمع ہے یاروں کی انجمن میں
پتلا ہے بیکسی کا لپٹا ہوا کفن میں! — اڑتی ہے خاک حسرت اب تو وطن میں
کیا وطن! وطن کا اک نام رہ گیا ہے
اس میکدہ میں باقی اک جام رہ گیا ہے

برباد کیا نگری کو دی ارجن نے جس زمیں پر — بھیشم سا سو رہا تھا جس جا پہ کوہ پیکر
مٹی سے جس کی اٹھا پرتاب سا دلاور — میدان میں رہا جو ہر دم حریف اکبر

گھر تھا دلاوروں کا کیا یہ وطن وہی ہے
سینچا گیا تھا خوں سے۔ کیا یہ چمن وہی ہے

جو ہر رہی ہیں تجھ میں کیا او! وطن کی مٹی ‌ رنگین ہے اب بھی خوں سے کیا تو چمن کی مٹی
برباد ہو رہی ہے بزم کہن کی مٹی ‌ یاروں کی خاک اگلے ہے او انجمن کی مٹی

نقشہ وہی نظر میں کھنچ جائے پھر وطن کا
پھر رنگ و روپ نکھرے اجڑے ہوئے چمن کا

بام فلک سے اونچا ہو پھر نشاں ہمارا ‌ سارے جہاں میں ہم ہوں سارا جہاں ہمارا
عرش بریں کا زینہ ہو آسماں ہمارا ‌ جنت نشاں بنے پھر ہندوستاں ہمارا

پھوٹیں نئے شگوفے پھر نخل آرزو میں
گرمی بڑھے دلوں میں سرعت بڑی لہو میں

خاتمۂ ہستی

ہے خاتمہ کا بھی دل میں کبھی خیال آیا ‌ تمہارے لب پہ بھی ہے یہ کبھی سوال آیا
یہ ماہ و سال، یہ دن سب کا خاتمہ ہوگا ‌ شباب و شیب کا سن سب کا خاتمہ ہوگا
نہ یادگار یہ راتیں رہیں گی بچپن کی ‌ نہ پیاری پیاری یہ باتیں رہیں گی بچپن کی
بقا پذیر نہیں دہر میں وجود بشر ‌ کہ خاتمہ ہے کسی دن مآل بود بشر
وہ چیز کیا ہے کہ جو خاتمہ پسند نہیں ‌ اجل سے ہستی فانی کو کب گزند نہیں
ہماری عمر اگرچہ گراں بہا ہے مگر ‌ یہ صید وہ ہے جو تیر اجل کی ہے زد پر
یہ آفتاب کا شام و سحر طلوع و غروب ‌ ہے دیکھنے میں بظاہر اگرچہ خوش اسلوب

کشاں کشاں لئے جاتا ہے ہمکو سوئے اجل پہونچتے جاتے ہیں یعنی قریب کوئے اجل
یہ خاتمہ ہے وہ جس کی خبر نہیں ہم کو قضا کب آئیگی اسکی خبر نہیں ہم کو
گمان یہ کبھی دل میں بھول کر کرنا کہ عمر ہے ہمیں کافی ابھی بسر کرنا
یہ ہے رکیک خیالی یہ فہم کی تقصیر نہیں ہے زیست میں گنجایش قلیل و کثیر
عجب نہیں ہے کہ سرمایۂ زیست کا کھو جائے چراغ عمر کا گل آج ہی کی شب ہو جائے
تن نحیف میں جان کے لئے قرار کہاں ثبات عرصۂ ہستئ مستعار کہاں
سمند جہد کو سرگرم مدعا رکھو کہ کل پہ کام نہ تم آج کا اٹھا رکھو
ہو کل کو تم کہ نہ ہو اعتبار کل کا نہیں کہ وقت آہ! معین کوئی اجل کا نہیں

ہم ایسے وقت پہ ہونگے اجل کا آہ شکار سفر کو ہوں گے نہ دنیائے دوں سے جب تیار
بفرض ہم نے نہ کی ہے کوئی غلط کاری نہیں ہے پھر بھی مکمل یہ آہ! تیاری
وہ کون ہے کہ جو اس خاتمہ کو ہے تیار بتاؤ سچ ہمیں ہم بھی سنیں تو آخر کار
بدن سے روح دم نزع جب جدا ہوگی خبر ہے کس کو جو حالت پس فنا ہوگی
تہیۂ سفر عاقبت ضروری ہے یہ وہ سفر ہے کہ کوسوں کی جس میں دوری ہے
عدم کو منزل ہستی سے جب گزر ہوگا نہ راہبر کوئی ہوگا نہ ہم سفر ہوگا
خبر نہیں کہ پس مرگ میرا حال ہو کیا سیاہ کار ہوں بعد فنا مآل ہو کیا
بڑھا نہ میرے گناہوں کا طول عمر رواں گناہگار نہ کر اے حصول عمر رواں
اجل سے مجھکو نہ شرمندہ سخت جانی کر سیاہ کار ہوں میں ختم عمر فانی کر
بہت قریب وہ دن ہے کہ آہ! رب کریم کھڑا حضور میں ہوگا ترے بحال سقیم

پس فنا نہ قیامت میں مضحکہ ہو مرا
یہ التجا ہے کہ بالخیر خاتمہ ہو مرا

بے ثباتیِ زمانہ

شب کو تھا میں عالمِ رؤیا میں نظارہ کناں
ناگہاں آیا نظر اُجڑا ہوا اک بوستاں

ڈھل گیا تھا شاہدانِ باغ کا حسنِ شباب
زرد تھا ہر گل کا چہرہ صورتِ برگِ خزاں

چومتی تھی منہ نہ پھولوں کا نسیمِ عطر بیز
اب نہ تھیں شاخوں پہ بادِ صبحدم کی شوخیاں

ڈالیوں پر تھے نہ مرغانِ چمن نغمہ سرا
شورِ گل رنگِ فغاں دل شاخِ گل پر تھا کہاں

شاخِ گل پر ہر گلِ نورس تھا مرجھایا ہوا
اب نہ تھیں پیشِ نظر وہ حسن کی نیرنگیاں

کچھ نہ تھا دو چار تنکوں کے سوا اب یادگار
شاخِ گل پر تھا جو باندھا بلبلوں نے آشیاں

شوخیاں کرتی نہ تھی اٹھلا کے اب بادِ بہار
تھی نہ شاخوں پر نسیمِ صبحدم عنبر فشاں

دیکھتی تھی دیدۂ عبرت سے انجامِ چمن
نرگسِ بیمار کی آنکھوں سے آنسو تھے رواں

اب نہ تھا قمری کی کوکو کا سماں وہ دلفریب
اب پپیہے کی وہ شاخوں پر نہ تھی پی کہاں

اب نہ بل کرتی تھی جعدِ سنبلیں عشاق سے
پھانسیاں دیتے نہ تھے اب گیسوئے عنبر فشاں

اب نہ آتے تھے پری وش نازنیں گلگشت کے
اب نظر آتا نہ تھا وہ جلوۂ حسنِ بتاں

چھوٹی چڑیاں نہ شاخوں پر ترنم ریز تھیں
اب نہ مرغانِ چمن کرتے تھے نغمہ سنجیاں

جھومتے پھرتے نہ تھے اب نوجوانانِ چمن
لالہ و گل کا نظر آتا نہ تھا اب کارواں

رنگ پھیکا پڑ گیا تھا سروِ تسخیر کا
نرگسِ بیمار کی آنکھوں میں ڈورے تھے کہاں

پھول ٹپتے تھے نہ حسین آتے تھے اب باغ میں — اب مرجھا ہوئے غنچوں میں تھیں وہ شوخیاں
اب نہ دیتے تھے نمو قد جاناں سے مثال — اب نہیں وہ مصرع شمشاد میں موزونیاں
اب نہ آتی تھی نظر کیفیت سیلانِ آب — اب نہیں پانی کی نہریں صحن گلشن میں رواں
اب نہ تھی غنچوں کے لب پر نہ صدائے قاہ قاہ — خندۂ گل کی نظر آتی نہ تھیں اب شوخیاں
ڈھل گیا تھا سبزۂ نورس کا سارا رنگ روپ — لہلہا کر اب نہ کرتا تھا اب جو شوخیاں
سوکھے پودوں میں نہ تھی اب قوت نشو و نما — سینچتا تھا اب نہ پانی دیکھ کر انکو باغباں
شاخ گل پر اب نہ تھا وہ عندلیبوں کا ہجوم — اب نہ تھیں نغمہ سرا سرو چمن پر قمریاں
تھا ہر اک کباب ورمی بنیا اب نگار ہر پہ یوں — لوٹتا ہو خاک پر جیسے کوئی آتش بجاں
مند گئی تھی ہر کلی یوں شاخ گل پر ہائے ہائے — نزع میں آنکھیں نہ کھولے جیسے کوئی خستہ جاں
ساعدِ جاناں کی شوخی بچۂ گل میں نہ تھی — اب نہ تھیں اسمیں یدِ قدرت کی وہ صناعیاں
تنکے چنتے تھے نہ اب گلشن میں مرغانِ چمن — باندھتے تھے اب نہ شاخوں میں عنادل آشیاں
سو گئے تھے اب پھولوں کو مثل کرنا زمیں — چومتے تھے اب نہ کلیوں کو بتِ رنگیں دہاں
بیل بوٹوں میں نہ تھے اب حسن کے نقش و نگار — اب نہیں اُن میں یدِ قدرت کی رنگ آمیزیاں
منہ نکل آیا تھا کلیوں کا ذرا سا اسقدر — گورے گالوں میں وہ سرخی کی جھلک تھی اب کہاں
رہ گیا میں دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر — نقش حیرت ہو گیا دیکھا جو یہ ہو کا سماں
نونہالانِ چمن کا دیکھ کر یہ حال زار — چپکے چپکے ہو گئے منہ پر مرے آنسو رواں
دل میں کہتا تھا یہ کیا نیرنگ ہے بار خدا — غنچہ و گل کا نظر آتا نہیں کوسوں نشاں
دیکھ کر محوِ تحیر مجھکو عقل نکتہ سنج — یوں لبِ لعل شکر خا سے ہوئی شکر فشاں
یہ چمن وحشت سرا ہے اس کا کیا ہے اعتبار — سیر کے قابل نہیں ناداں گلزارِ جہاں

ہستی فانی نہیں ہے منزلِ آرام و عیش
ہر در و دیوار سے حسرت ٹپکتی ہے یہاں

کب یہاں کی اوج پستی کو ہوا دوام ثبات
خاک کا تودہ ہے دونوں کیا زمیں کیا آسماں

کون ٹھہرا ہائے اس دارِ فنا میں جاوداں
گردشِ دوراں مٹا دیتی ہے سب کو بیگماں

چل بسے اس عالمِ فانی سے ہو کر چند روز
کیسے کیسے لعبتِ شیریں ادا شیریں زباں

کیا ہوئے وہ عاشق و معشوق اے دنیائے دوں
قیس و لیلیٰ ہیں کہاں فرہاد و شیریں ہیں کہاں

اب نظر آتے نہیں وہ ماہ سیما نازنیں
دفن ہیں وہ نور کے پتلے خدا جانے کہاں

کیا ہوا اُمنگا ہوا وہ نازنینوں کا شباب
کیا ہوئی وہ مہ جبینوں کی ادائے جاں ستاں

جن کے ایوانوں کی رفعت آسماں سے تھی بلند
اُنکی قبروں کا نظر آتا نہیں ہے اب نشاں

یہ لبِ گورِ غریباں ہی صدا دیتے نہیں
کس سے پوچھیں آہ یارانِ عدم کا ہم نشاں

کیسی منزل کیسی آوازِ جرس کیسا غبار
نقشِ پا ملتا نہیں کیسا سراغِ رفتگاں

پیشدادی وہ کہاں ہیں وہ کیانی ہیں کدھر
رفعتِ اہرامِ مصری کے وہ بانی ہیں کہاں

اب سکندر ہے نہ دارا ہے نہ کیکاؤس ہے
لے گئی یہ ہستی فانی خدا جانے کہاں

سعدی و خاقانی و فردوسی نحریر طراز
وہ سخن کے اب پیمبر ہیں خدا جانے کہاں

اب وہ اندازِ غزل خوانی کہاں اے نکتہ سنج
بلبلِ شیراز کا خالی پڑا ہے آشیاں

کیا ہوئے یونان کے وہ فلسفہ داں اے فلک
اب وہ مردم خیز خطے ہیں خدا جانے کہاں

کب ہوا سقراط سا پیدا زمانے میں حکیم
ایک ہی گذرا نہ دنیا میں ارسطوئے زماں

اب پتہ ملتا نہیں بقراط و جالینوس کا
اب نظر آتا نہیں ہے وہ طبیبِ نکتہ داں

دفن ہیں کس سرزمیں میں ہائے اے چرخِ دنی
وہ منجم وہ مہندس وہ ادیبِ نکتہ داں

کس کو میدانِ قضا میں آہ تھی تابِ نبرد
ہو گئے چت گور کی بغلی سے کیا کیا پہلواں

نقش دیوار شکستہ کے سوا د حسرتا | کچھ نہیں ملتا صنادید عجم کا اب نشان
ہو گئے مٹی کے پتلے کیسے کیسے تاجور | اب فریدون ہے نہ دارا ہے نہ ہے نوشیروان
تیری ہستی کیا ہے تو کیا چیز ہے او خودنما | مٹ گئے جب ایسے ایسے تاجداروں کے نشان
اصطبل گھوڑوں کا اب وہ قصر ہو یا بارگاہ | سطوت شاہی تھی محو خواب آسایش جہاں
ہستی فانی میں او خود بیں بقا کا ذکر کیا | کون آیا ہے عدم سے لیکے عمر جاودان
تشنہ لب آیا سکندر چشمہ ظلمات سے | کسکو پینے کو ملا آب بقا اے نکتہ دان
اب پتہ ملتا نہیں کچھ تغلق و تیمور کا | اب نظر آتی نہیں ہے وہ نسل راجگان
ہستی موہوم بھی طرفہ تماشا گاہ ہے | ایک پہلو پر نہیں جس کی کبھی نیرنگیاں
ہیں زمین کو گردشوں پر گردشیں لیل و نہار | یہ وہ گہوارہ ہے جسمیں خواب آسایش کہاں
توسن عمر رواں بھی ہے غضب کا بدلگام | ہے لگدکوب حوادث ہر شرارے نکتہ دان
خلق کا مبداء ہی صناع بیچوں ہے وہی | ہے بقا کسکو بجز ذات خدائے دو جہان
علت اولی ہر ایک شے کی وہ روح پاک ہے | اسکی وحدت سے یہ کثرت کا تماشا ہے عیان
ہے اسی کے نور عالمتاب کی ان میں ضیا | یہ جو اقمار و کواکب آسمان پر ہیں عیان
اس نے وحدت سے کیا کثرت کو پیدا کس طرح | کوئی کیا جانے بجز اسکے یہ اسرار نہان
کثرت و وحدت ہے دونوں سے عیاں اسکا جلال | ہے وہ خلوت اسکی اور یہ اسکی بزم آرائیاں
خاک کے ناچیز پتلے کو کیا کیا کیا عطا | لمس و شم ذوق و بصر نطق و بیان کام و زبان
خاک کے پتلے کا ہے ربط عناصر سے وجود | اسکی حکمت کا ہے شاہد اختلاط جسم و جان
اسکی صنعت کا مرقع یہ طلسم دہر ہے | ذرہ ذرہ میں ید قدرت کی ہیں صناعیان
قطرۂ ناچیز سے پیدا کیا انسان کو | خاک کے پتلے میں اسنے پھونک دی روح روان

اُس کی سیّاروں میں ضو ہی اُسکی زردیِ چمک
اُس کے جلوہ گاہیں دونوں ہیں وہ آسمان

ہستی فانی ہے کیا سنئے اُسکی کیا ہے کائنات
ہے بقا کس کو بجز اُسکے یہاں اے نکتہ دان

بحرِ ہستی میں ہوئے لاکھوں شناور غرق آہ
کون نکلا بچکے سیلابِ حوادث سے یہاں

یوں ہوئی مجھسے مخاطب پھر مری عقلِ رسا
کرچکی جب بزمِ وحدت میں ترنم ریزیاں

میں نے دیکھے ایسے ویسے جانے کتنے انقلاب
محوِ حیرت ہو گیا تو دیکھکر رنگِ خزاں

پھول بیچاروں کی ہستی کیا ہے یہ کیا چیز ہیں
مٹ گئے جب ایسے ایسے نامورا ے نکتہ دان

ڈھل گیا جب نازنینوں کا شبابِ دلفروز
ہو گئے مٹی کے پتلے جب حسینانِ جہاں

ان کی بو انکی ہنسی ان کی صباحت انکا رنگ
ان کا جوبن انکی شوخی انکی نکہت بیزبان

ہیں یہ سب نقشِ خیالی انکی ہستی ہی کیا
اُن کے جلوہ کی جھلک ہے چار دن کی میہماں

ہے بہار ہر ہیکلِ تصویر میں رنگِ فنا
ہر مرقع جلوۂ نقشِ تحیر ہے یہاں

چشمِ عبرت چاہیئے رنگِ خزاں ہر گل میں ہے
اس چمن کے ہر شگوفے سے ہے نیرنگی عیاں

کیسی پھولوں کی نمایش کیا جوبن کیا بہار
کیسی گلگشتِ چمن کیسی فضائے بوستان

اک گل بیچارہ بھی دیکھا نہ ہمنے ای سرور
اس چمن میں کیسی گلگشت بہارِ بیخزان

نورجہان کا مزار

لیلیِٔ شب نے جو رکھدی کر کے تہ کالی قبا
صبحِ صادق نے دکھائی اپنے جلووں کی ضیا

بھینی بھینی وہ نسیم فرحت افزائے سحر
پیارے پیارے بیل بوٹے ٹھنڈی ٹھنڈی

وہ سحر کا وقت وہ پھولوں کی بھینی بھینی بو
وہ لہک سبزہ کی وہ شبنم کے قطرے واہ وا

چومتی تھی پیار سے پھولوں کا منہ باد سحر — گود میں لیکر کھلاتی تھی شگوفوں کو ہوا

بازوؤں کو تو لگا سب سوئے گلشن اڑ چلے — سر چھپاکے گھونسلوں میں تھے جو مرغان ہوا

جس کو تلوؤں سے حسینوں کے چھپایا تھا نشاط — خاک پر بکھری گئی وہ رات کی باسی حنا

نور چھن چھن کر برستا تھا در و دیوار پر — ایک عالم تھا زمیں پر لمعہ انوار کا

کھل کھلا کر ہنس رہا تھا غنچۂ صبح بہار — پھرتی تھی گلشن میں اترائی ہوئی باد صبا

دیکھ کر یہ صبح کا دلکش سماں بے اختیار — اپنے بستر سے اٹھا اور جانب صحرا چلا

ٹھنڈی ٹھنڈی سبزۂ صحرا کی دلکش تھی لہک — بھینی بھینی بوئے گل میں تھی بسی باد صبا

لیگئی عبرت مجھے گور غریباں کی طرف — ٹوٹی پھوٹی تربتیں دو تین دکھلا کر کھلا

دیکھ تو کس پری کا روضۂ انوار ہے — یہ جو آغوش لحد میں ایک کمرا ہے بنا

نور بن بنکر برستی ہے در و دیوار سے — کسکے جلوے کی تجلی کسکے پرتو کی ضیا

کس کا شانہ صبح کو اٹھکر ہلاتی ہے نسیم — گدگداتی ہے کسے آہستہ آہستہ صبا

سو رہی ہے کون رکھکر بالش سیمیں پہ سر — محو خواب ناز ہے یہ کسکی چشم نیم وا

پڑ گئی کس نازنیں کے حسن کے پھولوں پہ اوس — کس پری تمثال کا بوٹا سا قد کمھلا گیا

کسکے غم میں بھر رہی ہے ٹھنڈی سانسیں باد سحر — کس کا شیون کر رہے ہیں آہ مرغان ہوا

کس پری وش نازنیں کا عنبر افشاں ہے کفن — بھینی بھینی کس کے بالوں کی مہک سے ہے ہوا

منتشر ہیں کس پریشاں نازنیں کے سر کے بال — کس کے رخساروں پہ ہے بکھری ہوئی زلف دوتا

اک حسیں کے خواب آسایش کا گہوارہ ہے یہ — میٹھی نیندیں سو رہی ہے جس میں اک شیریں ادا

روضۂ پر نور ہے اک حجرۂ جنت کا یہ آہ — اک پری کی خوابگاہ ناز ہے ای خود نما

سو رہی ہے اس میں اک ناظورۂ عابد فریب — محو آسائش یہاں ہے اک عروس مہ لقا

جلوہ گاہ ناز ہے اک چاند کے ٹکڑے کی یہ
ہے یہ اک خاتون مہ تمثال کی خلوت سرا

اب کہاں وہ دلفریبی ہے نگاہ ناز میں
خواب آلودہ بہت دن سے ہے چشم سرمہ سا

اب نہ وہ اعجاز ہے اسمیں نہ وہ جاں پروری
اب تبسم سے نہیں ہوتے لب نازک آشنا

گو نظر آتی نہیں اب وہ نگاہ دلفریب
دیدہ کے قابل مگر ہے بے بسی آنکھوں کی دیا

اب وہ اعجاز تکلم کی کہاں شیوہ بیانیاں
اب نزاکت سے نہیں ہوتے لب گلرنگ وا

قد موزوں میں کہاں اب جستر کی اٹکھیلیاں
چال اب کرتی نہیں ہے فتنۂ محشر بپا

حشر اب تو اٹھ نہیں ہے شوخی رفتار سے
گھنگروؤں کی اب نہیں کانوں میں آتی ہے صدا

مار رہزن دل کے ڈس جا نیکو اب گیسو نہیں
پھانسیاں دیتی نہیں عشاق کو زلف دوتا

حسن کے پھولوں میں اب وہ کھنچی بھینی بو کہاں
گوشۂ مرقد میں ہے بیٹھا سا قد نخل عزا

اب کہاں ہے عارض گلگون گلگونے کا رنگ
دست نازک میں نہیں اب شوخی رنگ حنا

حشر اب اٹھتا نہیں ہے شوخی رفتار سے
قامت موزوں میں اب عالم ہے تیر آہ کا

سرمۂ تسخیر کے آنکھوں میں ڈورے اب نہیں
نرگس بیمار ہے برسوں سے چشم نیم وا

یوں اداسی چاند سے مکھڑے پہ ہے چھائی ہوئی
جیسے چہرہ ہو کسی بیمار کا اترا ہوا

ہر در و دیوار پر چھائی ہوئی ہے بیکسی
دھیمی دھیمی آ رہی ہے کنج مرقد سے صدا

کون لایا کھینچکر گور غریباں میں تجھے
کسنے سونپا خاک کو اے چرخ دوں پیلا مرا

کیا ہوا وہ ہائے نازوں کا پلا بوٹا سا قد
جھار رہا تھا سر سے پا تک جسپہ عالم حسن کا

لب پہ ہے مہر خموشی میں ہوں اور کنج مزار
اب نہ وہ موج تبسم ہے نہ ہنسنا بولنا

وہ جوانی کی امنگیں ہیں نہ وہ اٹکھیلیاں
اب نہال قد موزوں ہے کہاں نشو و نما

کیا ہوئی وہ شوخی برق نگاہ دلفریب
کیا ہوئی وہ سحری چشم سامری فن کی حیا

لبیاں لیتے نہیں اب طرۂ ہائے پُرشکن
ایڑیوں تک بڑھکے آ جاتی نہیں لفِ رسا

ایک دن وہ تھا مرے جلوے پہ غش تھا اک جہاں
یا یہ صورت ہے کہ اب کوئی نہیں ہے پوچھتا

چار آنسو کب بہائے تو نے اے شمعِ مزار
تجھ سے کب آئی جگر سوزی کی بو بعدِ فنا

کب ہوا بیتاب سبزہ میرے غم میں خاک پر
میرے ماتم میں زمیں کا کب کلیجہ شق ہوا

لیکے کب وہ پھول آئی تو لحد پر بعدِ مرگ
تو ہی بتلادے مجھے اے جنبشِ بادِ صبا

میرے غم میں کب ہوئے مرغانِ گلشن نالہ کش
کان میں آئی نہ اب تک شورِ بلبل کی صدا

پوچھنے والوں نے اتنا ہی نہ پوچھا بعدِ مرگ
تجھ سے کیوں نکرا ہٹ کا صدمہ فشارِ گور کا

جی ہے کیسا کسنے پوچھی آہ مجھ سے اتنی بات
منہ نکل آیا ہے کیوں کب کہنے والوں نے کہا

تجھ سے بھی آئی نہ ہمدردی کی بو اے بیکسی
تو نے چھاتی سے مری میت کو کب لپٹا لیا

کب جگایا مجھکو خوابِ ناز سے وقتِ سحر
تو نے شانہ کب ہلایا میرا اے بادِ صبا

تجھکو ہے مشاطگی کا کیا سلیقہ اے نسیم
تو نے شانہ کب مری زلفِ پریشاں میں کیا

میری مردہ ہڈیوں میں کسنے پھونکی روحِ آہ
عمرِ رفتہ نے دکھایا کب اثر اعجاز کا

کنجِ مرقد میں کیا کسنے مری میت کو پیار
کس نے لوٹا میرے جوبن کا مزا بعدِ فنا

کون آیا کا ٹنے خوابِ عدم کی بیڑیاں
یہ توں کنجِ لحد میں میں نے سر ٹپکا تو کیا

میرے جیتے جی جدائی جسکو میری شاق تھی
چھوڑ کر مجھکو اکیلا چل دیئے وہ اقربا

ہاتھ اٹھایا میں نے کیا دنیا سے ہنگامِ سفر
حسرت و اندوہ کا چھاتی پہ پتھر رکھ لیا

یاس و حرماں کا مری بالیں پہ تھا کیا ہجوم
چھا رہا تھا جب مری آنکھوں میں عالم نزع کا

اقربا کا منہ وہ تکنا پیار کی نظروں سے ہائے
وہ نگاہِ یاس سے دیوار و در کو دیکھنا

سسکیاں بھر کر وہ رہ جانا کلیجہ تھام کر
رو کے ہونا ہائے وہ اپنے پرائے سے جدا

یوں زبانِ حال سے کہتی تھی چشمِ سحر ساز ۔۔۔ بند ہو کر اب نہ ہونگی گوشۂ مرقد میں وا
اب نہ آئیگا نظر مجھکو یہ قصرِ زر نگار ۔۔۔ اب نہ دیکھوں گی میں یہ کاشانۂ نزہت فزا
مجھ سے چھٹتا ہے ہمیشہ کیلئے اورنگ و تاج ۔۔۔ اب نہ آئیگی نظر ایوانِ شاہی کی ضیا
اب نہ دیکھونگی میں دنیا کا طلسمِ دلفریب ۔۔۔ اب نہ آئیگا نظر یہ جلوۂ حیرت فزا
خارِ حسرت ہو رہی ہے وہ نگاہِ دلفریب ۔۔۔ لوٹتی تھی جو کبھی پھولوں کے جوبن کا مزا
سیر کے قابل نہیں دنیا کا کوئی سین آہ! ۔۔۔ ہے تماشاگاہِ ہستی بھی عجب عبرت سرا
کون چن کر لے گیا وہ پھول اس گلزار سے ۔۔۔ چار دن کلیوں سے ہنس کر دل جو بہلایا تو کیا
منہ مرا حسرت سے تکتی تھی نگاہِ واپسیں ۔۔۔ مند چلی تھی نزع میں کچھ کچھ جو چشمِ نیم وا
آ رہا تھا سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال ۔۔۔ حسرتوں نے دل میں کر رکھا تھا ہنگامہ بپا
بیکسی کہتی تھی چھوڑا تو نے کس پر تخت و تاج ۔۔۔ عقل سمجھاتی تھی کوئی جانشیں ہو تجھ کو کیا
کیسا اورنگِ شہی کیسی شکوہِ سلطنت ۔۔۔ کیسا ایوانِ مرصع۔ کیسا قصرِ دلربا
کیسی شانِ مملکت۔ کیسا جہانگیری کا خبط ۔۔۔ چار دن فرماں روائی کی اگر تو نے تو کیا
کیسا جیغہ۔ کیسا طرہ کیسی کلغی کیسا تاج ۔۔۔ تخت شاہی پھر کہاں جب آگئی سر پر قضا
لے گیا سر پر اٹھا کر افسر و اورنگ کون ۔۔۔ چل بسے دارِ فنا سے سیکڑوں فرماں روا
وہ ملوکِ ہفت کشور۔ وہ شہِ والا نژاد ۔۔۔ جن کی نصرت کا علم لہرا رہا تھا جا بجا
کانپتے تھے جنکی دولت سے زمین و آسمان ۔۔۔ جنکی سطوت دیکھکر شیروں کا زہرہ آب تھا
جنکے در پر بج رہا تھا روز و شب کوسِ ظفر ۔۔۔ جنکے سر پر تھا جہانداری کا سہرا سج رہا

س ۵ منظر۔

ہاتھ آیا ہستیٔ فانی سے کچھ بھی وقتِ مرگ؟ — لے گئے دنیا سے کچھ بھی پاس حسرت کے سوا
لے گیا کچھ بھی سکندر وقتِ رحلت اپنے ساتھ — ہاتھ خالی دونوں تھے دارِ فنا سے جب چلا
ہیں یہ سب دنیا کے جھگڑے ورنہ غافل بعدِ مرگ — کون آیا دیکھنے کو تختِ زرین کیا ہوا
جب جہانداری کا سہرا اُٹھ گیا سر سے ترے — تجھکو کیا وارث ہو کوئی افسر و اورنگ کا
تجھکو کیا او شاہزادی اب کوئی ہو حکمراں — تجھکو کیا تختِ شہی پر ہو کوئی فرماں روا
اک کشاکش میں غرض تھی میری جانِ ناتواں — حسرت و اندوہ کا تھا ایک ہنگامہ بپا
حرص کہتی تھی لے چل افسر و اورنگ ساتھ — اور یہ دولت کا تقاضا تھا نہ تجھکو چھوڑنا
عقل یوں کرتی تھی رہ رہکر نصیحت گستری — مال و دولت کون اس دارِ فنا سے لے گیا
کس کشاکش سے غرض آنکھوں سے نکلی جانِ زار — روح قالب سے ہوئی کس یاس سے ملکر جدا
یاد ہے اب تک مجھے ہو جیسے کل کی سرگزشت — نزع کے عالم کا وہ افسانۂ حیرت فزا
میں نے دیکھے عہد سے کیا کیا لحد تک انقلاب — اور ابھی یہ گردشِ دوراں دکھائے جائیگا
میں یہ کب کہتی ہوں میں ہوں نازشِ نسلِ شہی — سایہ افگن چترِ دولت سر پہ ہی لیکن رہا
میرے نازوں کا ہے کچھ اندوہ وہ دہولنا — کچھ نظر آتا نہ تھا جس میں بگولوں کے سوا
بادِ صرصر سنہ مسافر کا جھلستی تھی جہاں — چلنے دیتی تھی نہ رہرو کو سموم جانگزا
آگ شرار آتشیں تھا ریت کا ذرہ تھا جو — یوں زمیں تپتی تھی ہو جلتا ہوا جیسے توا
پاؤں رکھنے کو نہ تھی کوئی اقامت کی جگہ — اور ٹھہرنے کو نہ تھی کوئی وہاں تنہا سرا
مجھکو سونپا گور کو اس وادیٔ پُرخار میں — مجھکو پھینکا خاک پر ہو مہرِ مادر کا برا
جب کیا مجھکو کلیجہ سے جدا ماں باپ نے — دور کر چھاتی سے حسرت نے مجھے لپٹا لیا
لمعہ افگن یوں مرے جلوہ کی ضو تھی دشت میں — جیسے ٹکڑا چاند کا کوئی زمیں پر ہو پڑا

جوشِ مادر تھا نہ آغوشِ پدر کا تھا پتہ
دشت گہوارہ تھا دایہ تھی سمومِ جاں گزا

بیکسی کا لوٹتا ہو جیسے تنکا خاک پر
چھا رہا تھا مجھ پہ یوں عالم سراسر یاس کا

آگئی تھی بھوک سے ہونٹوں پہ ننھی سی جو جان
رو رہی تھی چپکے چپکے میری بالیں پر قضا

سسکیاں بھر کر زمیں پر وہ بلکنا بار بار
بھوک کے مارے وہ ننھا سا انگوٹھا چوسنا

سر ٹپکتی تھی مری بالیں پہ رو کر بیکسی
کان میں آتی تھی یہ آہستہ آہستہ صدا

پھٹ گئی چھاتی نہ تیری ہائے مہرِ مادری
ننھے بچے کو کیا تو نے کلیجہ سے جدا

پھینکتا ہے کوئی کانٹوں میں گلِ تر کو بھی بھلا
خاک میں یوں بھی ملاتا ہے کوئی دُرِّ صفا

رکھ لیا چھاتی پہ پتھر تو نے بھی مہرِ پدر
تو نے بھی پوچھا نہ یہ اس ننھی جاں کو کیا ہوا

بیکسی تکتی تھی منہ حیرت سے میرا بار بار
باپ کا سایہ نہ تھا سر پر نہ ماں کی مامتا

خاک کے اُڑتے تھے صحرا میں بگولے ہر طرف
کچھ نظر آتا نہ تھا گردِ یتیمی کے سوا

مہدِ راحت تھی زمیں گہوارہ جنبانِ آسماں
گود میں لیکر کھلاتی تھی سمومِ جاں گزا

میں ادھر روتی تھی قسمت مسکراتی تھی ادھر
ایک عالم تھا نگاہوں میں سحاب و برق کا

مسکرا کر مجھ سے کہتی تھی کہ آئی وہ ہنسی
تھی لبِ نازک پہ یہ آہستہ آہستہ صدا

تاجِ شاہی میں جگہ دونگی تجھے میں ایک دن
ملنے دونگی خاک میں تجھکو نہ اے دُرِّ صفا

چترِ دولت گھومتا ہوگا ترے سر پر کبھی
ہوگی اورنگِ شہی پر تو کبھی فرماں روا

لے چلونگی کاخِ دولت میں تجھے میں ساتھ سے
تجھکو دکھلاؤنگی میں شاہوں کے قصرِ پُربہا

تجھ سے ایوانِ شہی ہوگا منور اے پری
کونسی ہوگی کسی دن تیرے جلوہ کی ضیا

سج رہا ہوگا ترے سر پہ جہانگیری کا تاج
تیرے دروازے پہ ہوگی کوسِ نوبت کی صدا

فرشِ مخمل پر تجھکو سونا ہے ابھی اے سیمبر
تجھکو ہونا ہے ابھی شاہی حرم کی رہنما

تو نے دیکھا ہی ہے کیا اے ماہ سیما نازنین — دودھ کی بو منہ سے آتی ہے ابھی نام خدا
تیری آنکھوں میں جگہ دونگی تجھے اے ماہ وش — تجھکو نظروں سے گرایا پھر مادر نے تو کیا
مژدۂ جان بخش یہ مجھکو سنا کر پیار سے — میں جو روتی تھی تو دیتی تھی مجھے قسمت ہنسا
ناگہاں آیا نظر اک تاجروں کا کارواں — کارواں کیا تھا۔ تھی یہ بھی ایک شان کبریا
میری قسمت نے اٹھا کر مجھکو آخر ہاتھوں ہاتھ — کارواں سالار لشکر تک مجھے پہونچا دیا
چھٹ گیا غربت میں جب گہوارۂ حب وطن — پھر تو پہلوؤں میں مرا بوٹا سا قد پلنے لگا
رفتہ رفتہ ہو گیا بوٹا سا قد سرو رواں — اور ہی عالم نظر آیا نہال حسن کا
نخل قد میں پھر نکل آئے جوانی کے ثمر — ہو گیا پھر اور سے کچھ اور عالم حسن کا
ہر ادائے دلربا میں دلفریبی چھا گئی — ایک عالم تھا نظر میں لمعۂ انوار کا
اب نہ پڑنے دونگی نامحرم کی میں تجھپر نگاہ — اٹھ پردہ سے نکلنے دونگی کہتی تھی حیا
چٹکیاں لیتی تھی رہ رہکر جوانی کی امنگ — دل کا جو ارمان تھا پہلو میں تھا مچلا ہوا
وہ جوانی کی امنگیں اور وہ جوبن کا ابھار — چھا رہا تھا سر سے پا تک مجھپہ عالم حسن کا
دل مسلنے کا چھلاوہ شوخی مشق خرام — کاٹ کرنے کو قیامت برش تیغ ادا
پار ہونے کو جگر میں ہر نظر نوک سناں — خون عاشق کو وہ مند پر شوخی رنگ حنا
مار رہزن دل کے ڈسنے جانیکو گیسوئے سیاہ — دونوں طومار قضا دونوں بلا کے جانگزا
آئینہ کو میرے رخ پہ تاب نظارہ نہ تھی — دو بدو ہو مجھسے دیدہ آرسی کا کب یہ تھا
رہنمائی تھی جو قسمت کو مری مد نظر — رفتہ رفتہ قصر شاہی تک مجھے پہونچا دیا
جب الٹ دی قصر شیریں میں نے چہرہ سے نقاب — اک پری آئی ہے اڑ کر قاف سے غل مچ گیا
ایک عالم لمعۂ انوار کا تھا ہر طرف — قصر شاہی میں تھا ٹوٹا اک ستارہ نور کا

گوہر شہوار تھی لیکن تھی ناسفتہ ابھی
چولی دامن کا تعلق تھا جو منظور نظر
رفتہ رفتہ کر دیا پھر شہ نے میرا ازدواج
دونوں مہر و ماہ پھر ایک برج میں رہنے لگے
یاد ہے اب تک مجھے وہ لطف شبہائے وصال
ہے جبلی کی جو ضد تھی شوق دامنگیر کو
واں کسی کے دست نازک ہائے آغوش شوق
شوق دامنگیر کا گھونگھٹ الٹ کر بار بار
وہ حیا کا امتحان اور شوق کی وہ بیخودی
رخ سے آہستہ کسی کا وہ الٹ دینا نقاب
کچھ دنوں آتا رہا خلوت میں یکجائی کا لطف
میرے شوہر پر غرض نازل ہوا شاہی عتاب
الغرض لائی گئی قصر شہی میں میں بہ زور
کچھ نہ پوچھو مجھ سے شوہر کا برا ہوتا ہی غم
لوٹتا تھا سانپ چھاتی پر مرے بے اختیار
تھی جو بچپن سے طبیعت کیلئے وابستگی
رفتہ رفتہ مجھکو قسمت نے دکھایا پھر عروج
سلطنت شاہی رہی برسوں گلستاں تخت پر
اٹھ گیا فرق شہی سے پھر جہانداری کا تاج

یعنی تھی نام خدا دوشیزۂ ناکتخدا
مجھکو قسمت نے بنایا پھر عروس مہ لقا
شیر افگن سے جو تھا بنگال کا فرماں روا
خوب لوٹا ہم نے اپنے جوبن کا مزا
ایک ہنگامہ تھا خلوت میں حجاب شوق کا
پردہ داری میری رکھ لیتا یہ کہتی تھی حیا
یاں خم گردن میں اک عالم ہلال عید کا
مجھ سے کہنا وضع داری کی پڑی ہے تجھکو کیا
یاد ہے اب تک جوانی کی وہ راتوں کا مزا
وہ نگاہ شرمگیں وہ پردہ داری وہ حیا
کر دیا پھر بخت برگشتہ نے دونوں کو جدا
ہو گیا نذر اجل میدان میں وہ تیغ آزما
سامنے آیا وہی دن جس کا کھٹکا تھا لگا
سال بھر تک میں نے پہنا آہ جوڑا سوگ کا
ڈھا رہا تھا اک ستم دل پر اجڑنا مانگ کا
مجھ سے شہ کا ازدواجانہ تعلق ہو گیا
افسر و اورنگ مجھکو کر دیا شہ نے عطا
چتر دولت جلوہ افگن مدتوں سر پر رہا
کھینچ کر لائی مجھے گور غریباں میں قضا

اک مرقع خواب کا تھا تو دہ طلسم دلفریب
کچھ بھی آتا ہے نظر اب یاس و حسرت کے سوا

اب نظر آتا نہیں وہ تخت و اورنگ حیف
کان تک آتی نہیں اب کوس دولت کی صدا

اک فسانہ خواب عبرت کا ہے میری سرگذشت
ہستی فانی کی یہ ہے ابتدا یہ انتہا

لوح تربت پر یہ کیا لکھا ہوا ہے دیکھ لو
دیدۂ عبرت کشا و بر بنگر انجام ما

بر مزار ما غریبان نے چراغ نے گلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

متعلق بہ سرورؔ آنجہانی

۱۔ نوحۂ سرورؔ

آہ اے نوبادۂ باغ سخندانی سرورؔ
آج تیرے غم سے ہے عالم میں اک شور نشور

وہ گل خندان تھا اس باغ جہاں میں آہ تو
جس کی خوشبو سے معطر تھا زمانہ چار سو

کیوں نہ ہو افسوس تجھ سا شاعر جادو نگار
چھوٹنے پایا نہ کافی اپنے فن کی یادگار

دھوم تھی مضمون کی تیرے آج ساری ہند میں
شاعری کو تجھ سے رونق تھی دیار ہند میں

تیرے مضمون آفرینی پر تھا اک عالم نثار
دل میں چبھ جاتی تھی تیری بندشیں اعجاز دو

دل سے بہاتا تھا ہر اک کو تیرا انداز بیان
خون رلاتا تھا ہر اک کو تیرا انداز فغان

دل کو تڑپا دیتی تھی جدت ترے اشعار کی
جان ہو جاتی تھیں نظمیں تیرے ہر اخبار کی

انتہائی سادگی پردہ سخن سازی تیری
یاد آتی ہے ہمیں وہ نغمہ پردازی تیری

فخر حاصل ہر رسالے کو تھا تیری نظم سے
آہ کیا جلد اٹھ گیا تو شاعروں کی بزم سے

مٹ گئی تھی شاعری جو انقلاب دہر سے / روح تازہ ڈالدی تھی اسمیں تیرے سحر نے
خوبیاں کیونکر بیاں ہوں ہمسے تیری نظم کی / ساتھہ تیرے رونق شعر و سخن جاتی رہی
کون ہوگا اب زمانہ کے افق پر جلوہ گر / آسمان نظم پر کون ایسا چمکیگا قمر
کسکی باتیں لینگی اک عالم کے دیں چٹکیاں / کس کی عالم کو لبھائیگی ترانہ سنجیاں
کس سے رونق پائیگی افسوس اب بزم ادیب / آہ کیا یوں ہوگئی محفل کی محفل بے نصیب
کل خطاب آزاد کے مرنے پہ تھا نوحہ لکھا / آج تیرے غم سے ہے عالم ترا ماتم سرا
آہ اے چرخ فسونگر فتنہ پرداز کہن / تونے برہم کر ہی دی شعر و سخن کی انجمن
کچھہ نہ آیا رحم تجھکو کیا دیا یہ تونے داغ / کردیا یوں شاعروں کی بزم کا گل جو چراغ

یوں تو مرنا ایک دن سب کو ہے دنیا میں ضرور
پر جوانی میں ترا مرنا غضب ہے اے سرور

از منشی دولتچند صاحب

تاریخ ولادت	وطن	تاریخ وفات
سنہ ۱۸۷۳ء	پیلی بھیت	سنہ ۱۹۱۰ء

قطعہ تاریخ از منشی الٰہی بخش صاحب اعجاز لکھنوی

ترجمان خیال بوقلمون / آہ مر گیا سہائے کامل فن
اف ری رنگین بیانیاں تیری / چپ جنہیں سنکے ہو ہزار چمن
طرز گفتار تھا وہ پاکیزہ / جسکے مداح تھے سب اہل سخن
پھر چھپیں تیری نظمیں بعد فنا / کیوں نہ دیں جان اسپر اہل فن

فکر تاریخ ہے اگر اعجاز
کہہ دے مرغوب شاعران زمن

شور مہجور

آہ! اے مسند نشین محفل شعر و سخن — تیری چپ سے آہ! پژمردہ ہے ساری انجمن
کیا ہوئے وہ آہ! تیرے نغمہ ہائے دلنواز — دلفریبانہ تہا پیدا جنسے رنگ سوز و ساز
آہ! خاموشی تری کیسی قیامت خیز ہے — ہے اداسی انجمن میں بزم حسرت خیز ہے
موجد طرز جدید شاعری تو ہے کہاں — محشرستان آہ! تیرے غم میں ہے سارا جہان
خوش نواسنجان گلشن مہر بلب ہو گئے — اک خموشی سے تیرے خاموش ہیں سب ہو گئے
ہمصفیروں کے بدن پر ہے لباس ماتمی — تیری فرقت میں ہوا قایم اساس ماتمی

آہ! اے شانہ کش گیسوے لیلائے سخن
آہ! اے رونق فزائے روئے زیبائے سخن

بلبل و گل کی سنائیگا کہانی کون اب — عشق و الفت کی دکھائیگا نشانی کون اب
تیرا اک لفظ تہا بزم تخیل کا شرر — شوخی گفتار تیرے تھی نمک پاش جگر
لذت تقریر میں سوز و گداز عشق تہا — تیرے ہر مصرعے میں پنہان آہ! راز عشق تہا
آہ! بزم شعر میں وہ جلوہ افشانی تری — آہ! وہ ذہن رسا وہ فکر جولانی تری
آہ! وہ کاوش فصاحت نظم برجستہ کہاں — طبع رنگین آہ! وہ پہولوں کا گلدستہ کہاں
آہ! وہ شان تکلم وہ ادائے گفتگو — طبع روشن سے ہوئے کیا کیا جلائے گفتگو
پیاری پیاری وہ زبان دلکش وہ انداز بیان — تیرے دم سے تہی زمین شعر رشک آسمان

اس چمن میں خون صرف آبیاری کر دیا — شاعروں میں تو نے پلہ اپنا بھاری کر دیا

دیرپا عظمت ہوئی حاصل جہاں آباد کو — فخر تجھ پر ہے بجا اس عالم ایجاد کو

تیری ذات مغتنم سے تھا کمال شاعری

حق یہ ہے اچھا ہوا آخر مآل شاعری

تیری باتیں مرنے والے یاد آئینگی بہت — خون کے آنسو تیرے غم میں لائینگی بہت

تو نہیں دنیا میں لیکن نقش تیرا دل میں ہے

شمع روشن یعنے اس اجڑے ہوئے محفل میں ہے

از سید محمد فاروق

سال وفات سرور جہاں آبادی

عیاں سلخ ذیقعدہ بود وائے — کہ غیم اجل ماہ رویش نہفت

سن رحلتش لا ابالی ہجری — زباندان سرور از جہاں رفت گفت
۱۳۲۸ھ

آہ سال غم درگا سہائے سرور آہ

از جہاں رفت شاعر بے مثل — وقت آرایش بحور گزشت
۱۹۱۰ء

چوں نہ نالد کنوں عروس سخن — یعنے ہنگام جشن و سوز گزشت

عیسوی سال لا ابالی دوش — گفتہ ام دُرد اے واہ سرور گزشت
۱۹۱۰ء

فضل ستار لا ابالی یہ پی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

27 MAR 1966

12/7/57

س - ۲ ۸۹۱۵۷۳۶۴

خمکدۂ سرور

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

۱- اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس تعلیمی، مجلس انتظامی، مجالس تعلیمات و نصابیات ایک وقت میں پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

۲- اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات و مدرسہ ہائے فوقانیہ اور اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

۳- طلبائے ایم اے تین کتابیں ایم اے و ایل ایل بی دو کتابیں اور طلبائے انٹرمیڈیٹ ایک کتاب دو ہفتہ تک اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔

۴- مدت مقررہ کے بعد کتابیں رکھی جائیں تو طلبہ سے ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔

۵- بشرط موقع کتابیں مکرر جاری کی جا سکیں گی مگر اس کی غرض سے کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶- کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو قیمت یا دوسرا نسخہ دینے کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

۷- کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا حاشیہ نہیں لگایا جا سکے گا۔

۸- قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں باہر نہیں دی جا سکیں گی۔ فقط

۳ ستمبر ۱۹۱۲ ۱۲۷

۲۶۲ ۱۹۱۶ ۱۶۰

۱۶